

جوانب لنثر الاندلسی الہامۃ

(فی القرن الرابع والخامس للهجرة)

اندلس میں عربی نثر کے اہم نکات

(چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں)

مقالہ برائے ایم فل
(عربی ادب)

پیشکش
محمد احمد

مشرف
ڈاکٹر محمد ظہور الحق
(ریڈر شعبہ عربی)

شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۹۰



DS2078



Phones [External : 7162
Internal : 234

DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH—202 002

Dated **March 6, 1990**

CERTIFICATE

This is to certify that Mr. Mohammad Ahmad, Enrolment No. U-754 has submitted his M.Phil. Dissertation entitled "Main Aspects of Arabic Prose (During the 4th and 5th Centuries A.H. in Spain) under my supervision. His work is original.

M. Zahoorul Haq
(Dr.) M. Zahoorul Haq
Reader & Supervisor
Department of Arabic,
AMU, Aligarh.

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

الف تا ن	صفحہ نمبر	
۱ - ۱۲	-----	<p><u>پہلا باب - اندلس کی وجہ تسمیہ</u></p> <p>۱ - اندلس کی وجہ تسمیہ</p> <p>۲ - اندلس کا رقبہ و آب و ہوا</p> <p>اندلس کے بعض مشہور شہر اور</p> <p>۶ - ان کی خصوصیات</p>
۱۲ - ۲۰	-----	<p><u>دوسرا باب - اندلس کے قدم باشندے</u></p> <p>۱۳ - اندلس کے قدم باشندے</p> <p>عربوں سے قبل اندلس کی ماضی</p> <p>۱۴ - حالت</p> <p>اندلس میں عربوں کی آمد کے اسباب - ۱۷</p> <p>اندلس میں مسلم نوآبادیات - ۲۱</p> <p>۲۳ - ولایت اندلس</p>
۲۱ - ۶۲	-----	<p><u>تیسرا باب - اندلس ایک آزاد اور خود مختار</u></p> <p style="text-align: center;"><u>سلطنت</u></p> <p>اندلس ایک آزاد اور خود مختار سلطنت - ۳۱</p> <p>۳۱ - اموی حکمران</p> <p>۴۷ - ملوک الطوائف</p> <p>اندلس پر عربوں کی تہذیب و ثقافت</p> <p>۴۹ - کے اثرات</p>

علم و فنون کی ترویج و اشاعت میں خلفاء

کا کردار - ۵۰

اندلس میں علم و فنون کی ترقی کے محرکات - ۵۵

چونہا باب - اندلس میں عربی زبان و ادب کا ارتقاء ----- ۶۲ - ۸۲

اندلس میں عربی زبان و ادب کا ارتقاء - ۶۲

علم لغت میں اہل اندلس کا کردار - ۶۹

اہل اندلس کے مشق سے استفادے کی

توجہت محرکات اور چوٹی اور پانچویں

صدی ہجری کے بعض مشہور اشخاص

جو تحصیل علم کی خاطر مشق گئے - ۷۳

پانچواں باب - اندلس میں نثر نگاری اور اقسام نثر ----- ۸۴ - ۱۱۷

اندلس میں نثر نگاری اور اقسام نثر - ۸۴ اور ۸۶

اندلس کے مشہور علماء و ادباء

(چوٹی اور پانچویں صدی ہجری کے) - ۸۹

قصہ نویسی اور فن مقامات - ۱۱۱

فن خطابت - ۱۱۲

چھٹا باب - چوٹی اور پانچویں صدی ہجری کے چند

مشہور اندلسی علماء ادباء و انشاء پرداز اور

ان کی نثری خدمات اور نمونے ----- ۱۱۸ - ۱۵۷

۱۲۱ - ابن شہید

۱۲۳ - رسالة التواہج والتواہج

- رسالة التوايح والزوايح اور رسالة النفران کا موازنہ - ۱۲۶
- ابن زید بن - ۱۲۷
- عبد الطک بن ابی خصال - ۱۲۸
- ابن عبد رسہ - ۱۲۸
- المقد البغید - ۱۲۹
- فتح بن خاقان کا نثری نمونہ - ۱۳۵
- ابن مسلم کا نثری نمونہ - ۱۳۶
- ابن سیدہ کا نثری نمونہ - ۱۳۶
- اندلس نثر کی خصوصیات - ۱۴۷
- علم فلسفہ
- جوشی اور ہانچوین صدی ہجری میں مشرق و
- غرب کی عربی زبان و ادب پر خدمات
- کا موازنہ - ۱۴۹
- بدیع الزمان ہمدانی - ۱۵۰
- ابوکر خوانساری اور صاحب بن عباد - ۱۵۱
- ابن البصید - ۱۵۲
- قدامہ بن جعفر اور ابوالفرج اصفہانی - ۱۵۳
- کتاب الاغانی - ۱۵۴
- چند مزید علماء ادب کی تصانیف - ۱۵۵
- خاتمہ - ۱۵۶

بسم الله الرحمن الرحيم

"مقدمہ"

تاریخ عالم میں اندلس کی تاریخ ایک امتیازی اہمیت کی حامل ہے۔ ایک ایسا ملک جو متعدد بار غریبوں کی ہولناکیوں اور مظالم کا شکار ہوا اور جنس انسانی اخبار سے بھروسے کے ایسے علاقہ میں واقع ہو جس کے تین طرف سمندر کا لاشعاری سلسلہ اور ایک جانب ہیمٹاک اور دشوار گزار پہاڑ ہو۔ جب عربوں کے زیرِ اقتدار آیا تو اس نے عالمی تاریخ میں اپنا ایک بلند مقام تسلیم کروایا۔ کون سچا سکنا تھا کہ عرب کی صحرائیں جاہل بدو خانہ بدوش اور جنگجو قوم ایک فلسفہ نظام حیات لے کر آئے گی اور دنیا کے طول و عرض میں خدائی حاکمیت کا لوہا منوانے کی۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہوا ہے۔

عرب کے صحرائوں کی نظر جب اندلس کی زرخیزی اور وہاں کی رہائشی زمینوں کی برتری تو ملک چمکنے والی انہوں نے ہر طرح کے فنون سازشوں اور اندرونی و بیرونی ہتھیاروں کا قلع قمع کرتے ہوئے جہاں تین سمندرات و اختراعات میں گرانقدر اضافے کئے وہیں ایک ایسے ماحول کی تشکیل کی جو آج کے یورپ کی سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقیات کی بنیاد بنا۔ چشم فلک حیران ہے کہ خلافت و گمراہی کے عبق غار میں ڈھل ہوئی عرب کی یہ جاہل قوم اقوام عالم پر اپنے اعلیٰ نندن کے نقوش ثبت کرتے ہیں کیسے کامیاب ہو گئی۔ ان حقائق کا اعتراف خود مستشرقین (Orientalists) نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ گین نے اپنی کتاب میں یہ اعتراف کیا ہے کہ عربوں نے اندلس میں دوسریوں کے اندر خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے ایسا کام لیا اور تین زراعت کو وہ ترقی دی کہ اس ملک کی کامیابی گئی اور تجارت و زراعت نے وہ ترقی کی جس کی نظیر ملتی مشکل ہے۔ صرف وادی الکبیر کے سرسبز و شاداب کناروں پر بارہ ہزار نسلیں اور دیہات اس ملک کی خوشحالی اور

ترقی کا ثبوت دے رہے ہیں عربوں نے اشاعت اسلام میں جہر و اکراہ کی بجائے ترقیب و تحریک سے کام لیا اور خلفائے وقت نے ہمیشہ اپنی مصلحت و مابہ کے مذاہب و مہاید کی نگرانی کی۔ (۱)

مگر حائع کردہ زمانہ جس نے اندلس کی رقصت کو خاک میں ملا دیا بلکہ اس سے کئی قدم آگے بڑھ کر ان کے اصول مآثر جن سے ان کی عظمت و شوکت کی کرنیں پھوٹی تھیں خاکستر کر دیا۔ جیسا کہ عبدالحمید خلفاء الکھفے میں "ان الاندلس و فلسطین لشیدان راحمان من انشئہ الحد والعضمة والجلال ولن یس العرب والمسلمون قصة صریح الاندلس فی القدم ولا قصة صریح فلسطین فی الحدیث لأنعمایستان جب آن ملتت الیہما الضمیر الانسانی کیف تنس اجمالا من الکفاح والبطولة القصبة الیہما والعمل الثاق لخير الانسانية جماعاً وقویاً ثابۃ قضاها العرب فی الاندلس یومنون لواء الخسارة وینون روائع المہوان ویشجعون الفنون وینعمون بالملم ویتفانون فی ہمت النعمة فی قلب اویہا الجاهلة الشقة المحرومة المخذولة التي سرفت لجماد العرب ویدہم ثم جسدت فسلم وأنکرت ابادیم الیہم علی اویہا السکفة المحرومة یوذاک۔" (۲)

مختصراً یہ کہ اندلس اور فلسطین کہیں مسلمانوں کی عظمت شوکت اور رقصت کے روشن منار تھے جنہیں زمین ہوس تو کر دیا گیا لیکن اس کے بعد دو جلال کے نقوش محو نہیں کئے جاسکے۔ شجاعت و بہادری انبار و قریانی جہد مسلسل اور ہر ایک کے لئے عدل و مساوات کی داستان کے ساتھ ساتھ علم و فنون کی ترویج و اشاعت کے ذریعہ اہل وطن میں تابعدار روزگار پیدا کرنے کے علاوہ یورپ کو بھی وہ شع و فرزان عطا کئے جانے کی داستان یہ مثال ہے۔ جس پر پردہ ڈالنے کی یورپ نے ہمیشہ کوشش کی ہے۔ جبکہ وہ اندلس کے عربوں کے زمانہ میں بالکل نہیں دست تھا

(۱) Rise and Falls of the Roman Empires (Gaban - 6 - 346-366)

(۲) قصة الأدب - عبدالحمید خلفاء (۱ - ۱۲ و ۱۴)

انہیں اہل عرب کا احسان ملے ہوئے پہنچائے، ان کی احسان فراموشی ان کی بددیانتی کی کملی شہادت ہے۔

علم شعبہ ہائے زندگی میں اہالیانِ اندلس نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کا استقصاء ناممکن ہے کیونکہ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں تھا جہاں انہوں نے اپنے نقوش ثبت نہیں کئے ہوں گرجہ ان نقوش کو محو کر دینی کی حق القدر کوشش کی گئی کہیں تو ان کے ماتر کو نذر آتش کیا گیا اور کہیں نام نہاد مورخین کے ذریعہ ان کے تاریخی حقائق کو دلفنار کیا گیا۔

ایک اندلسی شاعر اندلس اور اہل اندلس پر ہونے وحشتناک مظالم پر ان الفاظ میں آنسو بہاتا ہے۔

و خان عمرو کان قد غرناہما • و نضرنا کرہا بصف و قسوة
و آحرف ما کانت لنا من صاحب • و خلطها بالزہل أو اللہیاسة
و کل کتاب کان من أمرہ یبنا • فی النار اللہہ بنصر و حقرة
و لم یترکوا انہما کتابا لمسلم • ولا صحفا یخلی بہ للقرأة (۱)

ابو الیقاض صالح بن شریف الرندی الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا اندلس پر مرتبہ جہاں اندلس کی تاریخ ہمیشہ کرتا ہے وہیں اقوام کے حقوق و زوال کے نعوس حقائق سے روشناس کراتا ہے۔ صالح بن شریف نے اس مرتبہ میں عسائی فاتحین کے وحشتناک مظالم اور مصلح و مظلوم مسلمانوں کے گرفتار حالات کی تصویر کشی کئے ہیں ہر سوز انداز میں کی۔ یہ مرتبہ کافی شہرت کا حامل ہے۔ ذیل میں اس کے چند اشعار ہمیشہ کرتا۔

لکل شیء اذا ملتم نقصان • فلا یضر مطیب المصیر انسان
فی الامر کما شاهدتہا دول • من سترہ زمن ساء فیہ ازمان

- آہن الطوک ذوالنجان من بین
- آئی علی الکل امر لا مردہ لہ
- وللحوادث سلوان مسئلہا
- دہی الجزیرۃ امر لا مزاء لہ
- أصابھا المصن فی الاسلام فارقت
- فکسل بالنسبۃ ما شان مرسۃ
- وآہن قرطۃ دارالمسلم فکم
- تہکی الحنیفۃ البیضاء من أسف
- علی دہار من الاسلام خالیۃ
- حمت المساجد قد صارت کنائس ما
- حتی المحارب تہکی وہی جامدۃ
- ولکہ الصیۃ أنست ما تقد معا
- کم مستغبت بنا المستغفلون وهم
- یارب ام وطفل حبل بمنعما
- لعل هنا یدوب القلب من کد
- وآہن منعم اکلیل و نجان
- حتی نضوا فكان اللقم ما کانوا
- وما لہا حل بالاسلام سلوان
- ہوی لہ أحد و انعدۃ نعلان
- حتی خلت منہ اقطار و بلدان
- وآہن شاطیۃ لم آہن حجان
- من عالم قد سافہا لہ شان
- کما یکی للفرق الألف ہیمان
- قد أنصرت ولہا بالکفر عمران
- فہن الإنوائس وصلبان
- حتی المناہر عری وہی عیدان
- وما لہا مع طول الدہر نسیان
- قتلی وأسرۃ لما یحترق انسان
- کما تفرق أرواح و ابدان
- ان کان فی القلب اسلام و ایمان (۱)

مذکورہ بالا مرثیہ جہان دل کے نہان خانوں میں جمع ہوئے کرب کی تصویر کشی کرتا ہے وہیں اندلس کی عظمت رفتہ کی یاد دلاتا ہے۔ اس مرثیہ کا مطلع جو تہجدی حیثیت رکھتا ہے اس میں دو نوک انداز میں قوموں کے عروج و زوال کے راز سے اس کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ پھر پچھلی قوموں کے حوالوں کے ذریعہ اس حقیقت کی توثیق بھی کر دی گئی ہے کہ کہان میں وہ قومیں جو کبھی کرہ ارض پر نہ تھیں پھر اُکری تھیں۔ ان سب پر قضا و قدر کے فیصلے نہت ہوئے اور بالآخر وہ مٹ گئیں۔ یہ محسوس نسی کا ایک انداز ہے لیکن پھر شاعر یہ کہتا

(۱) انوار الادب فی شرح ازہار العرب - ترتیب و تشریح محمد حفیظ الرحمان پٹنہ

ہے کہ تمام صائب وآلام پر امتداد زمانہ کے موہم تسلی بخشد ہے مین لیکن اسلام اور ملت اسلامیہ کے ساعد الدلر مین جو صائب وآلام کے ٹھہریلے پئے انھین بھلا یا نہین جاسکتا۔ پھر اس کے بعد جو بھی صائب ان پر آئے ان کا ذکر ہے۔

انیسویں صدی عیسوی ہی سے مشرقین کی ایک منظم فہم عربوں کے مآثر پر رسیج و تحقیق کا کلم کر رہی ہے۔ اکثر و بیشتر مشرقی محققین نے اپنے تحقیق کاموں مین علمی و تحقیقی خیانت کا ثبوت دیا ہے۔ اور انھین جہان بھی عربوں کے مآثر کو موقع ملا ہے دافدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

علامہ شبلی نے جرجی زیدان کی کتاب "التقدن الاسلامی" (۱) (جو اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ پر اختراہ و دریغ کوئی کا مجموعہ ہے) کا جواب لکھا ہے۔ اس مین انھوں مشرقین کی کارستانیوں کا جائزہ لیا ہے کہ کن کن پہلوؤں سے وہ عیب جہتی کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ شبلی نے دیں ذیل چار امور کی نشاندہی کی ہے۔ (۱) "مشرقین عداً مسلمانوں کے مآثر مین تحقیق کے وقت اختراہ و دریغ کوئی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (۲) کسی جزئی واقعہ کی قسم اس طرح سے کرتے ہیں کہ بالکلہ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت دافدار ہو جائے۔ (۳) نقل کرتے مین تحریف کرتے ہیں اور کسی دوسرے موقع کی بات کو کسی دوسری جگہ نقل کرتے ہیں۔ (۴) غرضکہ صادر سے دلائل پیش کرتے ہیں (۲)

اس مہم مین جرجی زیدان کے علاوہ ڈوزی کوٹلے اور مسولیمان وغیرہم پیش ہیں نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں نے جہان تک ممکن ہو سکا عربوں کے مآثر کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے ان کے علاوہ کچھ مشرقین اسے بھی مین جن پر بہت حد تک اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اسٹانی ہول اسٹیر اسکات وغیرہم پر اعتماد

(۱) جرجی زیدان نے بنو امیہ کے خلاف زہر افشانی کی ہے جس کا مدلل و مسکت جواب علامہ شبلی نے دیا ہے۔

(۲) الانتقاد علی کتاب التقدن الاسلامی لجرجی زیدان۔ شبلی نعمانی (۵) لکھنؤ

کہا جاسکتا ہے - تقریباً، نظم ہی مستشرق مورخین نے اندلس کی تاریخ کے ہر جز پر تصانیف لکھی ہیں -

مستشرق مورخین کے علاوہ خود عرب وغیر عرب مسلمانوں نے بھی اپنی مستقل تاریخ ترتیب دینے کا کلم کیا ہے اور ساتھ ہی کچھ محققین و مورخین نے اندلس کے باقی مادہ آثار جو مخطوطات کی شکل میں یورپ کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں ان کی تشریح و تحقیق اور تلخیص کے کلم کی طرف بھی توجہ دی ہے - مثال کے طور پر طبری کی کتاب " فتح الطیب " کی تحقیق کا کام ڈاکٹر احسان عباس نے کر کے بیروت سے شائع کروایا ہے - یہ عربوں کی قدیم تاریخ پر مفرد اور گرانقدر تصنیف ہے - طبری نے سابق مورخین کے حوالوں سے مستقل تاریخ پیش کی ہے - ابن سعید ابن حجازی ابن رشد ابن غالب ابن حبان لسان الدین ابن الخطیب فتح بن خاقان وغیرہم نے حوالے زیادہ ہیں -

اسی طرح ابن سعید کی کتاب " الضرب فی حلل الضرب " کا کام شوقی صیف نے اہتمام دیکر صریح سنہ ۱۹۵۳ء میں طبع کرایا ہے - ابن سعید کی یہ تصنیف چھٹی صدی ہجری کی ہے - طبری زیادہ تر ابن سعید کی اس کتاب کا حوالہ نقل کرتے ہیں - ابن سعید نے اپنی کتاب میں سابق مورخین کے حوالے درج کئے ہیں مثال کے طور پر احمد بن محمد بن موسیٰ (۱) کی " المسجب " ابن غالب کی " فرجة الانفس " - ابن حبان (۲) کی " القنہس " رقیق قہروانی (۳) کی " تاریخ المرقیة والطرب " - ابن حنم (۴) کی " نقط المروس فی تواریخ الخلفاء " طلمی (۵) کی

(۱) ضوفی سنہ ۲۳۳ھ (۲) چھٹی صدی ہجری کے ہیں

(۳) ضوفی سنہ ۲۶۹ھ

(۴) چوتھی صدی ہجری کے مروج ہیں

(۵) ضوفی سنہ ۲۵۶ھ (۶) ضوفی سنہ ۶۱۹ھ

" تاریخ غرناطہ " ابن الفرضی (۱) کی " تاریخ علماء الاندلس " - حمیدی (۲) کی جذرۃ القنبر " اور " تراجم علماء الاندلس " اور ابن بشکوال کی " الصلة " وغیرہ کے حوالے سے ابن سعد کی یہ کتاب مزین ہے -

مذکورہ بالا کتب میں سے کچھ کتابیں ایڈٹ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں - مثال کے طور پر ابن الفرضی کی کتاب " تاریخ علماء الاندلس " کی تحقیق و تعلق سعد عزت عطاری نے کی ہے اور اسے مصر سے سنہ ۱۹۵۲ء میں طبع کرایا ہے - اسی طرح ابن حبان کی " القنبر " کی تحقیق الیاب لمنشور نے کر کے سنہ ۱۹۲۷ء میں شائع کیا ہے - اور ابن عبد ربہ کی " العقد الفرید " کی تحقیق و تفسیر کا کام مصر کے تین بلند پایہ محققین نے انجام دیا ہے - ان کے نام بالترتیب احمد امین احمد الزین اور ابراہیم الیماری ہیں -

اس کے علاوہ اس موضوع پر بھی زبانوں میں جو کام ہوا اس کے تراجم کا اہتمام بھی عربوں نے کیا ہے مثلاً ڈوزی کی کتاب کا ترجمہ ڈاکٹر حسن حبشی جمال محرز اور مختار عبادی نے ملکر " تاریخ مسلمی اسپانیا " کے نام سے کیا ہے - ہسپانوی زبان سے حسین مونیر نے آنخل خیمشالت پالشا کی کتاب کا ترجمہ عربی میں " تاریخ الفکر الاندلسی " کے نام سے کیا ہے جو اس موضوع پر نہایت ہی مستند کتاب مانی جاتی ہے - اور رینولد نکلسن کی کتاب کا عربی ترجمہ ڈاکٹر صفاء خلوص نے " تاریخ العرب الأدبی " کے نام سے سنہ ۱۹۷۰ء میں طبع کرایا ہے -

اسی طرح جدید دور کے بعض محققین و مورخین نے اندلس کے کئی جزیر (سیاسی سماجی معاشی علمی و فنون اور ادب) یا اندلس پر مکمل مستند تصانیف شائع کی ہیں - مثال کے طور پر عبد المدیم خفاجہ کی " قصة الادب فی الاندلس " جو دت رکابی کی " فی الادب الاندلسی " میں تاریخ کی " تاریخ الادب

(۱) ضوفی سنہ ۲۰۰ھ

(۲) ضوفی سنہ ۲۸۸ھ

المصرى ج ۲ - ڈاکٹر احسان عباس کی " تاریخ الادب الاسلامی " پہلی جہ کی " تاریخ الفیہ والنقد فی الادب المصری " موسیٰ سلیمان کی " القصر عند العرب " سعد زکلول کی " تاریخ العرب المصری " احمد امین کی " ظہور الاسلام ج ۲ وغیرہ کتب مستند مراجع میں شمار کی جاتی ہیں ۔

خود پروفیسر ہندو پاک میں بہت سارے مورخین و مصنفین نے اندلس کی تاریخ کو اپنا موضوع بنایا اور اندلس کی تاریخ پر کراؤنڈر کتابیں غالب کیں ۔ مثال کے طور پر علامہ شبلی نعمانی کے مرتب کردہ " تاریخ کے خاکہ " پروفیسر سلیمان ندوی نے اس کی تاریخ کا احاطہ کیا ہے ۔ اسی طرح ریاست علی ندوی " نواب ذوالقادر جند" عبد القوی ضیاء " اور بالکل موجودہ دور کے بعض محققین میں ڈاکٹر اشفاق احمد ندوی اور میرے رفیق استاذ جناب ڈاکٹر ظہور الحق صاحب نے بھی اندلس کی تاریخ کے بعض اجزاء پر کتابیں لکھی ہیں ۔ ڈاکٹر ظہور الحق صاحب جو میرے مشرف بھی ہیں ان کی تصانیف خدمات سے استفادے کے علاوہ بذات خود تاریخ اندلس پر ان کی گہری بصورت سے مستفید ہونے کا موقع ملا ۔

یہ ان مراجع و مصادر میں سے چند نمائندہ کتابیں ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے اس موضوع پر یہ شمار کتابیں تنفیذ کی حاجت کی ہیں اور اب بھی اس پر مستقل کام ہو رہا ہے ۔

اندلس جوینی اور پانچویں صدی ہجری میں متعدد مراحل سے دوچار ہوا جوینی صدی ہجری کی ابتدا " ایک درخشاں باب کی حیثیت سے ہوئی ۔ عبدالرحمان ناسر نے زوال پذیر اقتدار کو استحکام بخشا اور وہ کارہائے نمایاں انجام دیں جو سابق حکمرانوں کی کوتاہیوں کی تلافی کرتے ہیں اور اندلس کو ہر میدان میں وہ مقام بلند بخشا کہ وقت کی دشمن طاقتیں دوستی کا ہاتھ دراز کرتے پر بھیہر ہو گئیں علم و فنون تجارت و زراعت ملکی نظم و انتظام سیاست و معیشت اور طباطبائی خوشحالی

وتاریخ الہالی کے ساتھ ساتھ بلا لحاظ مذہب و ملت دل و مساوات کو وہ عروج بخشا کہ جس کی نظر عہد اسلامی (۱) کے علاوہ نہیں دی جاسکتی۔ علم و معارف کی ترویج و اشاعت میں اس نے قابلِ کردار ادا کیا ہے۔ اگرچہ اس کی داغ بیل عہد الرحمان الداخل ہی کے زوابع میں بڑچکی تھی اور وقتاً فوقتاً هشام اور عہد الرحمان ثانی نے اپنی عریں نظرت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اسے استحکام بخشا تھا لیکن مدارس اور جامعات اور ہیکل لائبریریوں اور علماء و فضلاء ادباء و انشاء پردازوں کی پذیرائی کے لاشعاری سلسلے نے سابق حکمرانوں کی کاوشوں کو بچھے چھوڑ دیا۔ عہد الرحمان نے اپنے پچاس سالہ دور اقتدار میں اندلس کے علم و معارف تہذیب و تمدن کو تریا کا کھ مقابل بنادیا۔ اس کے بعد حکم ثانی نے اپنے سولہ سالہ دور خلافت میں علم و معارف جہان بینی اور جہان پائی کے روشن نقوش جو اپنے باپ سے رونق میں پائے تھے ان میں چارچاند لگا دیئے۔ ان دونوں باپ بیٹوں نے اندلس کو رست کے جس قلم پر پہنچایا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب بھی اندلس کا سورج غروب نہیں ہوگا۔ لیکن بد قسمتی سے حکم کو لائق جانشین نہیں مل سکا جس کی بنا پر اندلس کی سیاست کھوکھلی ہونے لگی۔ هشام کا صاحبِ منصوبہ جو عملاً آمر مطلق بن بیٹھا تھا خود بھی عالم تھا اور علماء و فضلاء کی قدر دانی بھی سابق حکمرانوں کی طرح کرتا تھا اس نے پچھلی روایات کو برقرار رکھنے کی حق الامکان کوشش کی اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی رہا۔ علم و فنون کی سرپرستی میں اس نے بھی بڑا مؤثر رول ادا کیا۔

عہد الرحمان الداخل نے ناممکن کو ممکن بنا کر اندلس میں اپنا اقتدار قائم کیا اور ایک نئی تاریخ داغ بیل ڈالی۔

عہد الرحمان ناصر نے ملک کو طوائف الطوائف کے شکنجے سے آزاد کر کے گویا اندلس کی اموی اقتدار کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ اگرچہ حکم کے بعد (۱) عہد اسلامی میں خلفاء راشدین کے دور خلافت کی نظر نہیں مل سکتی لیکن یہی سحر سے ترقی کے اس دور میں عہد الرحمان ناصر نے جو کارنامے انجام دیئے تاریخ عالم اس کی نظر ہمیشہ کرتے سے قاصر ہے۔

مرکز کی طاقت کا شعراۓ پھر سے بکھڑا شروع ہوگا تھا لیکن ان قابل قدر خلفاء کے ہونے ہونے سے تقریباً دو صدیوں تک اپنے اثرات ظاہر کئے۔ منصور کے بعد اندلس مکمل طور سے طوائف الملوک کا شکار ہو گیا۔ پانچویں صدی ہجری میں اندلس سیاسی و سماجی انتشار کا شکار رہا لیکن تاریخ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ملوک الطوائف نے جہاں آپسی جھگڑیں اور ریشہ دوانیوں کے ذریعہ ایک دوسرے کو ہڑپ کر لینے کی کوشش کی وہیں اندلس کی سابقہ روایات کو برقرار رکھنے ہونے علم و ادب کی سرپرستی میں سابقہ و ظاہر کی روش اختیار کی۔ یہی وجہ ہے کہ عہد طوائف الملوک میں بھی بہت ہی قابل قدر تصانیف وجود میں آئیں۔ ان ملوک میں کے اکثر و بیشتر خود بلند پایہ علماء و ادباء میں شمار کئے جاتے تھے۔ چنانچہ جہاں انہوں نے علماء و ادباء کی پذیرائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا وہیں علم و ادب پر خود سے کتابیں بھی تصنیف کیں۔

مواظفہ اندلس میں چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے نثری سرمایہ سے متعلق ہے۔ میں نے مقالہ کو ترتیب دینے میں سابق محققین کے تسبیح کو اپنایا ہے۔ اصل موضوع سے متعلق جننے بھی لواحق و لوازمات ہوسکتے تھے انہیں حتی الامکان مستند حوالوں سے جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں میں نے اس مقالہ کو چند ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) پہلا باب - اندلس کی وجہ تسمیہ جغرافیہ آب و ہوا رقبہ اور کچھ مخصوص شہروں کے مختصر تعارف پر مشتمل ہے۔

(۲) دوسرا باب - اندلس کے قدم باشندوں عربوں سے قبل اندلس کی ماضیاتی حالت عربوں کی آمد کے اسباب نووارد قبائل کے افراد کی آمد اور ان کی آباد کاری اور ولایت اندلس کے متعلق بھی مختصر تاریخ پیش کی گئی ہے۔

(۳) تیسرا باب - اندلس ایک آزاد اور مختار سلطنت ملوک الطوائف اور علم و فنون کی ترویج و اشاعت میں خلفاء و سلاطین کے کردار پر ایک نظر۔

(۲) جوہا باب - جوہی زبان و ادب کا ارتقاء اور علم لغت میں اہل اندلس کا کردار اہل اندلس کے مشرق سے استفادے کی نوعیت محرکات اور بعض ان اشخاص کا ذکر جو استفادے کی غرض سے مشرق گئے -

(۵) پانچواں باب - اندلس میں نثر نگاری اندلس کے مشہور علماء و ادباء قصہ نویسی اور فن مقامات میں خطابت -

(۶) چھٹا باب - جوہی اور پانچویں صدی ہجری کے بعض مشہور علماء ادباء اشعار پرداز کی خدمات اور ان کے نثری نمونے علم فلسفہ اور مشرق و مغرب کے مآثر کا ایک مختصر جائزہ -

مظاہران ایواب کی تقسیم سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے اور دوسرے باب کا اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں لیکن میں نے ان دونوں ایواب التزام اسلئے کیا ہے تاکہ اصل موضوع پر جو کچھ تحریر کیا جائے گا اسے سمجھنے میں آسانی ہو سکے - نیز یہ کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ جوہی نثری کاوشیں اندلس میں ظہور پذیر ہونے پر جو پ کے دور افتادہ ملک میں استحکام کی اس منزل کو کیونکر پاس کریں اور وہ کیا محرکات تھے کہ اہل اندلس نے عربوں کے زیر نگین رہتے ہوئے انہیں انہیں ہرمیدان میں استحکام بخشنے کے لئے دست تعاون دراز کیا - اس ضمن میں اندلس کی وجہ تسمیہ قدیم اندلس کی ماضی و سیاسی حالت آب و ہوا بعض مشہور شہروں کی خصوصیات عربوں کی آمد کے اسباب اور ان کا اندلس کی تعمیر و ترقی میں کردار جیسے مباحث آئیں گے -

میں نے مقالے کے اصل موضوع کے ساند لواحق و کلا جو ذکر کیا ہے یہ سابق محققین و مورخین کے نہج تحقیق و تصنیف سے الگ نہیں ہے - کیونکہ اکثر و بیشتر مصنفین نے اصل موضوع کے ساند لواحق و سوابق کا احاطہ اسی غرض سے کیا ہے تاکہ موضوع سے متعلق تمام احوال و کوائف کا ذکر کر کے موضوع کا حق ادا کیا

جاسکے ۔ مثال کے طور پر عہد النعم خواجه کی کتاب " قصۃ الادب فی الادلس " آنخل جنشالت بالشیبا کی کتاب " تاریخ الفکر الادلسی " سہلی بیوی کی " تاریخ القصة والنقد فی الادب العربی " عرو فریح کی " تاریخ الادب العربی " ڈاکٹر احسان عباس کی " تاریخ الادب الادلسی " مصطفی صادق راسی کی " تاریخ آداب العرب " ابراہیم ابوالخشب کی " تاریخ الادب العربی " اور ریٹولڈ ٹکلسن کی " تاریخ العرب الادبی " وغیرہ میں بھی ادا زاپنا لکھا ہے ۔

ادلس سے متعلق قدیم مراجع میں طبری کی کتاب " نفع الطب " سب سے زیادہ کارآمد کتاب ہے ۔ لیکن اس کتاب سے استفادے میں محقق کو اب بھی بہت ساری دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ مثال کے طور پر ایک موضوع سے متعلق ایک ہی جگہ نظم مواد اکٹھا ہونے کی بجائے کتاب میں جاہجا پھلا ہوا ہے جس سے کہ محقق کو کوئی خاص چیز تلاش کرنے میں دشواری ہوتی ہے ۔ کچھ اس کی تحقیق و تعلق کا کلم ڈاکٹر احسان عباس نے کہا ہے لیکن ابھی مزید ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی ترتیب اس طرح کی جائے کہ ایک موضوع سے متعلق تمام چیزیں یکجا ہو جائیں ۔

ابن سعید ابن الفرض ابن حمان اور ابن خالان وغیرہ کی کتابیں بھی تحقیق و تصحیح کے بعد شائع ہو چکی ہیں لیکن یہ چونکہ بالکل شروع کے ادوار کی ہیں اور بعض تو بالکل مہمل ہیں اسلئے وہ زیادہ سودمند ثابت نہیں ہو سکتے ۔

قدیم عربی زبان و ادب پر ریسرچ و تحقیق کے کلم میں خصوصاً ہندوستانی ریسرچ اسکالرز کیلئے بڑی پیچیدگیاں ہیں ۔ ان پیچیدگیوں کی بنا پر ریسرچ و تحقیق کا کلم کا حقہ ادا نہیں ہو سکتا ۔ یہی پیچیدگیاں عربی راہ میں بھی مزاحم رہیں جن کی بنا پر میں اس قابل نہیں ہو سکتا کہ اصلی مصادر تک رسائی حاصل کر کے اس موضوع میں قابل قدر اضافہ کر سکوں ۔ البتہ میں نے اتنا ضرور کیا ہے کہ جہاں تک

میں ہوسکا قدم مآخذ کی طرف رجوع کیا ہے اور موضوع سے متعلق تمام چیزیں یکجا کر دینے کی کوشش کی ہے۔

میں اس مقالے کے موضوع "چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے ادب میں عربی نثر کے اہم نکات" (Main Aspects of Arabic Prose during 4th and 5th centuries in Spain)

میں اس قدر وسعت تھی کہ نثری کے ساتھ ساتھ تاریخ، جغرافیہ، فقہ، حدیث، تفسیر، نحو، لغت، خطبے، قصص و مقامات اور فلسفہ وغیرہ پر جو نثری کاوشیں کی گئی ہیں انہیں بھی داخل کیا جاسکتا تھا اس لیے میں نے ادب، دانش، پردازوں کے ساتھ ساتھ دیگر تمام علم و علم کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک دوسری حتمیت سے بعض خالص علمی نثری مآثر بھی اپنے اندر خالص ادبیت کا پہلو رکھنے کی بنا پر بہترین ادبی تصانیف شمار کی جاتی ہیں۔ اسی بنا پر میں نے خالص علمی کتابوں کے نثری التفاسات بھی پیش کئے ہیں جو رائج الوقت اسلوب نگارش کے لحاظ ہیں۔

بعض اہم عام تاریخی حقائق جن کا ذکر تمام ہی مورخین کرتے ہیں ان کے متعلق میں نے ہر جگہ حوالوں کا التزام نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کی چیزیں بلا وقت ہر تاریخ کی کتاب میں مل سکتی ہیں۔

مقالہ کے آخر میں ان دونوں صدیوں میں مشرق و مغرب کے نثری مآثر کا ایک مختصر سا جائزہ بھی لینے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں میں استاد محترم اور جروانز جناب ڈاکٹر ظہیر الحق صاحب کی بے لوث شفقت کا احسان مند ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کر کے مجھے وہ حوصلہ بخشا کہ میں یہ مقالہ لکھنے کے قابل ہوسکا۔ یہ استاد محترم ہی کا احسان ہے کہ ان کی ہمت افزائی نے میرا حوصلہ قائم رکھا اور آخر وقت تک میری رہنمائی میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ استاد محترم سے مجھے

اور آنے والی نسلوں کو فائدہ پر استفادے کا موقع عنایت فرمائیے آمین -
 میں اس موقع سے استاذ محترم اور صدر شعبہ عربی جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد
 راشد ندوی صاحب کا بھی احسان ملا ہوں جنہوں نے ہم عربی مدارس کے طلبہ
 کیلئے مزید تعلیم کے حصول کے مواقع فراہم کئے اور مستقل اس بات کیلئے کوشاں
 رہے کہ ہم طلباء کو کس طرح بہتر تیار بنیں فوائد حاصل ہو سکیں -

اگر میں استاذ محترم جناب ڈاکٹر محمد الہاری صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں تو
 یہ احسان فراموش ہوگی گرجہ میں اپنی کوشاںوں کی بنا پر استاذ محترم سے
 زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکا لیکن محترم نے جہاں - موقع ملا میری رہنمائی میں کوئی
 دقیقہ فریگزداشت نہیں کیا ہے - اصول اور ہیج تحقیق کے رہنما خطوط آپ ہی کی
 دین -

میں اس موقع سے اگر اپنے والدین اور بڑے بھائیوں کا ذکر نہ کروں تو یہ بھی
 احسان فراموش ہوگی جن کی یہ لوت محبت ایثار اور نالہ نیم شبی کے انوار نے مجھے
 اس ظلم پر کھڑا کیا ورنہ نا - مسافہ حالات کے بد و جزر جو متعدد بار آئے مجھے بہا
 لے گئے تھے - اللہ تعالیٰ ان تمام کو اجر عظیم سے نوازے اور مجھے اس بات کی توفیق
 عنایت فرمائے کہ میں کچھ خدمت کر سکوں -

میرا یہ مقالہ اگر کسی قابل ہے تو اس کا سارا سہرا مذکورہ بالا ہستیوں کی طرف
 جاتا ہے اور اگر اس میں کوئی نقص ہے تو یہ میری اپنی کوشاں اور ناصاف
 حالات کی بنا پر ہے - ریسرچ و تحقیق کے باب میں یہ میرا پہلا قدم تھا جو میرے
 نذر ہو گیا - اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آئندہ اس سے بہتر کرنے کی استطاعت بخشے
 آمین -

محمد

محمد احمد

۱۹۹۰ - ۱ - ۲۵

۱۸۰ عثمانیہ اہر

ایس ایس ہال (نارتھ)

اے - ایم - یو - طسنگڑہ

پہلا باب

اندلس کی وجہ تسمیہ، جغرافیہ، آب و ہوا، رقبہ اور کچھ مشہور شہروں کی خصوصیات۔

پہلا باب

اندلس کی وجہ تسمیہ

اندلس کے نام سے متعلق محققین اور مورخین نے متعدد اقوال پیش کئے ہیں۔ میں تفصیل میں جمائع پندر جند اقوال پر اکتفا کروں گا۔

(۱) اندلس اندر لوشیا سے ماخوذ ہے۔ اسلئے یہ "فاند لوشیا" تھا جس میں نمبر واقع ہونے ہونے اندلس تک پہنچا۔ "فاند لوشیا" فندال قوم کی طرف منسوب ہے۔ یہ پہری قوم تھی جو اس ملک میں پانچویں صدی عیسوی قبل مسیح اندلس میں آکر آباد ہوئی تھی^(۱)۔

مقری نے ابن سعد کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اندلس کا نام "آندلس بن طہال بن یافث بن نوح" کے نام پر پڑا ہے۔ جس طرح کہ "سبتہ" کا نام آندلس بن طہال کے بھائی سبت بن یافث کے نام پر ہے۔ اہل عرب کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ عربی زبان کی ساخت کو ہر ممکن برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (۲)

ابن غالب (۳) کے قول کے مطابق یہ نام "آندلس بن یافث" کے نام پر ہے۔ (۴)

-
- (۱) قصۃ الآداب فی الآندلس - عبد المنعم خلفہ (۱-۲۲)۔
 - (۲) نفع الطبیب من فہن الآندلس الرطب - احمد بن محمد المقرئ التلمسانی - تحقیق الدكتور احسان عباس (۱-۱۲۵) بیروت سنہ ۱۹۶۸۔
 - (۳) ابن غالب نے چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی۔ ان کی تصنیف کا نام "فرحة الأنفس" ہے۔
 - (۴) بحوالہ نفع الطبیب (۱-۱۲۵)۔

اندلس کی وجہ تسمیہ سے متعلق جو بات زیادہ قریں قیاس معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ حرمانی قوم جب یہاں آئی تو اس جزیرہ کو "واندال" (VANDAL) یا "واندلس" (VANDALUS) کہا۔ یہی نام عربوں کی آمد کے بعد تندر اور پھر اندلس بنا۔ حرمانیوں نے رومیوں کی ہراگدگی اور انتشار کے بعد اندلس کے جنوبی حصہ ہائیٹیکا (BAETICA) پر قبضہ کیا چونکہ اس قبضہ پر وندال کے قدم چمے ہوئے تھے اسوجہ سے فاتح نے اسے واندیشہ کہہ کر ہٹا دیا اور پھر عربوں نے جب سب سے پہلے اندلس کے جنوبی حصہ پر قبضہ کیا تو چونکہ وہ واندیشہ ہی کہلاتا تھا لہذا وہ اسے تھوڑے سے تغیر کے بعد اندلس کہنے لگے۔ مگر بعد میں جسے فتوحات کا سلسلہ دراز ہوتا گیا تو کل لاکھ حصہ اندلس ہی کہلانے لگا حتیٰ کہ اس میں ہرتگال کا حصہ بھی شامل تھا۔

آجکل یہ ملک اسپین کے نام سے جانا جاتا ہے اور ہرتگال جو کبھی اسی ملک کا ایک حصہ تھا موجودہ دور میں ایک الگ ملک کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

اسپین کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ "اشبان" سے ماخوذ ہے۔ جو روم کا بادشاہ تھا اور جس نے اشبیلیہ شہر کو آباد کیا۔ (۱)

اشبان کے تعلق سے مرقی نے ابن حیان (۲) کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا گزر سرزمین اسپین میں اشبان نامی شخص کے پاس سے ہوا جو کعبہ حوت رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ رک گئے اور فرمایا کہ تم تو بڑی قسمت والے ہو تمہیں مستقبل میں امارت ملے گی۔ پس جب تم غالب آجانا تو انہما^{طیہ} کی ذریت کی رفاقت اختیار کرنا۔ اس پر اشبان نے کہا کہ کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ میری قسمت میں یہ سب کچھان میں تو کمزور و ناتوان ٹھہرا ہوں جسے

(۱) قصۃ الآداب - (۱-۲۴)

(۲) متوفی سنہ ۲۶۹ھ ابن حیان کی تالیف کا نام "المقتصر" ہے۔

کو اقتدار سمجھ کر سب ہوگا۔ حضرت خضرؑ فرمایا کہ یہ تو تمہاری قسمت میں ہے۔
دراپنی سولہوی ہوئی اٹھیا کی طرف دیکھو جب اشیان نے اپنی لاشیں میں کوئیلین
بھری ہوئی دیکھیں تو اس نشانی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اس اثنا میں حضرت
خضر جاکے تھے۔ بعد میں حضرت خضر کی پیشین گوئی صادق آئی اور اشیان کو
اقتدار مل گیا۔ ان کی مدت بادشاہت بیس سال رہی۔ اشیان کے بعد اشیانین
کا اقتدار ۵۵ بادشاہوں کے ہاتھوں میں رہا۔ (۱) اسی مناسبت سے اس کا نام
اسپین بھی پڑا۔

قدیم اندلس کا رقبہ اور آب و ہوا

اندلس اپنے جغرافیائی اعتبار سے ایک جزیرہ نما کی حیثیت رکھتا ہے۔
یورپ کا یہ حصہ ملکہ جبلہ رینائون سے آراستہ ہے۔ اس میں ندیاں نہریں
ہدنیات سے پر پہاڑ اور دریا بہت بڑے ہیں۔ اس کے تین طرف بحر ذخار
ہیں اور ایک طرف فرانس سے جدا کرنے والے پائریس پہاڑوں کے سلسلے جن کے قدرتی
دریے اور کوہیں اسپین کو فرانس سے ملاتی ہیں۔ اس کے جنوب میں بحر زقاق
مشرق میں بحر متوسط مغرب میں بحر محیط اور شمال میں پائریس پہاڑ ہیں۔

اندلس کے رقبہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ مشہور مورخ مسعودی کے
بقول پورا اندلس دو ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ اس میں تقریباً چالیس شہر
آباد ہیں۔ اسی سے ملتا جلتا قول ابن السمع (۲) کا ہے کہ آریونہ سے آشونہ (۳)
تک ساٹھ دنوں کی مسافت ہے۔ (۴)

-
- (۱) البروس المطار بحوالہ نفع الطیب (۱-۱۲۷)۔
 - (۲) ابو یحییٰ السمع بن عیسیٰ بن عیسیٰ صاحب کتاب "المغرب فی آداب المغرب" بحوالہ نفع الطیب (۱-۱۲۷) متوفی سنہ ۵۷۵ھ۔
 - (۳) آریونہ اندلس کا مشرقی کنارہ ہے جسے عربوں نے سب سے آخر میں فتح کیا تھا اور
آشونہ آج کے پرتگال کی راجدھانی ہے۔ بحوالہ نفع الطیب (۱-۱۲۷)۔

مقری نے تمام اقوال میں موازنہ کرکے ایک آرجح قول پیش کیا ہے وہ یہ کہ
ایکدام شہسوار کہلے ہوئے اندلس کی مسافت ڈیڑھ ماہ کے برابر ہے - (۱)

ابن سعید اندلس کی تصرف میں لکھتے ہیں " آنما جزیرۃ لا قد آخذت
بہا البحار فأکثرت فیہا الغصب والعساة من کل جهة فبقی مسافرت من
مدینة الی مدینة لا تکان تنقطع من العساة ما بین قری وماء ومزارع والصحاری
بہا معدومة -"

اندلس اپنے حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا - قدرتی لحاظ سے اندلس
کا محل وقوع ایسا ہے کہ تمام عالم کی نگاہیں اس کی زرخیزی و سرسبزی و شادابی پر
لگی ہوئی تھیں - جب جب جس قوم نے موقع پایا اس کے سمندر زاروں کو تاراج کیا
مورزاروں کو لوٹا - اندلس اپنے قدرتی عطیات اور حسن و دلچسپی کی وجہ سے سب
کی نگاہوں کا مرکز و محور تصور کیا جاتا تھا - عربوں کے قدم جب وہاں پہنچے تو
انہوں نے اس کے حسن و جمال میں جار جاند لگا دیئے - ایک تو عربوں کا ذوق
جمال اور اس پر قدرت کی مفت عطیات نے اندلس کو شہرت و ناموری کے آسمان تک
پہنچا دیا - ابن الحمارة کا قول ہے -

لاحت قراھا بین خضرة آہکھا • کالدر بین زہر جد مکنون (۲)

ابن سفر المرینی کا اندلس پر قصیدہ کافی اہمیت کا حامل ہے -
فی آرس اندلس تلقد نعماء • دلا یفارق فیہا القلب سرا •
ولیس فی غیرھا بالمیش منتفع • ولا تقم بحق الانس صحبا •
وآمین بعدل عن آرس نعمت بها • علی الدائمة آموات وآلہا •

(۱) ایضاً

(۲) بحوالہ نفع الطبیب ج ۱ ص ۲۰۵

(۳) آہکھا وقصۃ الآدب فی الآندلس ج ۱ ص ۱۱۴ - ۱۱۸

• کیف لا یسمع الآصار لرویتها • وکل روس بها فی الوحی صماء
• آتھا رھا نغمة والسک نریتھا • والخز روضھا والذر حصاء
آگے چلکر اس قصیدہ میں کہتا ہے -

• دارت علیھا نطالا آہر خفت • • وجداً بها اذ انبتت وہی حسنا
• لذلک بینم فیھا الزھر من العرب • • والطنبر یشد و ولأعضان اسفنا
• فیھا خلعت عذاری ما بها عوس • • ففی الرھاس وکل الارس صحراء (۱)

مختصر یہ کہ اندلس ایک ایسا ملک ہے جہاں ایک بار رہنے کے بعد اور اس کی
جاشنی محسوس کرنے کے بعد یہ کہے ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کو چھوڑ کر چلا
جائے - یہ ملک ایسا ہے جہاں ہر طرف سرسبزی و شادابی نہریں ہارک باغات
اور اس میں چھ جہانئے ہر طرح دلوں کو فرحت اور سرور بخشنے میں جہاں کی
مٹی سونے کے مانند ہے اور نہریں چاندی کی مانند ہیں ملک فوجنت ہے اس کے
مقابلے میں نطلم جہنم صحرا کی مانند ہیں -

یہی وجہ ہے کہ اندلس جذبہ وطنیت سے سرشار تھے - عبدالمعصم خلفاء
نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ یہ کہ کسی وزیر نے ایک ادیب کو
مراکش منتقل ہونے اور وہاں پر رہائش اختیار کرنے کی دعوت دی تو اس ادیب نے
انکار کر دیا اور لکھ دیا کہ "کیف الفارق الاندلس! وقد علم متیدی آتھا جفا
الدنیا بما حباھا اللہ من اعتدال الهواء و عذوبة الماء و کثافة الأنهار و ان
الانسان لا یمشی فیھا بین قرة عین و قرار نفس أفق صقل یسطح مدیح و ماء
سائح و طائر مترنم • کیف یعدل الادیب عن أرض علی هذه الصفة " (۲)

(۱) بحوالہ فتح الطیب ج ۱ ص ۲۰۹ - ۲۱۰

(۲) قصة الأدب ج ۱ ص ۱۱۶

ابن سعید نے بھی اندلس کا وسیع ممالک سے موازنہ پیش کیا ہے۔ "مذ
خروج من جزيرة الأندلس طفت في برا المدوة ورأيت مدنها المظيمة كبراكش
وفاس وسلا وسجة ثم طفت في الفريجة وما جاورها من الضرب الأوسط فرأيت
بهاجة وتونس ثم دخلت الدبار الصرية فرأيت الاسكندرية والقاهرة والفسطاط
ثم دخلت الشام فرأيت دمشق وحلب وما بينهما - لم أرها مثله رونق الأندلس
في مياهها وأشجارها الا مدينة فاس بالمغرب الأقصى ومدينة دمشق بالشام
وفي حماة نسخة اندلسية ولم أرها مثلهما في حسن البناء والتشييد والتضيق الا
ماشيد بمراكش في دولة بني عبد المؤمن وبعض أماكن في تونس۔" (۱)

الفرس اندلس جیسا ملک اپنی دلگیری اور حسن و جمال کے لحاظ سے ماز
نظر آتا ہے۔ ابن سعید نے دور دراز کے ممالک کی سیاحت کا حوالہ دیتے ہوئے
لکھا ہے کہ قدرتی حسن و جمال کے علاوہ اس میں فن تعمیر و اختراع کے نمونے بھی
امتازی شان رکھتے ہیں۔

اندلس کے بعض مشہور شہر اور انکی خصوصیات

غرناطہ۔ اندلس کے مشہور شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ بعض مورخین
اسے افرناطہ کہتے ہیں۔ اندلس میں غرناطہ کی بھی وہی حیثیت تھی جو دمشق
میں دمشق کی تھی۔ اس کی تزیین و آرائش اور تعمیرات کے حسن کے ساتھ ساتھ
قدرتی حسن کے بعض بہا خزینوں کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ اندلس جب عربوں
کے زیر اقتدار آیا تو اس کے بعد مختلف زمانوں میں غرناطہ کو دارالحکومت ہونے
کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یوں تو ہوا اندلس جنت ارضی کا ایک زندہ نمونہ تھا
اس میں غرناطہ کا مقام متمیز کرنے کے لئے مورخین کے اقوال اور اس دور کے شعراء
کے اشعار ذیل میں دیے ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غرناطہ کی اہمیت

اس قدر کہیں تھی۔ شغندی کے بقول غرناطہ اندلس ما دانشق ہے۔" (۱) غرناطہ کے سلسلہ میں کسی شاعر کا یہ قول حقیقت کی نقاب کشائی کرتا ہے۔
 غرناطہ مالعا نظیر • ما صرما الشام ما المراق
 ماہی الا المروس تجلی • وعلک من جملة المداق (۲)

یعنی یہ کہ یہ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ غرناطہ کی نظیر یا اس کا مقابل بننے والے ترقی یافتہ ممالک میں بھی نہیں ہے۔

غرناطہ قدرتی دلفریبی اور حسن و جمال کے علاوہ علم و فنون اور صارف کا مرکز بھی تھا۔ چونکہ اس کو دارالخلافت ہونے کا شرف بھی حاصل رہا ہے اور امراء و سلاطین علم و صارف اور علم و فضلہ کے قدردان بھی تھے اسلئے وہاں ایسے ہی لوگوں کی پذیرائی ہوتی تھی جو علم و فنون میں طاق ہوں یا پھر تحصیل علم کا جذبہ رکھتے ہوں۔ مدارس جامعات اور ہلک لائبریریوں کی بکثرت تھیں۔

سرقسطہ۔ سرقسطہ کے سلسلہ میں موری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ اس کی بنیاد حضرت صبح علیہ السلام کی پیدائش سے قبل تیسروں نے ڈالی تھی۔ (۳) یہاں کی ایک نہرو جس کا نام "جلق" ہے اندلس میں بہت مشہور ہے ایک روایت ہے کہ موسیٰ بن نصیر نے جب اس نہر سے پانی پیا تو کہا کہ ایسا پانی پونے اندلس میں کہیں پہنچے کو نہیں ملا۔ اس کا صاف و شفاف پانی موری رگون میں آب حیات بن کر دوڑا ہے۔

(۱) نفع الطیب ج ۱ ص ۱۲۷ - ۱۲۸

(۲) ایضاً ص ۱۲۸

(۳) ایضاً

کھڑے اور سر قسطہ کی ایک خاص چیز یہ بیان کی جاتی ہے کہ خالص سفید نمک جس کثیر مقدار میں ان دونوں مقامات میں پایا جاتا ہے کہیں اور نہیں پایا جاتا۔ (۱)

بسرجمہ - یہ البرجۃ کا ایک خوبصورت علاقہ ہے - یہ وادی عذراء کے نام سے جانا جاتا ہے - سمہ کی کان کی وجہ سے بھی اس کی شہرت ہے - مختلف انواع و اقسام کے درخت پھول اور ہریالی قلوب و اذہان کو نازگی اور فرحت بخشتی ہے - مورخین کے بقول " برجۃ " " برجۃ " کی بگڑی ہوئی شکل ہے - چونکہ وہاں کے دلفریب مناظر انسانی وجدان کو کیف و سرور کی مستحکم مین گم کر دیتے ہیں وہی وجہ ہے کہ اس کا نام برجۃ یا برجۃ پڑا - اس شہر کا ایک ہلکا سا نقشہ ابوالفضل القبروانی نے ان الفاظ میں کھینچا ہے - (۲)

رہاس تصفعا سندس • نوت محاطعا بالزهر
ہدایم حافی خدی ری • لہا نضرۃ فتنت من نظر
کل مکان بہا حنف • کل طریق الہا سقر

یعنی یہ کہ برجۃ ایک ایسی جنت کی مانند ہے جو ہریالی سرسبزی و شادابی نازگی میں اپنی مثال آپ ہے -

(۱) المنتقی من فرحة الأندلس ص ۲۸۸

(۲) ابوالفضل جعفر بن شرف بن روایت کے مطابق برجۃ ہی میں پیدا ہوئے تھے اور پھر کے مطابق جب ان کے والد ہجرت کر کے اندلس میں داخل ہوئے اس وقت یہ چھوٹے تھے - الذخیرہ ج ۳ ص ۲۷۶ القلائد ص ۳۵۲ والصلة والغرب بحوالہ فتح الطبیح ج ۱ ص ۱۵۱ -

مسالک - مالقہ کے انجیر کی حسن میں مثال دی جاتی ہے وہاں
جیسے انجیر کہیں اور نہیں پائے جاتے - اس کی سہلائی ہندوستان اور چین تک
ہوتی ہے - ابوالحجاج یوسف بن شیخ الصلوی المالقی کا شعر

مالقہ حیات پائینما • الفلک من أجلک پائینما
نہی طہیں عنہ لی طلی • وما لطہیں عن حیات نہی (۱)

یعنی مالقہ کے انجیر کو میرا سلام - بارش اس کی وجہ سے وہاں آتی ہے - میرے
طہیں نے مجھے میرے مری کی وجہ سے انجیر کے استعمال سے روک دیا ہے - ہلم
نہیں لیوں طہیں نے میری زندگی سے مجھے محروم کر دیا ہے -

مورخین کا کہنا ہے کہ مالقہ اپنے جنرالمائی اعتبار سے خشکی اور تری
لے سنگم پر واقع ہے - اس کی حیثیت اندلس کے ایک ستون کی ہے - وہاں وہ
جات کثرت سے پائے جاتے ہیں - انار انجیر اور بادام وغیرہ اتنی کثیر مقدار میں
ہوتے ہیں کہ ان کی سہلائی مشرقی ممالک میں بڑے ہی سستے داموں میں ہوتی ہے (۱)

قرطبہ - قرطبہ بھی اندلس کے مشہور اور بڑے شہروں میں شمار
کیا جاتا ہے - یہاں کی جامع مسجد بڑی شہرت کی حامل ہے - ابن حیان کا کہنا
ہے کہ یہ مسجد عربین عبد العزیز کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی - (۲) - قرطبہ میں
تین لاکھ آٹھ سو ستھتر مساجد تھیں - (۳)

الحجازی نے اپنی کتاب (۵) میں لکھا ہے کہ قرطبہ مروانی عہد حکومت میں
اسلام کا روشن منار تھا - خلق خدا کا مرکز و محور تھا اور وہی مروانی خلفاء کا

-
- | | |
|------------------------------|-----------------|
| (۱) ایضاً | (۲) ایضاً |
| (۳) ایضاً ص ۱۵۳ | (۴) ایضاً ص ۵۴۰ |
| (۵) المسجب بحوالہ نفع الطہیب | |

دارالحکومت تھا۔ وہ علماء و فضلا کا ایک عظیم مرکز تھا وہیں ہر تشنگان علم اپنی تشنگی بچھانے اور سیراب ہونے کے لیے اس کی حیثیت اندلس میں ایسی تھی جیسی کہ جسم کے اعضا میں سر کی ہڈی ہے۔ نہریں خوبصورت پھلون اور پھولوں سے لگے باغات جھجھانے چرند پرند فرصتہ جنت ارضی کا مکمل آئینہ تھا۔ گردش زمانہ کے ہاتھوں یہ تمام خوش بختیاں تارل ہو گئیں۔

قرطبہ کو ایک اور حیثیت سے خصوصیت حاصل ہے وہ یہ کہ شریعت میں عمل اہل قرطبہ اکثر علماء اندلس کے نزدیک حجت تھا۔ (۱) قرطبہ ہی کے سلسلہ میں کسی شاعر نے کہا ہے کہ

بارع فاقہ الأصار قرطبہ • منمن قنطرة الوادی وجامعہا
ساتان نقان والزہراء ثالثہ • والعلم اعظم شئی وھو ابھما

اشبیلیہ۔ اندلس کے بڑے شہروں میں اس کا بھی شمار ہوتا ہے۔ آب و ہوا اور قدرتی عطیات کے لحاظ سے یہ شہر بہت بہترین ہے۔ اس میں بہتر مل لیں ایک نہر بھی ہے۔ ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک ایسے شخص سے دریافت کیا گیا جس نے صبر اور شام کی زیارت کی تھی کہ یہ دونوں شہر زیادہ اچھے ہیں یا اشبیلیہ تو اس شخص نے اشبیلیہ کی برتری اور فضیلت بیان کرنے کے بعد اہد بڑا یادگار جملہ کہا کہ " شرفھا غایۃ بلا أسد ونحرھا نبل بلا نساج " (۲)

اشبیلیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس شہر کو مسیحی والے شخص کا نام " ہولس " قیصر تھا۔ (۳)

(۱) ایضاً ص ۵۵۶

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً ص ۱۵۷

مورخین نے لکھا ہے کہ چٹلے بھی مہدی بادشاہ اندلس کے تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے تھے نہ دی ذیل چار شہروں میں سے کسی کو اپنا مستقر بنایا۔ (۱) اشبیلہ (۲) قرطبہ (۳) قرموند (۴) فرناطہ (قرموند اشبیلہ سے ۳۵ کلومیٹر دور شمال مشرق کی جانب ہے اس میں کئی شہر اور قلعہ آباد ہیں) (۱)۔

ہمیشہ سرسبز و شاداب رہنے والا یہ شہر اندلس کیلئے مختلف حشمتوں سے اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی زمین سے غلہ کی کثیر مقدار میں حاصل کی جاتی تھی۔ حلم بن هشام کے عہد میں اس کا سالانہ ٹیکس پینتیس ہزار ایک سود بنار ہوتا تھا۔ عالی شان محلات اس کی شان اور اس کے حسن کو درجند کرتے ہیں۔ کشادہ سڑکیں اور ان کے دونوں جانب زمین اور انجیر کے پڑے پلوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور روزمرہ کی زندگی کی تمام سہولیات گاؤں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ دسویں صدی میں یہ شہر مشرق سے مغرب تک بارہ میل میں پھیلا ہوا ہے اور شمال سے جنوب تک اس کا رقبہ چالیس میل پر مشتمل ہے۔

طلیطلہ۔ یہ وہ پہلا شہر ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے جمن کر مسابون کے زیر تسلط آیا۔ طارق ابن زیاد جب اندلس میں داخل ہوئے تھے اس وقت رزدیق کا دارالحکومت یہی شہر تھا۔ یہ شہر اندلس کے بالکل وسط میں واقع ہے۔ یہ بڑا ہی مالدار شہر تھا۔ طارق بن زیاد نے جب اسے فتح کیا تو یہاں سے بڑی زبردست مقدار میں مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ لہذا جانا ہے ہے حضرت طلحہ بن علیہ السلام کو دسترخوان پہن سے ملا تھا جسے ولید بن عبدالملک نے ایک لاکھ دینار میں خرید لیا۔ یہ دسترخوان سبز زرد کا بنا ہوا تھا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ اس وقت "بسرمة" میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مسلمانوں کو اس شہر سے بے شمار مہرے جواہر موتی اور نفیس پتھروں کے

تاج ملے تھے (۱)

دیگر شہروں کی طرح یہ شہر بھی خوبصورت باغات اور مختلف داتھ والے بھلون اور بھولوں سے بھرا ہوا ہے ۔ ملوک الحوائف میں سے نبوی النون کا یہ شہر دارالحکومت رہا ہے ۔ محد کے زمانے میں اندرونی بھاوت کے نتیجہ میں یہ خوبصورت شہر تباہ و برباد ہو گیا ۔ اس کا نقشہ عباس بن فراس (۲) ان الفاظ میں کھینچنے میں ۔

أصحت ظليظة مصطلة • من أهلها لي قبة الصقر
ترك بلا أهل تؤملها • معجزة الأكفاب كالقبر
ماكان يلقى الله قنطرة • نصبت لحمل كئائب الكفر

المسيرة ۔ یہ شہر بھی اندلس کے مشہور شہروں میں سے ایک ہے ۔ اس کا محل وقوع سندھ کے کنارے ہے ۔ اس میں ایک بہت ہی محفوظ اور مضبوط قلعہ ہے جو قلعہ خیزان کے نام سے مشہور ہے جسے عبدالرحمان ناصر نے بنوایا تھا ۔

اس کی لمبائی تقریباً چالیس میل ہے ۔ ہر چہار جانب باغات نہریں اور جسرہ ہرند کے خوشنما مناظر ہیں ۔ یہاں مورخین کا کہنا ہے کہ ہرند سے مالدار شہر ہرند اندلس میں کوئی اور نہیں ہے ۔ قریب قریب روزمرہ کی ضروریات زندگی سے بہرہ مند ہے ۔ یہ شہر صنعت و حرفت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ۔ اس شہر میں لوہے کی کانیں بھی ہیں ۔ (۳)

ان مشہور شہروں کے علاوہ استنجد قبرہ اللہ و اسطیہ بمانہ بمانہ قصر جہان بمانہ اور قسطلہ وغیرہ بھی اور مذکورہ شہروں کے آس پاس واقع ہیں ۔

(۱) ایضاً ص ۱۶۱

(۲) مغربی سنہ ۲۷۲ھ

(۳) نفع الطبیب ص ۱

دوسرا باب

اندلس کے قدیم باشندے، عربوں سے قبل اندلس کی معاشرتی حالت
عربوں کی آمد کے اسباب، نووارد قبائل کے افراد کی آباد کاری اور ولایت اندلس۔

دوسرا باب

اندلس کے قدیم باشندے

یہ ملک اپنی قدرتی عطیات حسن و دلیری کی وجہ سے ہمیشہ اقوام عالم کی نگاہوں کا مرکز رہا ہے۔ کبھی ایک قوم نے اس کے سبز زاروں کو لوٹا اس کے مرداروں کو تاراج کیا اور کبھی دوسری نے حتیٰ کہ مسلمانوں کے قدم یہاں پہنچے جنہوں نے تقریباً آٹھ صدیاں یہاں حکومت کی وہ بھی اس طرح کہ یہاں کی صنعت و حرفت رنگینی و لطافت تجارت و زراعت اور تعمیرات و اختراعات میں گرانقدر اضافے لائے۔ پہلے تو یہاں آئیریا کلت فنیقی یونانی رومی شہوانی الائی واندال اور گائیک قوموں نے اپنے اپنے طور پر رشک جمایا اور اس حسن و شاداب علاقے کو کبھی آباد کیا اور کبھی برباد مگر کسی قوم نے اس کی عظمت و رفعت کو بڑھانے میں وہ کوشش نہیں کی جو عرب کے رگستانوں میں بسنے والی قوم نے کوشش کی اور اسے نہر کا مقابل بنادیا۔

یہ ساری قومیں جواور ہمان کی کئی مین پہنچر فینقہون کے جوملککشم سے وابستہ تھیں ۔ باقی سب مشرقی یا وسطی یورپ سے متعلق تھیں ۔ فینقہون نے آنحضرتؐ کی پیدائش سے بہت قبل اندلس سے تجارتی رشتہ جوڑا اور اپنی کئی بستیاں قائم کیں اور دھیرے دھیرے اندلس پر اپنا اقتدار جمالیا ۔ اس کے بعد یونانیوں نے اگر اقتدار پر قبضہ کیا ۔ دوسری صدی کے اواخر میں رومنوں نے قوت پکڑی اور پھر انھوں نے کئی صدی تک حدود اندلس میں اپنا اقتدار قائم رکھا ۔ پھر جب ان کا زور ٹوٹا تو خود اسپین کی شہوانی قوم قابض ہوئی جوجلد ہی تنزل کا شکار ہوگئی اور اقتدار وسط یورپ اور فرانس کو فتح کرنے والی الائی قوم نے حوالہ دیا ۔ پھر سنہ ۱۴۹۲ء میں قرطبیوں کی حکومت آئی جسے جلد ہی اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑا اور اقتدار واندال قوم کے ہاتھ میں برسرہ کرگاتھک قوم کے

باس منتقل ہو گیا ۔ اسی قوم کا آخری بادشاہ غبطشہ تھا جسے اس کے باقی فوجی
لہانڈرنے شکست دیکر اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا ۔ اس کا زمانہ سنہ ۹۲ھ
یا سنہ ۷۷۱ء کا تھا کہ مسلمانوں نے اسپین میں نقل و حرکت شروع کی ۔ (۱)

موری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ قوطیوں نے پہلے پشتولقات کوئی قوم
نہی جس قوم کے ۲۷ بادشاہوں نے اندلس پر حکمرانی کی ۔ ان کی راجدہائی ماردہ
نہی اور قوطیوں کا دارالحکومت طلیطلہ تھا ۔ موری نے قوطیوں ہی کو گاتھک قوم
کہا ہے ۔ اسی قوم نے آگے چل کر دین مسیح قبول کر لیا تھا اور یہی وہ آخری قوم نہی
جبکہ عرب اندلس میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے ۔ (۲) ان کی مدت حکمرانی
۳۲۲ سال ہے ۔

مسلموں سے قبل اسپین کی معاشرتی حالت

مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اندلس کا معاشرہ اخلاق و مذاق کے بدترین
مقام پر تھا ۔ بیرونی قومیں جو بھی وہاں پہنچیں انہوں نے اپنا تسلط قائم کیا تو
پہچانے اس کے اندلس اور اہل اندلس کو کچھ دین انہوں نے خوف و ہراس اور
بددیانتی میں اضافہ کیا ۔ تنگ نظری تعصب جہالت پر دہنی گمراہی انتشار
اضطراب جھوٹ ہست اخلاقی زناکاری شراب خوری اور قمار بازی غرضیکہ دنیا کی
کون سی ایسی خرابی نہی جو ان میں سرایت کی ہوئی نہیں نہی ۔ دولت کی
زیادتی سہل پسندی اور فراوانی عطیات الہی نے تعیش اور ہست مذاقی کی خصلت
پیدا کر دی نہی ۔ قوم گاتھ نے دوسرے بادشاہان حکومت کرنے کے باوجود رومنوں کی خرابیوں

(۱) قصة الأدب فی الأندلس ج ۱ ص ۲۲ ونفع الطب ج ۱ ص ۱۳۷ والبروس

المطار لاہن حیان اور تاریخ اندلس عبد القوی ضیاء پاکستان سنہ ۱۹۵۷ء

(۲) نفع الطب ج ۱ ص ۱۳۷

اور گمراہیوں کو جس کے پیچ و لگا گئے تھے ۔ دور کرنے کی کوشش نہ ہو درکنار وہ خود بھی انہی میں ملوث نظر آتے ہیں ۔ گاندھ قوم جری اور دلیہ سرور تھی مگر ان کی دلیوی اور جرات رندانہ نے اخلاق معاشرے کی نظہر کی بجائے جرائم کی آماری کی خدمت انجام دی ۔ یہ مذہب عیسوی کے علمبردار تھے مگر مذہب کی خوبیوں اور پابندیوں کو اختیار کرنے میں مکمل کوتاہ تھے ۔ اور خود عیسائی پادری پروہت اور مذہب کے نام نہاد علمبردار ٹھیکیدار برائہوں اور مفاسد کا زبردست مجموعہ تھے ۔ ان کے معاہدہ حیم سراؤں سے بڑھ کر تھے ۔ ان کے خزانے دولت سے سمور اخلاق و کردار سے عاری تھے ۔ تنگ نظری ان کا طرہ امتیاز تھا اور غیر عیسائیوں پر ان نا ظلم و تشدد صرب العنل علم کی روشنی ان کی عبادت گاہوں میں پاتو پہنچ ہی نہیں پائی تھی یا اگر پہنچی بھی تھی تو زنگ آلود اور تنگ نظر ہو کر ۔

یہودی علم و ادب سے ذوق سرور رکھتے تھے مگر رائدہ درگاہ تھے وہ صنعت و حرفت سے لگاؤ سرور رکھتے تھے مگر دولت ان کا قبضہ نہ تھی ۔ ان کی عزتوں اور بہنوں کی غصتیں اور ناموس غیر محفوظ تھیں مذہب عیسوی کے خود ساختہ خداؤں کے اشارے پر یہودیوں کی بیویاں بھٹان اور بہنیں یا تو گر جانوں کی نذر کردی جاتیں یا کسی کی کنیزت میں دے دی جاتیں اور یہ یہودی خود بھی کسی بھی وقت غلام بنائے جاسکتے تھے یہودیوں کی دولت پر انہیں مکمل قبضہ و اختیار تھا ان کی صنعت و حرفت کو کسی بھی وقت تباہ و برباد کیا جاسکتا تھا اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں تھا ۔

اسہیں کا درمیانی طبقہ ہزارہا مصائب کا شکار تھا ٹیکس کی خطرناک رقم وہ ادا کرتا تھا حکومت کے کارندے کی حیثیت سے وہ کلم کرتا تھا زراعت کی دیکھ بھال اس کی ذمہ داری تھی صنعت و حرفت کا وہ نگران تھا مزدوری وہ کرتا تھا جنگوں

میں وہی جانا تھا اور ساندھ میں وہ محکم بھی تھا۔ حاکم کے ایک اشارہ پر دولت کے انہار لگا دینا اسی درمیانی طبقہ کا کام تھا حکمران طبقے کو ہمیشہ وسعت کے سامان بہم پہنچانا ان کی ذمہ داری تھی۔

عشر و عشرت اور تنصم کی زندگی گزارنے والے اندلس کے دو طبقے تھے ایک حاکم وقت دوسرے مذہب کے خداوند جہاں حسن و عشق کی جاشنی تھی رنگینوں اور رعنائیوں کے مزے تھے دولت کی بہتات تھی۔ عیسائی پادری اور پروت حکومت کے آلہ کار تھے اور حکومت مذہبی پیشواؤں کا سپہارا تھی۔ یہ دونوں ہی طبقے ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے۔

گانہک نم کا آخری تاجدار غبطہ کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ یہ یہودیوں کا بھی خواہ غریبوں کا مہارون اور شرافت کا حاوی تھا۔ وہ عبادت گاہوں میں ناسور کی طرح رستے ہوئے گناہوں اور گہنگار زندگی سے سخت نفرت کرتا تھا۔ یہی وہ حاوی تھی جو مذہب کے خداوندوں پر بارگراں تھی اور اسی وجہ سے اس نے اقتدار کا زوال ہوا اور وہ خود قتل کیا گیا اپنے باقی فرج کمانڈر رزاقی کے ہاتھوں۔

یہ تھا عربوں سے قبل اندلس کی معاشرت حالت کا ایک ہلکا سا خاکہ جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اندلسی معاشرہ کس انتہی سے دوچار تھا اور وہاں کی انسانیت کسی نجات دہندہ کی راہ نکد رہی تھی۔ اندلسی عوام بالکل ہزاری کی سی زندگی گزار رہے تھے اور ہر اس نئی حکومت کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھا کرتے تھے جو اس ملک میں اپنا اقتدار قائم کرتی تھی۔

اندلس جیسے دور دراز کے ملک میں عربوں کی آمد اور فتح کا سبب بھی اندلسی حکمرانوں کی نااہلی اور اندلسی عوام کی بے زاری تھی جس کا تذکرہ آئندہ کے صفحات میں آ رہا ہے۔

اندلس میں عربوں کی آمد کے اسباب اور اندلس کی فتح

مشرق میں اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک کا زمانہ خلافت تھا۔ عربوں کے حدود مملکت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ فتوحات کا یہ سلسلہ ایک جانب سرزمین ہند تک پھیلا ہوا تھا تو دوسری جانب افریقہ کی تسخیر ہو چکی تھی۔ ولید بن عبد الملک کی جانب سے افریقہ کی گورنری کے عہدے پر موسیٰ بن نصیر مشہور تابعی فائز تھے۔ اندلس کی ایک سرحد چونکہ افریقہ اور فرانس سے ملتی ہے اسلئے موسیٰ بن نصیر کی قیادی نگاہیں اندلس کی طرف ہمیشہ قدی کر رہیں تلاش کر رہی تھیں کہ خدا کی طرف سے ایک واقعہ رونما ہو گیا جس نے ہمیشہ قدی کے دروازے کھول دیئے۔ اکثر مورخین اپنی کتابوں میں اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وہ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اندلس کی یہ روایت جلی آرہی تھی کہ امراء اندلس کی اولاد کی پرورش و تربیت بادشاہ کے محل میں ہوا کرتی تھی۔ ایسی روایت کے ہمیں نظر سننے کے گورنر جولین کی صاحبزادی بھی محل ہی میں زیر تربیت تھی کہ ایک دفعہ بادشاہ وقت رزرق باراڈرک نے اس کے حسن کی تاب نہ لاکر اس کی جادو رطبت و عصمت کو تار تار کر دیا۔ اس اہانت آمیز اور بددیہانتی کی خبر کسی طرح جولین کو بھی پہنچی۔ اس نے کمال دانشمندی سے اپنے غصے کو دبائے ہوئے اس بات کا مصمم ارادہ کیا کہ اس اہانت آمیز سلوک کا بدلہ وہ رزرق سے ضرور لے گا۔ چنانچہ اس نے اپنی بیوی کے موسیٰ کا بہانہ بنا کر اپنی بیوی فلورنڈا کو بادشاہ کے محل سے بلوالیا۔ اس زمانے میں عربوں کی فتوحات کے جرح زبان زد عام تھے۔ جولین کو یہ معلوم تھا کہ اس کے بیٹوس ملک افریقہ پر عربوں ہی کی حکومت ہے اس نے نہایت رازدارانہ طریقہ سے افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر سے افریقہ جملہ ملاقات کی اپنی داستان غم بیان کی اور اندلس کی زرخیزی اور سرسبزی و شادابی کا لالچ دے کر انہیں اندلس پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ خود ایک باغی گورنر کی حمایت سے اس جنگ میں حتی الامکان عربوں کی

مدد کرے گا۔ اس کی آزمائش کے لئے موسیٰ بن نصرون پہلے طرف نای ہیر فوجی کمانڈر کے ہمراہ ایک چھوٹا دستہ بھیجا جو نہایت کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ اور اس نے تصدیق کی کہ جولین اپنے وطن میں سجا ہے۔ اس پر اتحاد کیا جاسکتا ہے۔ مقررہ بقول موسیٰ بن نصرون جب فتح کامرانی کا دروازہ کھلتے ہوئے دیکھا تو اندلس کی تسخیر اٹلپٹے آسان ہوگئی۔ (۱)

طرف بن مالک مصافحہ کی کامیابی ایک زبردست مہم کا ہمیشہ خیمہ تھی مسابح حکومت کی کمزوریاں فوجیوں کی ہزدلی اور نظام عسکری کی خامیوں کا سراغ مل چکا تھا۔ چنانچہ موسیٰ بن نصرون بلا تاخیر ہمیشہ قدی مناسب سمجھی اور طارق بن زیاد اپنے آزاد کردہ غلام آزمودہ کار اور قابل اتحاد جنرل کی قیادت میں سات ہزار جاننازوں کو اندلس کی طرف ہمیشہ قدی کرنے کا حکم دیا۔ جو انہوں نے ۵ رجب سنہ ۹۲ھ (۲) بمطابق سنہ ۱۰۱۰ء جولائی اندلس کے ساحل پر اترا۔ ساحل پر تمام کشتیاں (۳) جلانے کے بعد طارق ابن زیاد نے ایک خطبہ دیا جو فکر و فن دونوں حدیثوں سے تاریخی حقیقت رکھتا ہے۔ یہ خطبہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔

”ایھا الناس ابن البشر! البحر من وراءكم والمد واما مکم ولیس لکم واللہ الا الصدق والصبر واعلموا انکم فی هذه الجزيرة أصبح من الأبتام فی مائتة اللثم وقد استقبلکم عدوک بحینة وأسلحتہ وأقواتہ مؤفورة وأنتم لا وکم الاسیرکم ولا أقوات الا ما تسخلفونہ من ایدی عددم وان اجتدت لکم الأیلم علی انقارکم ولم تنجزوا لکم أمرا ذهب ریحکم وتموت القلوب من ریحها عنکم الجراحة علیکم فادعوا من أنفسکم

(۱) فتح الطیب ج ۱ ص ۵۲ (۲) علامہ مقرر کے بیان کے مطابق ۲۷ شعبان سنہ ۲ھ

فتح الطیب ج ۱ ص ۵۲

(۳) بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ کشتیاں جلانی نہیں گئیں وہ تمام کشتیاں جن پر یہ فی آئی تھی وہ جولین کی زمین جن پر ظاہر ہے کوئی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

خذلان هذه المأقبة من أمركم عناجزه هذه الطاغية فقد ألفت
 به اليكم مدينة الحصينة وان انتهاز الفرصة فيه لممكن أن
 سمحتم لأنفسكم بالموت واني لم أحذركم أنا عنه بخوة ولا حملتكم
 على خطيئة أرخص متاع فيها النفوس ابدأ بنفسى . والعلوا أنكم
 ان صبرتم على الأشق قليلا استمتعتم بالآرسة الألد طويلا فلا ترغبوا
 بأنفسكم عن نفسى . فما خطكم فيه ما وفر من حظى . وقيل لكم
 ما أنشأت هذه الجزيرة من الخيرات العسمة وقد انتخبكم الوليد
 بن عبد الملك " امير المؤمنين " من الأبطال عريانا . ورضيكم لماوك
 هذه الجزيرة اصهارا واختابا نفقة منه بارتياحكم للطعان واستما
 حكم بمجالدة الأبطال والفرسان ليكون خطبة منكم ثواب الله
 على اعلاء كلمته واظهار دينه بهذه الجزيرة . ويكون هتتمها خالصة
 لكم من دونه ومن دون المؤمنين سواكم والله تعالى ولى انجازكم على
 ما يكون فكم ذكرا فى الدارين . واعلموا آتى اول حبيب الى مادعوتكم
 اليه واني عند ملتقى الجمعين حامل بنفسى على طاغية القوم لذريق
 فلقاتله انشاء الله تعالى فاحملوا هي فان هلكتم بعده فقد كفيتم امره
 ولم يمسوكم بطل عاقل تستفدون اموركم اليه وان هلكتم قبل وصولي
 اليه فاخلصوا فى عزيمتى هذه واحملوا بأنفسكم عليه واكتفوا المهم
 من فتح هذه الجزيرة بقتله . " (۱)

عربى زبان وادب اور اسلامى فكر مين ڈوبى هوئى طارق ابن زياد كى يہ
 تقرير جہان عربى زبان وادب كا ذوق ركھنے والوں كے ذوق كى آبخارى كرتى ہے وہيں
 قوم كے اندر اسلامى شعور اور جہاد اسلامى حقيقى روج كا خاكہ ہميش كرتى ہے ۔ اس

(۱) قصة الأدب ج ۱ ص ۱ ونفع الطيب ج ۱ ص ۱ وغیرہ سبھی مورخین نے
 ذکر کیا ہے ۔

تقریب میں طارق بن زیاد نے ایک ایسی قوم کے جوانوں کو خطاب کیا تھا جنہوں نے گھربار افزہ واقارب کو چھوڑ کر محض اسلحے اس راہ میں قدم رکھا تھا کہ عدل و سلامتی کی تلاش دنیا کو عدل و سلامتی کے کہوایے میں لے آئیں چاہے اس کی خاطر اپنی متاع عزیز جان کی شکل میں بھی قربان کر دینی کی ہنرے جوان کے نصب العین کی اعلیٰ ترین مصراع ہے ۔ اس قوم کو خطاب کرتے ہوئے طارق ابن زیاد نے فرمایا کہ یہاں سے واپس کے سارے راستے حدود میں اگر میدان جنگ میں ذرا بھی ہزدلی دکھائی تو تمہارے پیچھے سب سے تمہاری موت کی شکل میں تمہارا منتظر ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارے پاس رسد کی کمی ہے تمہیں اپنی غذا اپنے دشمن سے حاصل کرنی ہے ۔ اگر تم نے مصیبت کے ان چند ایام میں صبر اور استقامت کی روش اختیار کی تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور پھر تمہارا مستقبل دنیاوی اور اخروی دونوں لحاظ سے روشن اور تابناک ہوگا ۔ اگر میں اس راہ میں کام آگیا تو تمہارے حوصلے بہت نہیں ہونے چاہئے ۔ سب سے پہلے میں خود اپنی اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں اور تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں کہ تمہارے عزائم بھی ایسے ہی ہنئے اور راستے ہونے چاہئیں ۔

سب سے پہلا مقابلہ مسلمانوں کی فوج کا رزیق کے ایک آزمودہ کار جنرل تیموڈومیر () سے ہوا جس میں مسلمانوں کو زبردست کامیابی ملی جس کا نتیجہ ایک اور شکل میں ہون برآمد ہوا کہ مسلمانوں کا جو رعب پہلے سے قائم تھا اس میں مزید اضافہ ہو گیا ۔ چنانچہ رزیق نے جنگ کا علم اعلان کر دیا اور تقریباً ایک لاکھ فوج کے ساتھ بہت زبردست مقابلہ مسلمانوں کی سات ہزار فوج کے ساتھ ہوا ۔ یہ لڑائی سات دن تک مسلسل جلتی رہی کہ اچانک آسمانوں پر جنگ کا نقشہ بدل گیا ۔ عساکروں کی آمد ہی فوج ختم ہو چکی تھی کچھ قید تھی اور کچھ خوف و دہشت سے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے ۔ خود رزیق کے ہارے میں ایک خیال یہ ہے کہ وہ جنگ میں مارا گیا اور بعض مورخین کے بقول دریا کی نذر ہو گیا اور کچھ لوگوں

کا خیال یہ ہے کہ وہ کہیں رھوش ہوگیا۔ اس جنگ نے جہاں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی وہیں عیسائیوں کے رہے سبے حوصلوں کو پست کر دیا۔ ان کی مضبوط و مستحکم حکومت دیکھتے ہی دیکھتے پارہ پارہ ہوگئی۔ ان کی تہذیب و تمدن کے نشان اس طرح کم ہوگئے کہ سات صدیوں تک اندلس میں کہیں نظر نہیں آئے۔

اندلس میں مسلم نوآبادیات -

اندلس مسلمانوں کے زیر اقتدار آجئے کے بعد سب سے زیادہ حصہ جو مسلمانوں کا اندلس میں مثلاً قلم پذیر ہوا عربی النسل تھا۔ ان میں کچھ وہ لوگ تھے جو جہاد کی غرض سے سب سے پہلے طارق بن زیاد کے ساتھ اندلس میں داخل ہوئے تھے۔ کچھ وہ لوگ تھے جو کچھ ہی عرصہ بعد موسیٰ بن نصیر کے ساتھ آئے تھے اور اسی وقت سے اسپین کے مختلف حصوں میں پھیل گئے تھے۔ سنہ ۵۹۸ھ میں جب عربین ثقفی اندلس کے امور بنکر آئے تھے تو ان کے ساتھ ہی تقریباً چار سو افراد جو شرفائے عرب میں سے تھے آئے تھے اور اندلس ہی کو اپنا مستقل ٹھکانا بنایا۔ اسی طرح سنہ ۱۰۰ھ میں جب سمیع بن مالک خولانی وائی اسپین بنکر آئے تو ان کے ساتھ ہی شام کے کئی عربی خاندان کے نفوس بھی آکر آباد ہوگئے۔ سنہ ۱۲۵ھ میں ابوالخطار حسان بن فرار کلیں کے ہمراہ بھی مصر حصہ فلسطین اردن دمشق اور قبرص کے لوگ لشکر میں شامل تھے۔ وہ بھی یہیں آکر آباد ہوئے۔

ممدنان -

مدنانوں کے بہت سے قبیلے اندلس میں آکر آباد ہوئے ان میں بنو ہاشم بنو امیہ بنو مخزوم بنو نہر بنو کنانہ بنو ہذیل بنو تمیم بنو قیس بنو غیلان بنو ثقیف بنو رجمہ اور بنو زیاد غرضیکہ تمام ہی مشہور قبیلوں کے افراد یہاں

آکر آباد ہوئے ۔ ان میں سے قبیلے ایسے تھے جن کے افراد اسپین کے دروازے علاقوں میں منتشر ہو گئے اور کچھ قبائل ایسے تھے جو اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ یکجا رہے ۔ مثال کے طور پر بنو مخزوم نے کی ایک جگہ کو اپنا مستقر نہیں بنایا بلکہ منتشر رہے ۔ اسی قبیلے سے متعلق ایک اندھا شاعر المخزومی تھا جو اندلس میں جوی نا امیر شمار کیا جاتا تھا ۔

بنو کنانہ طلبہ کے اطراف میں آباد تھے بنو ہذیل حدود تدمور میں جا کر آباد ہوئے بنو قیس حیلان میں بکثرت آباد تھے بنو ہوازن اشبیلہ کے اطراف میں آباد تھے بنو ریمہ غرناطہ کے قریب آباد تھے ۔ عربی قبائل کے بیشتر افراد نے اندلس میں مرتبہ و شہرت حاصل کی ۔

قحطانی -

قحطانی بھی اندلس میں کثرت سے آباد ہوئے ۔ ان کی بھی متعدد شاخیں تھیں جن میں بنو خزیم بنو ارس بنو ازہمدان مذہب طے مرہ فاطمہ خولانی معافر جذام کندہ اور نجیب وغیرہ تھے ۔ قحطانیوں نے بھی شہرت و ناموری کے بلند مقام کو پایا ۔ ان میں شاعر ادیب اور مورخ پیدا ہوئے ۔ یہ لوگ غرناطہ اور نالقه سے قریب ایک شہر صالحہ میں آباد تھے ۔ ارس و خزیم سے متعلق افراد طلبہ کے اطراف میں آباد ہوئے ۔

سرسراور انسرینی -

سرسراور انسرینی کے وحشی اور جنگجو قبائل سے متعلق تھے ۔ غبہ بن نافع کے فرقہ فتح کرنے کے بعد یہ لوگ اسلام لائے ۔ انہوں نے شمالی اندلس میں اپنی پستی قائم کی ۔ عہد بنو امیہ میں یہ بڑے اہم منصب پر فائز کئے گئے ۔ یہ

بہادری اور وفاداری میں طاق تھے۔ بعد میں جب حکومت کا شعوازہ بکھرا اور ملوک الطوائف کا زمانہ آیا تو یہ بہر قریونہ رہے غرناطہ طلیطلہ مرناہ اور صنباجہ وغیرہ میں خود مختار بن گئے۔ یوسف بن تاشفین جس نے مسانیوں کے سوا اٹھانے ہوئے حوصلوں کو ہست کر دیا تھا اور ملوک الطوائف کو متحد کیا تھا۔ بہر قوم سے متعلق تھا اور مریطیق کا ہائی تھا۔

خیال قوم بہر کے متعلق یہ عام ہے کہ یہ نہایت تشررو اور اجڈ قوم تھی۔ عبد الصم خفاجہ نے لکھا ہے کہ یہ وہ قوم تھی جس کی نظرت میں کئی بدرجہ اتم موجود تھی اور ابن خلدون کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ سنہ ۵۰ھ میں حضرت عقبہ بن نافع نے انھیں قیریون میں بسا دیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد تقریباً اس قوم نے بارہ مرتبہ ارتداد کی روش اختیار کی اور اسلام قبول کیا اور آخر میں اسلام پر جمع گئے۔ (۱)

اندلس میں جمہوی طور سے تین طرح کے عناصر اقامت پذیر تھے۔ ایک تو عرب تھے جو فتح اور اس کے بعد بہت بڑی تعداد آکر آباد ہوئے۔ دوسرے بہر جو طارق ابن زیاد کے ساتھ فوج میں شامل ہوکر آئے تھے اور بعد میں کچھ مزید آئے اور وہیں رہائش اختیار کی اور تیسری قوم اندلس میں پہلے سے آباد تھی اور جو کہ عربوں کے زیر نگیں زندگی گزارنے پر راضی تھی۔

ولاء اندلس۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فتح کے بعد مسلمانوں نے اندلس کو کیا دیا اور اس کے نظم و انصرام اور اس کی رہائش کی خوشحالی اور امن و عافیت کیلئے کیا

اقدامات کئے گئے موضوع پر تعمیری سی روشنی ڈالوں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اندلس فتح ہو جانے کے بعد فاتحین کو کیا مسائل درپیش آئے اور ان کے تدارک کیلئے انہوں نے کیا کچھ کیا ۔

ولاء کا تقرر تو عموماً مشرق کے دارالخلاہ ہی سے ہوتا تھا اور ہمسایہ اوقات ایسا ہی ہوا کہ ہنگامی حالات کی بنا پر اہل اندلس نے خود سے ولایہ کا تقرر کیا یا پھر اہل قہر کے گورنر نے یہ خدمت انجام دی ۔

فاتحین اندلس کے سرفہ موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کا درد ناک انجام ولید بن عبدالطک کے بعد سلیمان بن عبدالطک کے ہاتھوں کس قدر اذیتناک اذیتناک اور شرم ناک ہوا تاریخ کے صفحات اس کے بین ثبوت پیش کرتے ہیں ۔ وہ فاتحین جو سسکی اور ہلکتی ہوئی انسانیت کا نجات دہندہ ہنگر اندلس کی سرزمین میں داخل ہوئے اور اسے اس کے غم و زخموں پر مرہم رکھ کر امن و سکون کی زندگی عطا کی اسے اشخاص کے ساتھ اپنوں نے اتنا اذیتناک برتاؤ کیا کہ تاریخ کبھی معاف نہیں کر سکتی ۔

طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کے دارالخلاہ سے بلاوا آجانے کے بعد اندلس کے والی عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر ہوئے ۔ عبدالعزیز نے اپنی ایک سال کی مدت امارت میں وہ کاروائیاں انجام دیا جو دوسرے سالہا سال نہ کر سکے ۔ وہ ایک مدبر دانا با شعور ذی حوصلہ اور ذی مرتبہ امیر تھے ۔ اپنے باپ کی مانند جہان داری اور جہان بانی کے تمام اصولوں سے کباحقہ واقف تھے ۔ نہایت راز دارانہ طریقہ سے دارالخلاہ سے ان کے قتل کا حکم صادر ہوا اور وہ قتل کر دیئے گئے ۔ عبدالعزیز کا قتل ایک نہمیدہ جہاندیدہ اور فنون سپاہ گری میں ماہر شخص کا قتل تھا جو ساتھ ہی عبادت گزار بھی تھا اور ہائیک شریعت بھی ۔

اندلس کے فتح ہوئے ابھی صرف چند سال ہی ہوئے تھے کہ ۹۱۵ء میں
عبدالمزیز امیر مقرر ہوئے۔ انھوں نے سیاسی اور معاشرتی نظام کو نہایت خوبصورتی
سے مستحکم کیا۔ گاتھک حکومت ختم ہو چکی تھی۔ عیسائی حکومت کی بنیاد اکھڑ
چکی تھی اور اب انہیں منہدم شدہ بنیادوں پر ایک نئی عمارت تعمیر کرنا تھی۔
انہیں کے بہت سارے علاقوں پر براہ راست قبضہ نہیں تھا بلکہ مختلف گورنروں کے
حوالے تھا۔ طارق و موسیٰ کے جانے کے بعد کچھ نئے اطاعت سے منہ موڑ لیا۔
عبدالمزیز نے فوجیں بھیج کر انہیں اطاعت پر مجبور کیا۔ دور دراز کے علاقوں
میں بھی فوجیں بھیج کر سرحدی علاقوں پر بھی اپنی گرفت مضبوط کی۔ وہاں قابل
احیاد اور تجربہ کار گورنر کا مقررہ عمل میں آیا۔ جمہوری جمہوریاں متعدد مقامات
پر قائم کی گئیں۔ خزانے کی آمدنی کے ذرائع وضع کئے گئے۔ اخراجات کے اصول
قائم کئے گئے۔ عدالتیں قائم کی گئیں۔ قابل کاشت زمینوں کو مزید کارآمد بنایا گیا۔

عبدالمزیز کے قتل کے بعد بھی ذی شہر اہالیان اندلس نے باہم مشورہ
کر کے ان کے چچا زاد بھائی ایوب بن حبیب لغوی کو والی اندلس منتخب کیا۔ ایوب
بھی تجربہ کار لوگوں میں سے تھے انھوں نے دارالخلافہ کو اشیائے سے قریب
منتقل کیا جہاں پیش رہا اضافے ہوئے اور اس کو اس قابل بنادیا کہ اسے دارالطاعت
کا مقام دیا جاسکے۔ مدارس عدالتیں محاسن کی وصولیابی کا نظم بہتر کیا۔
مظلومین کی داد رسی کی اور انہیں ان کا حق دلوا دیا۔ لشروں غاصبوں اور فسادین
کو قید کی سزادی ملک کو صوبوں اور صوبوں کو ضلعوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک کا
حاکم مقرر کیا۔ ان کو زیادہ دنوں تک امارت کا موقع نہیں ملا سلطان بن عبد الملک
نے انہیں معزول کر کے حرین ثقی کو وائی اندلس بنا کر بھیجا۔

حرین ثقی نہایت سخت مزاج تھے۔ مظلومین اور مسکینوں کی داد رسی
کی بجائے نہایت سختی سے محاسن وصول کروانے اور امت واصل والوں کو قید کروادینا۔
ان کے ظلم کی جگہ میں یہودی عیسائی اور مسلمان سبھی ہی رہے تھے۔ دارالخلافہ

میں ان کی شکایت کی گئی لیکن لامتی ثابت ہوئی ۔ پھر جب عربین عبدالمزیز خلیفہ ہوئے اور عربین ثقی کی داستان ظلم کا انہیں علم ہوا تو انہوں نے اسے فوراً معزول کر کے مسیح بن مالک خولانی کو ولایت اٹلس سونپی ۔

مسیح بن مالک خولانی عربین عبد الرحمن ثقی کی مدد سے ۔ حسن انتظام رحم اور رعاہ پوری میں کوئی کسر نہ چھوڑی ۔ یہ پہلے ہی سے اسہن میں موجود تھے اسلئے وہاں کے حالات سے بخوبی واقف تھے ۔ انہوں نے حوئے تعلیم عمال اور حکم کو برخاست کر دیا اور پوری یکسوئی کے ساتھ رعاہ کی خدمت اور ان کی دادرسی کی اور اپنے عمال کو بھی اسی کی تاکید کی ۔ ملک کے اقتصادی اور دیگر امور کو مستحکم کرنے کی حق الوسع کوشش کی ۔ ہر جوتلون مزاج واقع ہوئے تھے انہوں نے اسلام توقبول کر لیا تھا اور بڑی بڑی جائیدادوں پر قابض بھی تھے مگر ایک جگہ رہنے اور بسنے میں ان کو لطف ہی نہیں آتا تھا ۔ اسلام لانے کے بعد بھی طبیعت میں خونخواری اور درندگی باقی تھی اور خانہ بدوشی ان کی فطرت تھی مسیح نے انہیں اپنی اس فطرت سے باز رکھنے کی کوشش کی اور غبرآباد علاقوں میں بسایا اور انہیں تہذیب و تمدن سے آشنا کرایا ۔ ان میں کے اکثر اپنی سابقہ روش سے باز آگئے اور تمدن لوگوں کی روش اختیار کر لی مسیح بن مالک کے کارناموں میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پورے ملک کی مردم شماری کرائی مختلف شہروں کے حالات قلمبند کروائے ۔ جغرافیائی نقشے تیار کروائے اور ہر طرح کی تفصیل اکٹھا کروائی کہ کہاں کونسی تجارت زیادہ سودمند ثابت ہو سکتی ہے ۔ صنعت و حرفت کبائے کون سی جگہیں زیادہ مناسب ہیں زرعی و غیر زرعی زمینوں کا انتظام احسن طریق پر کروایا ۔ ملکی معدنیات کا پتہ لگوا یا اور نہروں اور دریاؤں صلحوں جو کموں اور بہاؤوں کی فہرست تیار کروائی ۔

ملک میں امن و امان قائم ہو جانے اور ملکی انتظام و انصرام کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد مسیح نے جہاد کی طرف توجہ کیا ۔ یہ چونکہ فوجی رہ چکے

تھے اور اس میں اپنا پرانا تجربہ بھی رکھتے تھے اسلئے ان کا میلان میدان جنگ کی طرف بھی تھا۔ دارالخلافت سے اجازت نامہ منگوا کر فرانس کے اس خوبصورت اور زرخیز خطہ ناریو نیزگال (جس کے سلسلے میں خوفناکی اور ہمتناکی کی نگہداشت داستانیں اندلس میں مشہور ہیں) اور اسپین کے ضروری ہیت زدہ یہودی و عیسائی وہیں پناہ گزین تھے) کی طرف پیش قدمی کی جس کے بہت سارے علاقے ہمسو کسی مقابلہ کے محصور قدم رہے قائم ہونے کی بنا پر فتح ہو گئے۔ ایک جگہ شدید معرکہ کے دوران مسیح شہید ہو گئے جس کی بنا پر مسلمانوں کے جذبات سرد پڑ گئے۔ اسی اثناء میں علم عبدالرحمان غافقی نے اٹھایا اور انہی کو امیر اندلس مقرر کر لیا گیا۔ لیکن آپس عناد کے باعث عبدالرحمان کو زیادہ امارت کا موقع نہیں ملا۔ ان کی جگہ عقبہ بن سحیم کلی امیر اندلس مقرر ہوئے۔

عقبہ بن سحیم کلی امیر اندلس مسیح بن مالک کے دور امارت میں نائب امیر تھے۔ یہ بھی بڑے ہی ذی حوصلہ اور جری آدمی تھے۔ انہوں نے بھی سابقہ روایت کے مطابق فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اندلس کے بعض علاقوں میں بغاوت وقوع پذیر ہوئی پر انہوں نے کمال ہوشیاری سے اسے فرو کیا لیکن زیادہ عرصہ خدمت کا موقع نہیں ملا اور عیسائی فوجوں سے ایک معرکہ کے دوران شہادت کا مرتبہ حاصل۔ ان کے بعد ہیشم بن عبد والیؑ اندلس مقرر ہوئے۔ جن کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ وہ حد درجہ حکمران خود سر اور خونخوار واقع ہوئے تھے۔ ان کے مظالم کا شکار ہلا لحاظ مذہب و ملت اندلس کا ہر طبقہ تھا۔ جب دربار خلافت میں ان کے مظالم کی خبر پہنچی تو خلیفہ وقت نے تحقیق کے بعد ان کا منہ کالا کر کے سر منڈوا کر اور گدھے پر بٹھا کر سارے اندلس میں گھموا دیا۔ نئے امیر عبدالرحمان غافقی منتخب ہوئے جو مسیح بن مالک کے بعد ایک بار کچھ عرصے کے لئے امیر رہ چکے تھے لیکن آپس ناجاتی کی بنا پر منصب اقتدار سے دستبردار ہونا پڑا تھا۔

عبدالرحمان بن عبداللہ غافق نے سب سے پہلے تمام مظلومین کے زخموں پر مرہم رکھا اور چونکہ یہ بہترین ناظم امور سلطنت اور فنون سپاہ گری میں طاقی نوع اسلحہ انہوں نے ایک بار پھر رعایا کو امن و سکون دیا اور اندرونی و بیرونی ہافیوں کی گوش مالی کی پھر پچھلی ہزیمتوں کا بدلہ لینے کے لئے فرانس پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا ۔ اس دوران عثمان بن ابونعیم (۱) (جو کبھی اندلس کے امیر رہ چکے تھے اور اس وقت کچھ علاقوں کے گورنر تھے نے اپنی فوجی مدد سے ہاتھ کمپیچ لیا ۔ عبدالرحمان کو جب ان کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عثمان کو گرفتار کرنے کے لئے ایک دستہ روانہ کیا جس سے مقابلہ کے دوران عثمان مارے گئے ۔ اس سے فراغت کے بعد عبدالرحمان نے پوری قوت سے فرانس پر چڑھائی کر دی ۔ تھوڑے ہی عرصے میں مسلمان پورے جنوبی فرانس پر چھا گئے ۔ ابھی مزید جنگ جاری تھی کہ ایک شدید ہلکہ کے دوران عبدالرحمان شہید کر دیے گئے ۔ جس کی بنا پر مسلمانوں کے حوصلے بہت ہو گئے اور ان کی یہ فتح شکست میں تبدیل ہو گئی ۔ مسلمان مورخین نے اس ہلکہ میں مسلمانوں کی ہزیمت کے سلسلہ میں بہت کم لکھا ہے جبکہ عسائی مورخین نے خوب بڑھا چڑھا کر اس کی تاریخ کو پیش کیا ہے ۔ یہ شکست اتنی شدید تھی کہ جب یہ خبر افریقہ پہنچی تو گھر گھر صاف ماتم بچھ گیا ۔ عبدالرحمان کے بعد ایک تجربہ کار فوجی امیر عبدالملک بن قطن فہری کو اندلس کا امیر مقرر کیا گیا ۔ یہ نوجو برس کے تھے ۔ دارالخلافہ سے ان کو تاکید تھی کہ جملہ ازجلہ اس داغ کو دھویا جائے ۔

عبدالرحمان چونکہ فرانس کی مہم میں کافی عرصہ سے اندلس سے باہر تھے اسلئے اندلس کی اندرونی حالت انتشار اور خلفشار سے دوچار ہو رہی تھی ۔ پہلے تو عبدالملک نے اندرونی خلفشار کو دور کرنے کی کوشش کی پھر اس کے بعد جہاد کی طرف لوگوں کو راغب کیا اور ایک لشکر تیار کر کے ہائیزس پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے لیکن (۱) انہوں نے ڈھوک آف ایکوٹین سے دوستانہ تعلقات قائم کئے تھے کہ عبدالرحمان کا تختہ الٹ دین کے ۔ یہی عثمان اپنی نااہلی کی بنا پر اندلس کی امارت سے (باقی آئندہ)

موسم ناسازگار تھا اس کے باوجود انھوں نے حملہ کر دیا بالآخر انھیں ہسپانی ہوئی ۔
والی افریقہ اس وقت عہد اللہ تھے جو عہد الطح کے غیر دانشمندانہ اقدام سے خفا
ہوئے اور انھیں معزول کر دیا ۔ ان کی جگہ پر عقبہ بن حجاج سلولی کو بنا کر
مقرر کیا ۔

انھوں نے منصب امارت پر فائز ہوئے ہی اندرونی نظم و انتظام کو ازسرنو
درست کیا ظالم اور فائن لوگوں کو ان کے عہدوں سے معزول کیا ۔ والی افریقہ نے
ان کے نظم و انتظام اور ڈسپلن کے متاثر ہو کر ان کو اپنے یہاں برہمنوں کی سرکشی
کھینچے بلا بھیجا ۔ کافی عرصہ تک وہ افریقہ ہی میں پھنسے رہے ۔ بعد میں انھوں نے
فرانس پر حملہ کی تیاری کی لیکن ناصطح حالات کی بنا پر پروگرام ملتوی ہو گیا ۔
افریقہ ہی میں ہوجہ علالت انتقال فرما گئے ۔ ان کے بعد عہد الطح بن قطن پھر امیر
منتخب ہوئے ۔ لیکن اندرونی انتشار و بے امنی برہمنوں کی شامیوں کی مدد سے بغاوت
نے ان کو شہادت کے مرتبہ پر پہنچا دیا ۔

ان کے بعد بلج بن بشر اور ثعلبہ بن سلامہ عاملی یکے بعد دیگرے منصب
امارت پر فائز ہوئے لیکن یہ دونوں ہی ملکی مفاد کی راہ میں اور ملکی امن و سلامتی
کی راہ میں ناکارے ثابت ہوئے ۔ والی افریقہ ان کی جگہ ابو الخطار بن ضرار کلی
کو امارت سونپی ۔ انھوں نے اپنی قلیل مدت امارت میں بہت سارے رفاہی کام کئے
اور ظالم اور سرکش گورنروں کو معزول کیا لیکن باقی اور سرکش گورنروں نے ان کو قید

(گذشتہ سے پیوستہ)

سہل دوس کر دیئے گئے تھے ۔ امارت چمن جانے کی بنا پر انھیں عبدالرحمان
سے بغض تھا اور اسی بنا پر انھوں نے عبدالرحمان کے اعلان جنگ کی مخالفت
کی اور فوجی امداد سے ہاتھ روک لیا ۔

کر لیا اور نوابت بن سلامہ جذای کو امیر مقرر کیا۔ اہر الحطار کسی طرح قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے اور اپنے اہمیان و انصار کی مدد سے پھر امارت حاصل کر لی لیکن غم و غصہ میں پھرے ہوئے گھروں نے انہیں جہن نہیں لینے دیا اور انہیں شہید کر دیا۔ ان کے بعد نوابت بن سلامہ بلا شرکت غیرے اندلس کا امیر بن بیٹھا ان کا عہد قتل و خونریزی ظلم و تشدد جوری ڈکیتی راہ زنی اور عزت و عصمت پر حملے کا بدترین دور تھا۔ چنانچہ ان کے رویہ سے متاثر ہو کر شرفائع اندلس نے نوابت کو معزول کر کے یوسف بن عبدالرحمان فہری کو امیر مقرر کیا۔

یوسف بن عبدالرحمان فہری عوام میں مقبول تھے۔ انہوں نے اس بات کی ہر ممکن کوشش کی کہ عوام میں خوشحالی آئے اور انہیں امن و سکون کی زندگی بسر ہو سکے لیکن انہوں نے ہر ممکن تدابیر اختیار کیں۔ کچھ غداروں کی وجہ سے انہیں مکمل کامیابی نہیں ملی۔ لیکن بہر حال انہوں نے تمام حالات پر کنٹرول پانے کی ہر ممکن کوشش کی اور بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب کہ مشرق میں بنو امیہ کا تختہ پلٹ چکا تھا اور اموی خاندان کے افراد کوچن چن کر قتل کیا جا رہا تھا لیکن اسی خاندان کا ایک شہزادہ کسی طرح اپنی جان بچا کر بھاگا اور افریقہ میں پناہ لی اور وہیں سے اندلس کی سرزمین میں اپنی قسمت آزمائے کی سرکھیں سوچنے لگا۔

تیسرا باب

اندلس ایک آزاد اور خود مختار سلطنت، ملوک الطوائف، علوم و فنون
کی ترویج و اشاعت میں خلفاء و سلاطین کا رول، علوم و فنون کی ترقی کے محرکات
عربوں کی تہذیب و ثقافت کے اثرات۔

تیسرا باب

اندلس ایک آزاد اور خود مختار سلطنت

سنہ ۹۲ھ میں جب اندلس فتح ہوا اس وقت سے سنہ ۱۲۲ھ تک اندلس کے امراء و ولایہ کا تقرر کبھی تو مشرق کے دارالخلافہ سے ہوا کرتا تھا یا ہڑوسی ملک افریقہ کے گورنر کی جانب سے یا پھر حالات سے پریشان ہو کر کبھی کبھی وہاں کے اہل حل و عقد انہوں ہی میں سے کسی کا انتخاب کیا کرتے تھے۔ پہلے صفحات میں طارق بن زیاد سے لیکر یوسف بن عبدالرحمان فہری کے دور امارت تک کی جو مختصر تاریخ پھر کی گئی اس سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اندلس اور اہل اندلس اس مدت میں کن حالات سے گزرے۔ کبھی تو اندرونی خلفشار انتشار اور بغاوتیں کبھی بیرونی اور قرب و جوار کی عیسائی ریاستوں کی سازشیں اور کبھی خود نا اہل امراء و ولایہ کی نااہلی اور نااہلی نے اندلس کو وہ وقار اور سکون نہیں بخشا۔ ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ دارالخلافہ اندلس سے بہت دور مشرق میں واقع تھا جہاں سے اندلس کی خاطر خواہ نگرانی نہیں ہوسکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اندلس دارالخلافہ کی بے توجہی کا شکار رہا۔

اندلس کے آخری امیر یوسف بن عبدالرحمان فہری جب امارت اندلس پر ممکن تھے اس وقت مشرق میں ایک خونیں ڈرامہ کھیلا جا رہا تھا۔ امویوں کو تخت و تاج سے محروم کر کے عباسیوں نے ان کے قتل اور غارتگری میں وہ کردار ادا کیا جو تاریخ کے طالب علم اور مرعزل و فرد والے کو خون کے آنسو لانے کے لئے کافی ہے۔ یہ تو امویوں کی اقبال مندی کا ستارہ انہیں اندلس پہنچ لایا ورنہ وہ اسی وقت گوشہ گنہاں میں چلے گئے ہوتے۔ یہ خدائی کرشمہ ہی تو تھا کہ اموی خاندان کا ایک زیورک فرزند عبدالرحمان کسی طرح عباسیوں کی خوبی ہمنوں سے بچ نکلا جس نے اندلس پہنچ کر اپنا کھویا ہوا وقار بحال کیا۔

عہد الرحمان الداخل کو اندلس میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے کافی ہاتھ بٹھانے پڑے۔ اس نے اپنے حامیوں کی مدد سے اس وقت کے امیر یوسف بن عہد الرحمان فہری سے مقابلہ کیا جس میں بالآخر اسے کامیابی ملی۔ مشرق میں عباسی حکومت کے استحکام کے بعد عباسی خلفاء نے اس بات کی کوشش کی کسی طرح سے عہد الرحمان کو قتل کر دیا جائے اور اندلس کو اپنے زیر اقتدار لے آ یا جائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔ عہد الرحمان الداخل کو اندلس میں اقتدار سنہ ۱۲۸ھ میں حاصل ہو سکا تھا۔

عہد الرحمان الداخل کے عہد حکومت میں متعدد بار اندرونی و بیرونی بغاوتیں اور حملے ہوئے جسے اس نے بروقت اقدام کر کے فرو کر دیا۔ اس نے ۲۳ برس چار ماہ کی مدت امارت میں جہان اپنی حکومت کو مضبوطی اور استحکام بخشد وہیں رہا کی خوشحالی اور ان کی امن و عافیت کیلئے ضروری اور مؤثر اقدامات کئے۔ کون سوچ سکتا تھا کہ ایک نہتہ شہزادہ جو نو عمر بھی تھا اپنے آبائی مظلوم سے دور اجنبی جگہ میں آکر اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور ایک ایسی حکومت کی داغ بیل ڈالے گا جو تمام عالم کا مطمح نظر ہو اور جس کی طرف وقت کی طاقتور اور عظیم سلطنتیں دوستی کا ہاتھ دراز کریں گی۔

عہد الرحمان الداخل کے اندلس کے اقتدار پر ممکن ہو جانے کے بعد مشرق سے اندلس کا سیاسی اخبار سے رشہ منقطع ہو گیا خطبہ میں مشرق کے خلفہ کی جگہ وہاں کے امراء کا نام رہنے لگا۔ اور بھی سے اندلس ایک مستقل بنفسہ اور آزاد سلطنت کی حیثیت سے جانا جانے لگا۔

عہد الرحمان الداخل کے بعد اس کے بیٹے هشام اول نے اقتدار حکومت سنبھالا۔ اپنے سولہ سالہ دور اقتدار میں اس نے ایک بے مثال حکومت قائم کی۔ عدلی و مساوات کی اسی بے نظیر مثال شاذ ہی ملے گی وہ نہایت نیک شفی اور پرہیزگار تھا۔

اس کی حکمرانی ملک کے ہر فرد کے قلوب پر ثبت تھی۔ اپنے وغیرہ بھی اس کی نظر میں یکساں احترام اور عزت پاتے تھے۔ اس کو شعر و شاعری اور علم و ادب سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ بلند پایہ عالم اس کے دربار کی شان تھے جن میں عیسیٰ بن دینار عبد الملک بن حبیب بن یحییٰ اور سعید بن حسان جیسے جلیل القدر اہل علم کرامی قابل ذکر ہیں۔ اس نے عربی زبان کی تعلیم پر بھی خاصی توجہ دی اور اسے یہودیوں اور عیسائیوں کی درسگاہوں میں بھی علم کرنے کی کوشش کی۔

ہشام کو بھی مستقل اندرونی و بیرونی سازشوں اور بغاوتوں سے سابقہ پڑا۔ خود ان کے بھائیوں نے حق باد شاہی کا دعویٰ کیا لیکن وہ ان تمام مسائل کو اپنی ہمت مستقل مزاجی اور صاف فہمی کی وجہ سے دہالے گئے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نظم مملکت اور انفرادی جبروت قائم رکھنے کے لئے لوگوں کی جان و مال کسی چیز پر واپس نہیں کی۔ ضرورت پڑی تو انہوں نے ہزاروں کی جانیں لی۔ لیکن ساتھ ساتھ انہوں نے ملکی انتظامات اور امن و امان کے قیام میں بھرپور دلچسپی لی۔ فی کو مستقل حسنت دینے اسلحہ خانے بنوائے مردم شماری کروائے اور در دراز سے خیرین منگوائے کا بہترین انتظام کیا۔

ڈاکٹر اشفاق ندوی (۱) کے بقول ہشام نے سات سال اور نو مہینے حکومت کی۔ اس عرصہ میں اس قریب دہائی حکمران نے پورے اسہمن کو بہشت زار بنادیا۔ ہر جگہ امن و سکون اور ہر شخص خوش و خرم۔ چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

ہشام کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے حکم اول نے جس کی عمر ۲۲ سال تھی عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ تعلیم و تربیت اچھی تھی اپنے باپ کی زندگی میں کئی کاروائیاں انجام دے چکا تھا۔ اس کے عہد میں بھی اس کے چچا نے بغاوت کی اور حق امارت کا دعویٰ کیا جسے اس نے شکست دی۔

اس کا دور اگرچہ چوتھائی صدی سے کچھ زیادہ ہے مگر یہ علم طور سے انتشار اور بد نظمی کا شکار رہا۔ مورخ ابن اثیر کے بقول "وہ صاحب علم دانش مند اور باہمت فرمانروا تھا مگر شان و شوکت کا دلدادہ اور شکار کا شوقین تھا۔ عیش و نشاط کی محفلوں کو پسند کرتا تھا اور شاعروں اور شہنوں کو انعام و اکرام سے نوازتا تھا۔ ۵۲ برس کی عمر میں اس کا انتقال سنہ ۸۲۲ھ میں ہوا۔

عبدالرحمان ثانی نے اپنے باپ کے انتقال کے بعد ۲۱ برس کی عمر میں عمان حکومت سنبھالا۔ اپنے باپ کے برخلاف یہ نیم دل اور رحمدل حکمران تھا۔ عقل فہم تدبیر و تجربہ بہت رکھتا تھا۔ ملکی کاروائیوں فوجی مہمات اور رعیت کی خوشنودی کیلئے کلم کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ اس کے باپ نے اس کی تعلیم و تربیت اور پرورش و پرداخت میں بڑا اچھا رول ادا کیا تھا۔

شمالی یورپ میں آباد فارمن قوم نے جواہری قزاقی اور لٹوی ہن میں مشہور تھی اور جس کی وجہ سے ساحلی علاقوں کے باشندے غیر مامون تھے اس کے اسلامی بحری بیڑے اور بری فوج نے ان کی قزاقانہ سرگرمیوں کا مناسب تدارک کیا۔ اور شاہ فرانس کی شہ پر مار دہ اور طلبہ کے عسائیوں نے بھی شورشیں برپا کیں مگر اس نے سختی سے انہیں دبا دیا۔ اسی طرح قرطبہ میں عسائیوں نے مساجد کی بے حرشی کی جس کا اس نے نہایت دانشمندی سے استعمال کیا اور ان کی گوش مالی کی۔ اس کے چہرے دادا نے اس کے عہد میں پھر بغاوت پر کسی باغی جسے اس نے ناکلم بنادیا۔ اس طرح کی متعدد بغاوتیں رونما ہوئیں۔ جن کو فرو کرنے میں عبدالرحمان نے بڑی حکمت عملی کا ثبوت دیا۔

جمہوری طور پر اس کا دور اقتدار امن و امان کا دور تھا۔ تہذیب و تمدن اور علم و ثقافت میں اندلس اس وقت ساری دنیا میں سب سے آگے تھا۔ عبدالرحمان کے عہد کی یہی تہذیبی روایات اور عہدوں کی خوش وضعی کو دیکھ کر اہل یورپ نے

بھی اپنے تہذیبی ڈھانچہ میں عربوں کا تہذیبی رنگ بھرا - عبدالرحمان اوسطاً اندلس کے اموی فرما نرواؤن میں ایک نمایان مقام رکھتا ہے - خود اس کی زندگی اور سیرت کی تشکیل عربوں کے شریفانہ اوصاف اور بلند کردار پر ہوئی تھی - اندلس اس کے عہد حکومت میں ترقی کے اس مقام پر تھا کہ وقت کی عظیم طاقتیں اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں فخر محسوس کرتی تھیں - چنانچہ ان کے زمانے میں متعدد غیر ملکی سفارتیں آئیں جو دوستی اور روابط کی خواہان تھیں -

عبدالرحمان سے قبل اندلس کی سالانہ آمدنی چھ لاکھ دینار تھی جس کو عبدالرحمان نے دس لاکھ دینار تک پہنچا دیا - اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس نے عوام پر بے جا ٹیکس عائد کر دیا بلکہ اس کے دور میں عوام سے کوئی غیر قانونی اور غیر شرعی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا - کسی بھی کسان زمیندار ناجرا اور دوسرے ظلم کا ج کرنے والوں سے غیر شرعی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا - کچھ نئے قانون وضع کئے گئے - وزراء، عمال اور امراء کے اختیارات متعین کئے گئے - یہ عبدالرحمان کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے تمام کارندے نہایت ایماندار تھے اور کسی بھی شعبہ میں وہ کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتے تھے چاہے اس کا تعلق حکمران یا کسی با اثر شخص سے ہو -

عبدالرحمان اپنے والد کے برعکس علم و فنون کا دلدادہ تھا علماء و فضلاء کو اس کی سہولتی حاصل تھی - اس کے دربار میں جس قدر شعروادب کے شائقین علم و فنون کے ماہرین اور راگ و موسیقی کے رسائے اس سے پہلے کے کسی بادشاہ کے دور میں نہ تھے - علم و ادب کے شائقین دور دور سے یا سفر اس کے دربار میں آتے تھے کہ وہاں ہمارے علم و فن کی قدردانی اور عزت افزائی ہوگی - علم و ادب کی ترویج کی غرض سے اس نے متعدد مدارس کھولے اور وظائف بھی مقرر کئے -

ڈاکٹر کونڈے کے مطابق (۱)

This king was the father of the poor and to his other excellent he added the advantage of much learning.

عبدالرحمان کوفہ میں بھی خاص لگاؤ تھا۔ اس نے ملک بھر میں متعدد عالیشان محلات بنوائے تفریح گاہیں اور نواح لکھنؤ میں مساجد مدارس سرائیں اور شہلخانہ وغیرہ بنوائے۔ ملک کے دفاعی انتظامات پہلے بحری بیڑوں کی تشکیل کی اور اسلحہ خانے بنوائے غرضیکہ اس نے قریبہ کو خوبصورتی کے لحاظ سے دوسرا بغداد بنادیا۔ جیسا کہ لین ہول لکھتا ہے۔ (۱)

The new Sultan converted cordava into a second Baghdad.

Abdur Rahman built palaces, laid out gardens and beautified his capital with mosques, mansions and bridges.

عربی زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیوں نے بھی عربی زبان و ادب سیکھنے اور اسی میں گفتگو کرنے چنانچہ شعراء نے بھی عربی میں شاعری کی اور اپنی کتابیں تصنیف کیں۔ اسی دور کے ایک عیسائی راہب کے بقول "مسیحی اپنی زبان بالکل بھول گئے یہاں تک کہ ہزار میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو ایک جملہ لاطینی کا صحیح لکھ سکے۔ عبدالرحمان ثانی نے تیس سال سے زیادہ حکومت کی۔ ۶۲ سال کی عمر میں سنہ ۲۲۸ھ میں اس کا انتقال ہوا (۲)۔

عبدالرحمان اوسط کے انتقال کے بعد اس کا جانشین محمد ہوا۔ یہ کچھ زیادہ نرم دل تھے اسلئے عیسائیوں نے نقل و حرکت میں تیزی کر دی لیکن محمد کی سختی نے انہیں مزید بڑھنے نہیں دیا۔ محمد دین شعائر کے پابند تھے۔ انہوں نے اعلان جہاد کیا متعدد اندرونی و بیرونی بغاوتوں کو فرو کیا۔ ان کے متعلق

(۱) بحوالہ اسپین میں عرب کلچر

(۲) تاریخ علماء الاندلس ابن الفرص تحقیق سید عزت عطار (۱-۱۲-۵۳) ۱۲ و ۱۳

ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے کافی غور و خوض کیا کرے
تو یہی وجہ ہے کہ ان کی اس ترقی اور دیر تک حاکمہ فہمی مسئلہ کی سنگینی میں
اصافہ کر دیتی تھی۔ ان کے سلسلہ میں ایک بات اور کہی جاتی ہے کہ ان کے اندر
بے لوث مذہبی تعصب زیادہ تھا اس بنا پر یہودی اور عیسائی ان کے خلاف اٹھ
کھڑے ہوئے۔ (۱)

ان میں ادباء، شعراء اور علماء و فضلا سے کہرا لگاؤ تھا اور یہ خود بھی
ادیب و شاعر تھے۔ ان کا دور اقتدار سنہ ۲۲۸ھ سے سنہ ۲۵۷ھ تک رہا۔

محمد بن عبدالرحمان ثانی کے بعد یکے بعد دیگرے مئذربن محمد ۲۵۷ھ
۲۷۳ اور عبداللہ بن محمد ۲۵۷-۳۰۰ کے مائند میں عمان حکومت آئی۔
عہدوں کی موروثی روایات ان کے اندر بھی تھیں لیکن ان کا دور اقتدار متعدد بار
کرنے کرنے سنبھلا کیونکہ مورخین کے بقول ایک تو یہ کہ حکومت کا بار سنبھالنے میں
یہ نا اہل ثابت ہوئے تھے دوسرے یہ کہ اندرونی و بیرونی سازشوں نے جن
لئے نہیں دیا۔ البتہ عبداللہ بن محمد کے دور اقتدار کے آخری زمانہ میں بعض
اسی خدائی صلحیں وقوع پذیر ہوئیں کہ اس اموی خاندان کی گری ہوئی سلطنت
سنبھل گئی۔ ان کا پورا دور اقتدار بہتر آخری کے چند سالوں کے ہزدی کا مکمل
نمونہ تھا۔ البتہ ایک زبردست کارنامہ عبداللہ کا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے مردم
شناسی اور جوہر شناسی کا مکمل ثبوت دینے ہوئے اپنے تمام بیٹوں کی موجودگی میں
اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کا پوتا عبدالرحمان جانشین
ہوگا۔ چنانچہ عبدالرحمان ۲۱ سال کی عمر میں اندلس کے تحت ہر مشکن ہوا۔ یہ وہ
دور تھا جبکہ پورا ملک طوائف الملوک کے دروازے ہر دستک دے رہا تھا ہزاروں اور
خانہ جنگیوں سے ملک ٹکڑے ٹکڑے ہوا جابھتا تھا عیسائیوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے

ہونے سے مقامات پر قبضہ بھی کر لیا تھا کچھ سابق حکمرانوں نے کچھ مردانگی کے
ساند مقابلہ بھی کیا تھا مگر وہ ملک میں امن و سکون قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے
تھے ۔

عبدالرحمان ثالث بہت ذہین تعلیم یافتہ با ہمت اور ذی حوصلہ شخص
تھا ۔ اس کی تعلیم و تربیت بہت اہتمام سے کی گئی ۔ یہی وجہ ہے کہ تخت نشین
ہونے ہی اس نے اپنی قابلیت اور سیاست کی بے پناہ نبوت پیش کیا ۔ معمولی ہی
عرصہ میں اپنے اخلاق و تدبیر سے اور عوام کی فلاح و بہبود اور راحت و آسائش
کے انتظام سے باشندگان اندلس کا دل جیت لیا جیسا کہ لین پول لکھتا ہے (۱)
The young prince had already succeed in wining the favour of the
people and the court. His handsome presence and princely hearing,
Jain to a singular grace of manner and acknowledge power of mind,
made him generally popular, and it was with a feeling of renewed
hope that the cordovans, who were almost the only subjects he had
left, watched the first proceedings of the new Sultan.

عسائی حکمرانوں سے اس کی ہر کہ آرائی ہوئی ۔ ہر ہر کہ میں اس نے اپنی
جنگی مہارت کا ثبوت دیا ۔ فنون حرب و ضرب میں ماہر ہونے کے علاوہ وہ ایک بلند
پایہ عالم بھی تھا ۔ بلا لحاظ مذہب و ملت تمام علماء کی عزت اور ہمت افزائی کیا
کرتا تھا ۔ اس کا پچاس سالہ عہد حکومت اسپین کی اسلامی حکومت کا عہد زریں
کہلاتا ہے ۔

چونکہ میں مقالہ کا اصل موضوع چوتھی اور پانچویں صدی سے متعلق ہے اور
عبدالرحمان ثالث اسی دور سے متعلق ہے اس لیے اس کے اموال و کوائف اور کارناموں پر
ذرا تفصیل سے روشنی کی ضرورت ہے ۔

نخت نشینی کے بعد عبدالرحمان نے تمام باقی سرداروں کو تنبیہ کی۔ چنانچہ عسائی اور سلمان قلعہ داروں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس نے ان تمام ریاستوں پر اپنا تسلط قائم کیا جن کے گورنر اپنے آپ کو مرکز کا تابع نہ سمجھ کر خود کو وہاں کا حاکم سمجھنے لگے تھے۔ اشہلہ، طلحہ، سرقسطہ، جلیقہ اور نوار اور لیون وغیرہ کے عمال نے عبدالرحمان کی طاقت کا لوہا مانا اور اس کی نایمندی اختیار کی۔ عسائیوں کی اطاعت و نایمندی کا ایک بنیادی سبب یہ تھا کہ اس نیک دل حکمران نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ عدل و انصاف کے نقطہ نظر سے اچھے لٹے مسلمان اور عسائی سبھی برابر ہیں۔ پروفیسر حش کے بقول (۱)

"The young Amir proved himself the man of the hour, His were those qualities of resoluteness daring and condour which characterize leaders of men in all ages. Slowly but surely Abdur Rahman reclaimed the lost provinces, one after the other. With characteristic energy, which he displayed throughout his long reign of half a century (912-61) he extended his conquest on all sides."

اس نے گورنر وزراء اور امراء سے تمام اختیارات سلب کر لئے جن سے آئندہ دن کی بغاوتوں کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اس نے ایک اور قابل ذکر اور جرات مندی کا ثبوت اپنے نام کے ساتھ خلیفہ کا لفظ لکھ کر دیا یعنی اس نے اپنے لئے امیر کی بجائے خلیفہ کہے جانے کا اعلان کیا۔ ایسی جرات اس نے اس وقت کی جب مشرق میں عباسیوں کے اقتدار کی بنیادیں ہل گئیں تھیں اور عباسی خلیفہ مقتدر کا قتل ہوا تھا اس وقت اس نے امیر المومنین ناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا۔ اسپین کا یہ پہلا حکمران تھا جس نے اپنے آپ کو خلیفہ کہلانے کی جرات کی۔ (۲)

(۱) بحوالہ اسپین میں عرب کلچر ص ۸۱

(۲) المغرب - ابن سعد (۱ - ۱۴۷)

ملک میں امن و سلامتی کے بحال ہونے کے بعد عبدالرحمان نے تمدنی اور تعمیری کاموں کی طرف بھرپور توجہ دی اور اندلس کو تہذیب و تمدن کی اعلیٰ بلندیوں تک پہنچا دیا۔ سلطنت کے حسن انتظام کے متعلق تمام مسلم و غیر مسلم مورخین کا اتفاق ہے کہ اس کی مساعی کی بدولت اسپین کا شمار دنیا کی طاقتور سلطنتوں میں ہونے لگا۔

اس نے عوام کو ہر طرح کے ٹیکسوں سے آزاد کر دیا۔ اسلامی شریعت کے مطابق صرف زکوٰۃ اور جزیہ لیا جاتا تھا۔ جس کے عوض انھیں یہ شمار سبیلین فراہم کی جاتیں۔ عوام کے تجارتی امور کی حفاظت کی جاتی غیر ممالک سے تجارت کے لئے جہاز وغیرہ کا انتظام کیا جاتا۔ مسافروں کی راحت کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چوکیاں قائم تھیں۔ تجارت کا یہ حال تھا کہ حکومت کو غیر ملکی محاصل سے ایک کروڑ بیس لاکھ دینار کی سالانہ آمدنی تھی۔ اندلس کی تجارتی منڈیاں افریقہ اور ایشیاء میں موجود تھیں۔ عبدالرحمان نے تجارت کو فروغ دینے کے لئے ایک ہزار جہاز بنوائے۔ دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی ساٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار دینار تھی۔ مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی ملک اور رعایا پر صرف ہوتی تھی۔ جیسا کہ حقی کا کہنا ہے۔ (۱)

"Commerce and agriculture consquently flourished and the sources of income for the state were multiplied. The Royal revenue amounted to 6,245,000 dinars, a third of which sufficed for the army and a third for public works, while the balance was placed in reserve."

اس عہد میں زراعت کو بھی حیرت انگیز فروغ ملا۔ آبپاشی کے لئے پورے ملک میں نہریں اور تالاب کا انتظام کیا۔ غیر ممالک سے جزیہ پوشیاں اور پورے ملک کو

عہدہ ہمدانوار پر کاشتکاروں کی ہمت افزائی کے لئے ہمیشہ بہا انعام و اکرام سے نوازا
قرطبہ ملائحہ غرناطہ اشبیلہ مرسیہ ماردہ سرقسطہ اور طلبطلہ وغیرہ کے
دیہی علاقے لہلہانے کھیتوں اور سدایہاں باغات میں تبدیل ہو گئے۔ ملک کی
حفاظت کیلئے بحری بیڑوں کے نظام کو مضبوط بنایا۔ محتاجوں اور ناداروں کیلئے
سرکاری مکانات اور ہسپتالوں کیلئے دارالرحمائی قائم کیا۔ جہاں بچوں کی تعلیم و
تربیت کا مقول انتظام کروایا۔ شاہ سواروں کے ذریعہ ڈاک کی تقسیم کا انتظام
ہوئے ہمدانے پر کروایا۔

ان سب کے علاوہ عہد الرحمان علم و ادب کا سرپرست اور شیدائی تھا۔ اس
نے قرطبہ میں بے شمار مدارس جامعات اور دارالعلم قائم کئے۔ طلباء کی رہائش
اور خورد و نوش کی ذمہ داری شاہی خزانے کے ذمہ تھی۔ بغداد قسطنطنیہ
قاہرہ مکہ مدینہ میں ایران و خراسان جیسے دور دراز کے علاقوں اس کے دیہار
کی زینت تھے جو تفسیر حدیث فہم فلسفہ فقہ حدیث ہنر ادب اور شاعری
وغیرہ میں مہارت نامہ رکھتے تھے۔ ان میں مختلف مذاہب کے پیرو ہونے سے مگر
عہد الرحمان کا سلوک عزت افزائی اور قدردانی میں سب کے ساتھ یکساں تھا۔

ڈاکٹر اشفاق احمد ندوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "اس کے شاندار
کارناموں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ ملکی فتوحات میں اکبر اعظم نسوانی حسن کی
قدردانی میں جہانگیر تعمیرات میں شاہ جہاں اور باد الہی میں اورنگ زیب کے ہم پلہ
تھا۔ اس کی تعمیر کردہ مساجد شاہ جہاں کی مساجد کا جواب نہیں اور اس کا قصر
الزہراء شاہ جہاں کے تعمیر کردہ روضہ تاج محل کا مقابلہ کرتا تھا۔" (۱)

عہد الرحمان سم جوامی حکمرانوں میں عظیم ترین حکمران تھا جس نے
تہذیب و تمدن کو غیر معمولی عروج دیا جس نے صنعت و حرمت تجارت و زراعت

(۱) اسپین میں عرب کلچر۔ صاحب المصنوع کے بقول ۴۲ سال کی عمر میں حکم

تعمیرات و اختراعات علم و ادب اور علماء و فضلاء کو غیر معمولی اہمیت دی اور ہر میدان میں جہت انگیز کارنامے انجام دینے اور ساتھ ہی اندلس کو آسودگی و خوشحالی اور امن و امان سے بہشت زار بنادیا تھا وہ ۱۶ اکتوبر سنہ ۹۶۱ھ بمطابق سنہ ۳۶۶ھ کو انتقال کرگیا۔ حتیٰ کا کہنا ہے (۱)

"Never before was cordava so prosperous, Al Andalus so rich and the state so triumphant and all this was achieved through the genius of one man, who we are told, died at the ripe age of revent three being a statement that he had known only fourteen days of happiness."

عبدالرحمان ناصر کے بعد اس کا نہایت ہی با حوصلہ نیک دل اور علم دوست بیٹا حکم ثانی (۲) ۳۸ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ چونکہ یہ باپ کی زندگی میں حکومت کے بہت سارے انتظامات سنبھالنے لگا تھا اس لئے اس کے حسن انتظام کی شہرت پھیل گئی تھی۔ اس کی علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ بیٹے بیٹے عالم اس کے سامنے بولنے ہوئے گھبراتے تھے۔ مورخین کا خیال ہے کہ اگر حکم حکمران نہ بھی بنتا تو تاریخ کے صفحات میں ایک بلند پایہ عالم کی حیثیت سے یاد رکھا جاتا۔ اس کی فطرت تھی کہ وہ شب و روز علماء کی صحبت میں رہتا اور ان سے بحث و مباحثہ کرتا۔

اس نے عہدہ سنبھالنے ہی نظم کا غذات کا مطالعہ کیا اور اکثر عہد داروں کو اپنی جگہ رہنے دیا۔ اس کے مطالعہ کتب میں حد درجہ انہماک کو دیکھ کر کچھ عیسائیوں نے یہ سجدہ کیا کہ یہ میدان سیاست کا شہسوار نہیں ہے اس لئے

(۱) بحوالہ اسپین میں عرب کلچر ۸۷

(۲) ایضاً (۱-۱۵)

جگہ جگہ ہفاؤں نے سراٹھانا شروع کیا۔ لیکن اس نے بڑی ہوشیاری سے ان سب ہفاؤں کا قطع قمع کر دیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ اس کا پورا دور حکمرانی عموماً امن و امان میں گزرا۔ زندگی کے ہر میدان میں یہ مہارت نامہ رکھتا تھا۔ حریص صفات اور انتظامی صلاحیتوں کے علاوہ حکم ثانی علماء کے حق میں بہت فہاس تھا۔ اس کے دربار میں علماء فقہاء اور ادباء کی ایک بھڑ جمع رہتی تھی۔ بغداد مصر اور ایشیائی شہروں سے علم و ہمارف کے نادر نسخے منگوا یا کرتا۔ اس کی خاطر اس نے بعض افراد اور نمائندے مخصوص کر دیئے تھے جو صرف اس امر پر مامور تھے۔ دنیا کا کوئی عالم ایسا نہ تھا جس کی کتاب اس کی لائبریری کی زینت نہ بنی ہو۔ چنانچہ ابوالفتح اصفہانی کی کتاب "الأغانی" ابھی لکھی جا رہی تھی کہ اس نے ایک ہزار دینار بطور پیشگی صرف اسلئے بھیجے کہ کتاب مکمل ہونے میں سب سے پہلے اس کی ایک نقل قرطبہ روانہ کر دی جائے۔ اس کی ذاتی لائبریری اس کے شاہی محل سے کم خصوصیت نہیں تھی۔ اس لائبریری میں ہزاروں جلد ساز ہمہ وقت کتابوں کی تزئین و آرائش اور جلد بندی میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے کتب خانے میں چار لاکھ سے زائد کتابیں تھیں اور ان کی فہرست ۲۲ جلدوں پر مشتمل تھی۔ ہر جلد کے پچاس ورق تھے حکم نے تقریباً تمام کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان میں سے بیشتر پر اپنے حاشیہ لکھا تھا۔ اندلس کی تاریخ اس نے خود لکھی۔ (۱)

اس علم و فضل والے حکمران کے علم و فن کے شوق کی وجہ سے وہاں کی عوام کا بھی علم و ادب سے شوق بڑھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے دربار میں علماء کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا تھا۔ اتنے سارے مدارس شہر شہر اور قریہ قریہ قائم کیا کہ اس وقت اندلس کا تقریباً ہر شہری نوشت و خواندہ سے واقف ہو گیا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ سارا یورپ جہالت کی گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ طلباء کو کتابیں اور وظیفے اساتذہ کی تنخواہیں بھی شاہی خزانے سے دی جاتی تھیں۔

قرطبہ کی جامعات میں اسپین کے عیسائی اور مسلم طلباء کے علاوہ ایشیاء
افریقہ اور یورپ کے طلباء بھی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ حکم نے اس یونیورسٹی پر
تقریباً دو لاکھ اکسٹھ ہزار پانچسو سونتیس دینار صرف کئے۔ دنیا کے بڑے بڑے
عالم اور ماہرین علم و ہنر کی صورت میں موجود تھے۔ طب فلسفہ ریاضی تاریخ
زراعت صنعت و حرفت اور دیگر مضامین میں اعلیٰ تعلیم کا بہترین بندہ بست تھا۔
عوام کی علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ سرکاری لائبریریوں کے علاوہ قرطبہ میں ہر شخص
کا ذاتی کتب خانہ تھا۔ علم و ادب کی جانب حد درجہ رجحان کے باعث وہاں ایسے
اشخاص پیدا ہوئے جنہوں نے گرانقدر تصنیفی خدمات انجام دیں۔ خوش نویسون کی
تعداد بڑھی کتب کے ناظرین میں اضافہ ہوا۔ صرف قرطبہ میں کتب فروش
دکانوں کی تعداد بیس ہزار سے زائد بتائی جاتی ہے۔ یونانی عبرانی اور دیگر زبانوں
کی کتابوں کے سیکڑوں مترجمین موجود تھے۔ حکم نے دس ہزار خطاط صرف اسلئے
ملازم رکھے تھے کہ وہ بڑی کتابوں کی نقلیں تیار کریں اور انہیں سرکاری لائبریری اور
درسگاہوں میں بھیجیں۔

حکم کی علم دوستی اور حد درجہ مطالعہ کے شغف نے رہا ہا کی خوشحالی
اور آرام و آسائش کے انتظام سے اسے غافل نہیں کیا۔ اس کی حد التون میں جھوٹے بڑے
سبھی کو انصاف ملتا اور اس ذریعہ ہر خاص و عام کیلئے کھلا رہتا تھا۔ اس نے
عوام کی سہولت کیلئے جگہ جگہ شفاخانے بنوائے دو خانے کھلوائے اسی طرح کاشتکاروں
کو تمام سہولتیں حاصل تھیں کوئی ٹیکس اور جنگی نہیں تھی۔ عوام کی آمدنی پر
کوئی ٹیکس نہیں تھا۔

اپنے والد کی طرح اسے بھی تعمیرات کا شوق تھا۔ اس نے قرطبہ کی جامع مسجد
میں بعض اصلاحے کئے۔ مسجد کے باہر سرائے بنوائی جس میں مسافروں کے لئے حکومت
کی طرف سے ہر طرح کا بہت انتظام تھا۔ حکم نے جامع مسجد کی اضافی تعمیر پر
دو لاکھ اکسٹھ ہزار پانچسو سونتیس دینار خرچ کئے۔ اس کے زمانے میں کوئی مجلس

ایہا ہیج شخص سزکون پر بھیک مانگتا ہوا نظر نہیں آتا تھا۔ وہ جب تک زندہ رہا ملک میں کسی طرح کی بد امنی یا انتشار نہیں پیدا ہوا اور نہ ہی کسی کو اس کے خلاف شکایت کا کوئی موقع ملا۔ اس کے زمانے میں شراب نوشی اور فروش دوتون ممنوع تھیں۔ غریبوں اور نادراون پر ایک مضمین رقم روزانہ خرچ کی جاتی تھی۔ ۶۲ سال کی عمر میں حکم پر فالج کا حملہ ہوا اور یکم اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء کو بمطابق سنہ ۱۳۷۱ھ کو انتقال ہو گیا۔ (۱) اور اسی کے ساتھ اسہیں سے اموی حکومت کی شان و شوکت کا زوال شروع ہو گیا۔

عبدالرحمان ناصر اور حکم ثانی کا دور حکومت جو تقریباً ۶۵ سالوں پر مشتمل ہے اندلس کی تاریخ کا بڑا ہی زہین دور تھا۔ عبدالرحمان ناصر کے عہد میں اندلس کا جہاد و جلال اور شان و شوکت شہرت و ناموری کے آسمان پر تھا۔ قرب و جوار کی عیسائی ریاستیں اور رومن ایسٹروس اندلس کی طرف دوستانہ ہاتھ بڑھانے میں فخر محسوس کیا کرتے تھے اور اس غرض کے لئے متعدد بار ان کے دیہار میں وفود آتے۔ ان خاص مواقع پر اندلس کی عظمت و رفعت کے مظاہر کو دکھانے کے لئے عبدالرحمان نے بطور خاص اہتمام کیا۔ چاہے اس کی عظمت و رفعت کا تعلق سرسبزی و شادابی انتظامی امور تعمیرات و اختراعات فنون لطیفہ یا علم و ہمارف سے ہو ہر ایک کی نمائش کا بہترین انتظام ہوا کرتا تھا تاکہ ان وفود کے استقبال کے ساتھ ساتھ اپنی شان و شوکت اور عزت و سربلندی کا سکھ جما رہے۔ وفود جس قدر گرانقدر ہوا یا تحائف لیکر آتے ان کی واپسی کے وقت ہمیشہ تحائف ادا کرے بھی بھیج جاتے۔ یہ اس بات کا مظہر ہوتا کہ ہم بھی تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ (۲)

(۱) المغرب (۱-۱۸۱)

(۲) نفع الطیب ج ۱ ص ۲۶۲ تا ۲۷۱ تفصیل مختلف حوالوں سے دیج ہے۔

عبدالرحمان اوسط اور حکم ثانی کے علم و فضل اور علماء و فضلاء سے لگاؤ کا تذکرہ پوری نئے اپنی کتاب میں مختلف حوالوں سے بالتفصیل پیش کیا ہے۔ جس سے ان تمام باتوں کی تصدیق ہوتی ہے جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ (۱)

حکم ثانی کے بعد اس کو ایسا جانشین نہیں مل سکا جو اندلس میں اموی اقتدار کے استحکام کو کم از کم برقرار رکھ سکنا۔ اگر اس میں مزید اضافہ کی قدرت نہیں رکھتا۔ چنانچہ اندلس طوائف الملکی کا شکار ہو گیا کیونکہ هشام (۲) بن الحکم ابھی نابالغ تھا کہ اس کے سر پر خلافت کا تاج رکھ دیا گیا۔ منصور بن ابی عامر جو هشام کا حاجب تھا (۳) اندلس کے اقتدار پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ برائے نام خلیفہ هشام کی آڑ میں حاکم مطلق منصور بن ہشام جس نے من مانی اور مطلق العنانی کی روس اختیار کی گرجہ اس کے ہاتھ میں مورخین کا خیال ہے کہ اندلس کے اتحاد اور تمام ریاستوں کو جوڑنے رکھنے میں اس نے مؤثر تدابیر اختیار کیں۔ پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے المحدثی محمد بن هشام (۳۹۹ھ - ۴۰۰ھ) بن عبدالجبار بن الناصر اور المستعین سلیمان (۴۰۰ھ - ۴۰۴ھ) بن الحکم بن سلیمان بن الناصر منصب خلافت پر متعین ہوئے۔ پھر عبدالرحمان رابع ۴۰۴ھ تا ۴۱۲ھ عبدالرحمان خامس ۴۱۲ھ تا ۴۱۶ھ اور هشام الثالث ۴۱۶ھ تا ۴۲۸ھ نے خلافت کا بار سنبھالا (۴) اس اثنا میں مرکزی نارالخلافت کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ اموی اقتدار کا شعراہہ پکھر چکا تھا اور مختلف ریاستوں کے گورنر اور امراء نے مطلق العنان ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ اب اندلس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ ملوک الطوائف آپس میں دست بگریبان رہنے لگے

(۱) نفع الطبیب ج ۱ ص ۳۲۷

(۲) هشام کا لقب المود تھا۔ اس کا دور خلافت ۲۶۶ھ تا ۳۹۹ھ ہے۔

بحوالہ قصۃ الأدب فی اللدلس ج ۱ ص ۶۶

(۳) ابن عبد البر - آلدکتور محمد عبد الحق اور تاریخ علماء الاندلس (۱-۱۵) اور

المغرب (۲-۲۳۶)۔

(۴) المقنن ج ۳ - ابن حبان محقق وانطونہ سنہ ۱۹۳۷ (۱ تا ۶)

ہر ایک بادشاہ اس بات کی فکر میں رہتا کہ اس کا حدود اقتدار وسیع سے وسیع تر ہو جائے اور اس کے لئے وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور جو غالب آجاتا اس کے حدود ملک میں اتنی توسیع ہو جاتی - اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بعض ملوک اوجھے طریقے بھی اختیار کرتے اور قرب و حواری عیسائی رہائشیوں سے ساز باز اور تعاون کے ذریعہ آپس میں لڑتے - یہی وجہ تھی کہ عیسائیوں کو ایک بار پھر سرائعانے کا موقع ملا -

ملوک الطوائف

اموی اقتدار کے خاتمے کے بعد ملک الطوائف نے اندلس میں ۵۷ سال حکومت کی - قرطبہ کی حکومت بنو جہر کے ہاتھ میں سنہ ۲۲۵ھ سے ۲۶۰ھ تک رہی بنو حماد اشہلیہ پر سنہ ۲۱۲ھ سے ۲۲۸ھ تک قابض رہے - بنو حماد مالقہ میں سنہ ۲۰۷ھ تا ۲۲۹ھ قابض رہے - بنو الإقطیس بطلیموس کے اقتدار کے مالک سنہ ۲۸۵ھ تک رہے - بنو عہد سرقسطہ میں سنہ ۲۱۲ھ سے ۵۲۶ھ تک اقتدار میں رہے بنو زہرین غرناطہ میں ۲۲۳ھ تا ۲۸۲ھ قابض رہے بنو حماد المرہہ میں ۲۸۲ھ تک اور عامری شاطبہ میں اقتدار پر قابض ہوئے میں کامیاب ہوئے - اسی طرح سارا ملک متعدد ٹکڑیوں میں تقسیم ہو گیا -

میں مقالہ کا موضوع چونکہ جو تھی اور پانچویں صدی ہجری سے متعلق ہے اسلئے میں بعض طاقتور ملوک الطوائف کا خصوصیت کے ساتھ جائزہ لوں گا -

طلیطلہ میں بنو ذی النون کی بڑی مستحکم اور ایک بہت بڑے خطے پر حکومت تھی - لیکن یہ حکومت بھی مختلف النوع مسائل کا شکار رہی - یوں تو سارے ہی ملوک الطوائف اندرونی و بیرونی انتشار و اضطراب کا شکار رہے اور آپس میں ریشہ و رانیوں میں مشغول رہے - اس حکومت میں قابل ذکر بادشاہ الہامون تھا - اسی نے قرطبہ میں اپنا سکہ جمایا اور بنو عامر کا اقتدار بلنسیہ پر سے چھین کر اپنی حدود میں لے لیا -

بنو ہمد سرقسطہ کے اقتدار پر قابض تھے۔ اس کے ملوک میں المقدرباللہ یوسف المؤمن المستمن احمد (۱) ہمد الملک عماد الدولہ اور سیف الدولہ اقتدار پر قابض رہے۔ المؤمن کے سلسلہ میں قوی نے لکھا ہے کہ یہ صاحب علم تھا خاص طور سے ریاضی میں مہارت قائم رکھتا تھا۔ اس موضوع پر اس کی متعدد تالیفات بھی ہیں جن میں "کتاب الاستکمال والمناظر" مشہور ہے۔

بنو الألفس بطلیموس میں زیر اقتدار تھے۔ ملوک الطوائف میں ملوک بطلیموس کافی اہمیت کے مالک تھے۔ المظفر اور الخوکل اس کے بیٹے ہی مشہور بادشاہ گزیرے گزیرے ہیں۔ المظفر ایک بلند پایہ عالم بھی تھا اور کامیاب سیاستدان بھی۔ تاریخ کے موضوع پر اس کی ایک کتاب "المظفری" (۲) پچاس جلدوں پر مشتمل ہے۔ الخوکل نویسٹ بن ناشقین کی فنی کے ہاتھوں مارا گیا۔ (۳)

ملوک الطوائف نے اندلس کے شخص امتیاز اور عظمت و رفعت کی ہمت کو صبر کر ڈالا تھا۔ آپسی ریشہ دوانیوں اور جنگ و جدال کا فائدہ عیسائی اٹھا رہے تھے چنانچہ مسلمانوں کی طاقت اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ مسلمانوں سے عیسائی ٹیکس وصول کرتے اور جہان میں پانے مسلمانوں کو زیر کر کے اپنا سکہ جما لیتے۔

اندلس پر ایک دور وہ بھی آیا جبکہ ملوک الطوائف کو متحدہ ہونے کی توفیق ہوئی اور کچھ عرصہ لغوی اور بحر مؤحد بن کو بھی ملے۔ ہر اقتدار حاصل رہا۔ مؤحد بن

(۱) مستمن فرانس کے بادشاہ الطائفیہ بن ادفونس سے جنگ کرتے ہوئے سنہ ۵۰۳ھ میں شہید ہوا۔ اس جنگ میں دس ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ بحوالہ فتح الطیب

ج ۱ ص ۲۲۱

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً

کی حکومت کا بانی اور سرخیل عہد المؤمن تھا۔ اس کی مردانگی اور قابل داد جرات نے اپنے لئے اقتدار حاصل کیا۔ غرناطہ کو سنہ ۵۵۷ھ میں لسی نے اپنی سرد بنش سے چھڑوایا غرناطہ اس نے اپنی زندگی میں بہت سارے کاروائے نمایاں انجام دیئے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یعقوب المنصور تخت بادشاہت پر بیٹھ گیا۔ سنہ ۵۹۱ھ میں جنگدار کے موقع سے اس کو زبردست کامیابی ملی۔ توقع سے کہیں زیادہ مال غنیمت قیدی گھوڑے اور اسلحہ جات کے علاوہ لاکھوں دشمن قتل ہوئے۔

ملوک الطوائف کو متحد کرنے اور ان کو دشمنان اسلام کے با مقابل ایک کرنے میں مراہطیں کا زبردست ہاتھ رہا۔ یوسف بن تاشفین جو مراہطیں کا بانی اور سرخیل تھا اس نے اندلس میں دوبار آکر یہ خدمت انجام دی اور مسلمانوں کے اقتدار و قوت کی بے کٹی کی۔

بنو احمرو کی حکومت اندلس میں مسلمانوں کی آخری حکومت تھی۔ انہی کے ہاتھوں سے نصاریٰ نے اندلس کو چھین لیا۔ ان کے دور اقتدار میں متعدد بار اندلس کی حکومت پر مد و جزر آیا بالآخر مسلمانوں کی عظمت کو پہا لے گیا۔ ملوک بنو احمرو نے بہت حد تک اس طوفان کا مقابلہ کیا لیکن بعض اسباب نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔

عربوں کی تہذیب و ثقافت کے اثرات اندلس پر

اندلس کی تہذیب و ثقافت پر عربوں کی تہذیب و ثقافت کے بہت نمایاں اثرات پڑے "الناس علی دین ملوک" کے مقولہ کے تحت یہ کہونکر ممکنہ تھا کہ عرب جو کہ حکمران بن کر اندلس میں آئے تھے وہاں کی تہذیب و ثقافت پر اثر انداز نہیں ہوئے۔ عربوں کی آمد سے اندلس کا نقشہ بدل گیا۔ عربوں سے قبل کتنی ہی قوموں نے اندلس میں اپنا پرچم اقتدار نصب کیا تھا اور اپنی تہذیب کے کچھ نقوش ثبت کئے تھے۔

خصوصاً گاتھک قوم جو مذہب عیسوی کی دعویدار اور علمبردار تھی کچھ مذہبی رنگ
 دینے کی بنا پر اس کے بھی نمایاں اثرات اندلس پہنچے تھے۔ عام طور سے پچھلے قاتحین
 نے وہاں کے سبز زاروں کو لوٹا اور موزاروں کو تاراج کیا مگر مسلم عربوں کے قدم جب
 یہاں پہنچے تو اس کی عظمت و رفعت کوثر یا کا مد مقابل بنادیا۔ عرب کے رہ گزاروں
 سے ہرجم بدل و سلاخی لیکر نکلی ہوئی یہ قوم دنیا کے جس خطہ میں پہنچی وہاں
 اپنی عظمت کے نقوش ثبت کر گئی۔

اندلس میں عربوں کی تہذیب و ثقافت کے اثرات کا احاطہ ممکن نہیں لیونکہ
 عربوں نے آہ سے اندلس کی تہذیب و ثقافت کی تمام ہی جزئیات میں اس کے اثرات
 نمایاں طور سے نظر آتے ہیں۔ پھر یہ کہ اتنے وسیع موضوع پر لکھنے کے لئے وثائق
 و مراجع اسہیں کی عظمت کے زوال کے ساتھ ساتھ ان کی خدمت اور قوی ورنے کو یکسر
 ختم کر دینے کی کوشش کی گئی۔ اور اپنے اس مقصد میں عیسائی حملہ آور تقریباً مکمل طور
 سے نامیاب بھی ہوئے۔ مسلمانوں کو جن جن کو قتل کیا جانے لگا کچھ تو اپنی جان
 بچا کر بھاگے کچھ اپنی جان دیدی اور بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے اصطہاف
 میں اپنی طاقت سجھی۔ عربی کتابیں کتب خانے مدارس کا اجزاء ہوئے ورنہ
 عرصہ جہاں نہ مگر ہوسکا مسلمانوں کے ثبت کردہ تمام اثرات کو ختم کر دیا گیا۔
 لیکن ان سب کے باوجود ان کی خدمات کا اتنا سرمایہ موجود ہے جس سے ان کی عظمت
 و رفعت کی شناخت کی جاسکتی ہے۔ اس کا اہرا خود مستشرقین نے بھی کیا ہے۔
 چنانچہ اسکاٹ نے اندلس کی تاریخ پر جو کتاب تحریر کی ہے وہ اسی بات کی غماز ہے۔

علم و فنون کی ترویج و اشاعت میں سلاطین و خلفائے اندلس کا کردار

یہی بھی چیز کی سہرستی جب امراء و سلاطین کہیں تو اس کی ترقی کی راہیں
 بہت حد تک آسان ہو جاتی ہیں۔ سلاطین اندلس نے بھی علم و ادب اور علم و ادب
 کی سہرستی میں بڑا موثر رول ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ علم و فنون کے میدان میں

خواس ہی کیا علوم کی رغبت کا یہ عالم تھا کہ جاہل شخص کو کوئی منہ لگانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ یہی بنیاد ہے کہ ہر شخص خود کو چھوڑ پاتا ہے کہ علوم و ادب سے اپنا رشتہ جوڑے۔ سلاطین اندلس میں عبدالرحمان (۱) ثانی بن الحکم تکریم علماء کے سلسلہ میں ضرب المثل تھا۔ (۲)۔ ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ فن موسیقی کے مہر اور مشہور فنکار زیہاب کو اسی نے اندلس میں پناہ دی اور عمال کو یہ ہدایت بخشی کہ اس کی تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے اور اسے دارالحکومت قرطبہ روانہ کر دیا جائے۔ جب وہ محل میں آیا تو اس کو اور اس کے صاحبزادوں کو خطوررم بطور انعام بخشا۔ مزید یہ کہ اس کے کمالانہ تین ہزار دینار وظیفہ مقرر کیا۔ (۳)

عبدالرحمان الناصر (۲۰۰ھ تا ۲۵۰ھ) نے بہترین مدارس اور ہلڈک لائبریریوں کی بنیاد ڈالی۔ یہ علماء کی مجالس اور ان سے گفت و شنید کا دلدادہ تھا۔ ان کی صحبتوں سے مستفید ہوتا اور درہمیں مسائل میں اس سے تبادلہ خیال کرتا۔ عبدالمنعم خلفہ نے اپنی کتاب میں مشہور فقہیہ ابوالقاسم بن مفلح کی ایک حکایت نقل کی ہے کہ "ایک بار مشہور استاد فقہیہ ابو ابراہیم (۴) کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ عبدالرحمان ناصر خلیفہ وقت کا ایلچی ابو ابراہیم کی مجلس علم وقفہ میں حاضر ہوا۔ دران حالیکہ ابو ابراہیم کے سامنے طالبان علم کا ایک جم غفیر ان سے کسب فیض کر رہا تھا۔ اور عرض کیا کہ خلیفہ نے درہمیں مسئلے پر تبادلہ خیال کیلئے آپ کو طلب کیا ہے۔ اس وقت چونکہ ابو ابراہیم درس و تدریس میں مشغول تھے اسلئے آپ نے جواب دیا کہ درس سے فراغت کے بعد میں حاضر ہو سکوں گا۔ قاصد روانہ

(۱) زمانہ اقتدار ۲۰۶ھ تا ۲۳۸ھ۔

(۲) قصۃ آداب فی الأندلس ج ۱ ص ۱۹۳

(۳) ایضاً

(۴) یہ مذہب مالکی کے بڑے مشہور اور مقبول فقہاء میں سے گنتے میں۔ عبدالرحمان

الناصر کے زمانہ خلافت میں انکو یہ بلند مقام ملا تھا۔ بحوالہ سابق

ہو گیا اور کچھ دیر بعد وہ پھر حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ ٹھیک ہے امیر المؤمنین آپ کا انتظار کریں گے۔ آپ درس سے فراغت کے بعد تشریف لائیں اور میں آپ کے درس سے فراغت پانچ دن پہلے ہٹھا رہوں گا۔ ابوابراہیم نے کہا کہ ٹھیک ہے لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ صنف پوری کے باعث میرا امیر المؤمنین دن بھر دل جل کر جانا بڑا دشوار گزار ہے اور نہ ہی میرا صنف جمعے کی سواری پر سوار ہونے کی اجازت دے گا اسلئے ایک شکل یہ ہے کہ امیر المؤمنین سے کہہ کر باب الصناعات (محل کا یہ دروازہ قریب تھا) کھولوا دو تو میرے لئے ان دن پہنچنا آسان ہوگا چنانچہ اس وقت کے ولیعهد حکم نے دروازہ کھولوا دیا۔ پھر جب شیخ کو درس سے فراغت ملی تو وہ اس دروازہ سے داخل ہوئے اور وہاں سے فراغت کے بعد واپس بھی اسی دروازہ سے آئے۔ ان کی واپس کے بعد یہ دروازہ بند کر دیا گیا۔" (۱)

اس ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفہ وقت ایک فقہیہ کو تعجیل کا حکم دیتا ہے لیکن جب فقہیہ کو درس سے مشغول پاتا ہے تو انتظار کے کٹھن لمحات کو بھی گوارہ کرتا ہے نیز یہ کہ علماء کی آسائش و آرام کا بھی خیال رکھتا ہے۔

حکم المستنصر (۳۵۱ھ-۳۶۲ھ) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کو علم اور علماء فقہاء اور ادباء سے جس قدر لگاؤ تھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب حکم ولیعهد تھا تو اس نے مشہور لغوی ابوعلی القالی کی آمد پر استقبال کیلئے وفد بھیجے اور پوری شاہانہ تکنت کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ ابوعلی قالی سنہ ۳۲۸ھ میں اندلس آئے تھے۔ کتاب الأغالی کے مشرق میں منظر عام پر آنے قبل حکم نے ہمشکی رقم بھیج کر اندلس میں منگوالیا۔ اس نے قرطبہ میں پہلک لائبریریوں کا جال بچھا دیا تھا اور غرناطہ میں ستر پہلک لائبریریوں کا قیام عمل میں آیا تھا۔ (۲)

(۱) قصة الأدب فی الأندلس ج ۱ ص ۱۹۲ ونفع الطیب ج ۱ ص ۲۴۴

(۲) ایضاً اور تاریخ الفكر الأندلس - آنخل جشالت ترجمہ حسین مؤنس ص ۲

ملوک الطوائف کے دور اقتدار میں علم اور علماء کی ترقی اور اکرام میں سابقہ اور مقابلہ والی کیفیت ہوگئی تھی۔ (۱) ہر خطہ کا حکمران اس بات کی کوشش کرتا کہ اس کے زیر اثر علم و فنون کے ذخائر پروان چڑھیں اور اس کی قدروں منزلت اور شہرت میں ہر چہار جانب اضافہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء فقہاء اور ادباء کی پذیرائی میں حد درجہ اضافہ ہوا۔ ہر بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ کوئی بھی تالیف مظهر عام پر آئے اس میں اس کا نام ہو جس کا وہ بعض بہا ہمارے دینے تھے۔ حتیٰ کہ منافست میں بھائی بھائی کے درمیان آزار تھا۔ فتح بن خاقان اسی حرب کا شکار ہو کر قتل ہوا۔ ان حکمرانوں میں بعض خود بڑے بڑے عالم اور ادیب تھے۔ ان میں المظفر الأفسر صاحب بطلیموس بہت بڑا ادیب اور عالم تھا۔ علم و فنون کا ماهر اور قدردان تھا۔ اس کے سلسلہ میں ابن ہمام کے حوالہ سے عبد المنعم خفاجہ نے لکھا ہے کہ "كان المظفر المظفری سنہ ۶۶۰ھ ادیب ملوک عصرہ غیر مدافع ولا منازع وله التصنیف الراقی والتالیف الفائقی المترجم بالندکرہ المستعرا یضا باسم الکتاب المظفری فی خمسین مجلداً یشتمل علی فنون وعلوم وسیر ومثل وخبر وجميع ما یختص به الأدب۔" (۲)

"المعجب" میں ہے "أنه كان ولوماً بالاطلاع علی جمیع نروع الثقافۃ فجمعت له کتب ومؤلغات فی شتی أنواع العلم وقد جمیع ما ألفته له العلماء فی کتاب سماه باسمه (۳)"

اندلس میں علم ادب اور علماء و ادباء کی پذیرائی کا تذکرہ عبد المنعم خفاجہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

(۱) فلاح المعقیان - ابن خاقان (۲)

(۲) الأدب العربی محمود مسطقی ج ۳ ص ۳۲ قصۃ الأدب ج ۱ ص ۱۹۷

(۳) ایضاً

"وكان فيها مكتتاب كثيرة كثيرة تحوى آئين الكتب واجلها وافضلها
ولهذا فان القرطبيين غير هم من اهل الاندلس والأقطار الأخرى
بثيرة علماء هم وأدباء هم وشدة الفاعلم على التعلم والتتقف وعلى
حهم للعلماء واحترامهم لهم ولصناعة العلم والأدب -" (۱)

باقاعدہ ایک کمیٹی مقرر تھی جس کے ذمہ میں یہ کام تھا کہ کہیں بھی کوئی
کتاب شائع ہو وہ اسے اندلس کے مکتبہ کپلٹخ فراہم کرے۔ چنانچہ بغداد دمشق
حراسان اور استانبول وغیرہ سے کتابوں کی آمد کا سلسلہ بدستور جاری رہا کرتا تھا۔
ترجمہ کرنے والوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی جو وہ وقت دوسری زبانوں سے
عربی میں ترجمہ کا کام کیا کرتی تھی۔

قرطبہ میں ۸۰ جامعات تھیں جہاں تشنگان علم و ادب اپنے علم کی پیماس
بجھانے آیا کرتے تھے۔ قرطبہ کی جامعات سے جو مشرک تانبہ روزگار بنکر شہرت کی
بلندیوں پر پہنچے ان میں بطرس فنراہل اور قسوس کولونی اور شامیہ وغیرہ نے عربوں
کے چشمہ علم و ادب سے سیراب ہو کر ہی اتنا اونچا مقام پایا۔ (۲)

شارل الحکم کے بارے میں ایک روایت یہ نقل کی جاتی ہے کہ جب وہ فرانس
کے تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنے ملک کو علم و ادب کا
مركز بنائے۔ جس کپلٹخ اس نے کتابیں بھی کثیر تعداد میں منکوائیں لیکن وہ کامیاب
نہیں ہو سکا۔ نہ کتابیں جمع کرنے میں اور نہ اوسے ماحرین پیدا کرنے میں جو
اندلس کی شان تھے۔ شارل الحکم حکم ثانی کے بعد کے زمانے کا ہے یعنی چوتھی
صدی کا آخری اور پانچویں صدی کے شروع کا زمانہ اس کا تھا۔

(۱) ایضاً ص ۱۲۶

(۲) قصة الأدب ج ۱ ص ۱۲۶

بجملے صفحات میں عہد الرحمان ثانی کے حالات کا ذکر کرتے وقت میں نے لکھا تھا کہ اس نے عربی زبان و ادب کی ترویج میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بلا لحاظ مذہب و ملت اندلس کا ہر طبقہ کی زبان عربی ہو گئی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا خاص طور سے اس طرف رجحان بڑھا اور انہوں نے اپنی مادری زبان لاطینی کو ترک کر کے عربی زبان اختیار کر لی۔ جیسا کہ اس وقت کلاسیک عیسائی ہادری کہتا ہے۔ "انا نحب ان نقرأ الشعر والقص وندرس الدين والفلسفة في اللغة العربية فننصلم لغة عذوبة الألفاظ بليغة الأداء جميلة الانشاء ولا تكاد نجد فيها من يقرأ الكتب المقدسة باللغة اللاتينية وشباننا الآن كما جئنا لا يعرفون غير لغة العرب وآدابهم وكلما قرأوا كتبها ودرسوا أدبها أحببوا بها فإذا حدثتكم عن كتاب من الكتب اللاتينية سخرؤا منه وقالوا ان الفائدة لاتساوي التعب في قرأته هكذا يسي المسيحيون لفتحهم وجمعلوا كتابها ويلافتها وخذقوا اللسان العربي حتى ليكتبونه نثرا ونظما بأسلوب انيق وتصوير دقيق۔" (۱)

مذکورہ بالا اقتباس کی حقیقت کا اعتراف تمام مورخین کرتے ہیں کہ اندلس میں مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں عیسائی اپنی مادری زبان بالکل بھول گئے تھے۔ اور عربی زبان و ادب کی ترقی میں مسیحیوں کا زبردست کردار رہا ہے۔

اندلس میں علم و ثقافت کی ترقی کے محرکات

اندلس میں علم و ثقافت کی ترقی کی راہ میں کئی چیزیں مدد و معاون ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ امراء و سلاطین کی سہرستی رہی اور دوسرے یہ کہ ان امراء و سلاطین کی نگرانی میں علماء و ادباء کے ایک ذہین طبقہ کی رہنمائی بھی حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اندلس میں مدارس اور جامعات کا جال بچھا ہوا تھا۔ عوام و خواص کا میلان بھی اسی جانب تھا۔ جیسا کہ ہنری نے لکھا ہے "و اما حال اهل الأندلس

(۱) تاریخ العرب فی اسبانیاء۔ ڈوزی بحوالہ قصة الأدب فی الأندلس ج ۱ ص ۲۲۶

فی فنون العلم فتحقیق الانصاف فی شأنهم فی هذا الباب أنعم أحرم الناس علی التمييز فالجاهل الذی لم یوفقہ اللہ للعلم یجد أن یتعز بھمنة ویرہا بنفسہ ان یری فارغا عالة علی الناس لأن هذا عندہم فی نعاۃ القبح والعالی عنہم صظم من الخاصة والعامة یشاء الیہ نہال علیہ وینہ قدرہ وذكرہ عند الناس"۔ (۱)
یعنی یہ کہ ہر شخص خود کو چھوڑتا تھا کہ وہ بھی علم و ادب کے حصول میں دلچسپی لے۔ ماحول استدر سازگار تھا کہ لوگ خود بخود اس کی طرف راغب ہوئے۔

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ عوام و خواص کی رغبت علم و فنون کی تحصیل کے سلسلے میں کس قدر تھی۔ لیکن علم کلام و فلسفہ اور علم نجوم سے اہل اندلس عموماً متنفر تھے۔ (۲) اگر کسی کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ علم و فلسفہ و نجوم میں اس کا اشتغال ہے تو اس پر زندگی ہونے کا الزام لگ جاتا اور اس پر زندگی تنگ کردی جاتی۔ اس کے باوجود اگر وہ اپنے خیالات سے باز نہیں آتا تو اسے سنگسار کردیا جاتا یا پھر نذر آتش کردیا جاتا۔ بادشاہ بھی رعیت کو خوش کرنے کی خاطر ایسے اشخاص کے قتل کا حکم دے دیتے تھے۔

عوام زیادہ تر قرآن القرآن بالسبع احادیث اور فقہ کے علم میں دلچسپی رکھتے تھے۔ لیکن خواص حضرات فقہی مسائل میں تمام مذاہب کے استدلال سے بادشاہ کی محفل میں مباحثہ کیا کرتے تھے۔

تمام مورخین کا اس امر میں اتفاق ہے کہ اندلس میں علم و فنون کی ترقی کا سب سے بڑا محرک جو تھا وہ یہ کہ اہل اندلس کی نگاہیں مشرق پر گری ہوئی تھیں وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ مشرق میں کس طرح کی ترقی روز بہ روز ہو رہی ہے۔ پہلا وہ

(۱) نفع الطبیب ج ۱ ص ۱۰۲ بحوالہ قصة الأدب ج ۱

(۲) قصة الأدب ج ۱ ص ۱۹۰ نفع الطبیب ج ۱

ان سے پہچنے کیسے وہ سکتے تھے - یہی وہ جذبہ تھا جس نے انہیں ابھارا کہ وہ بھی مشرق کی تیز رفتار دوڑ میں ان کا مقابلہ کریں - چنانچہ انہوں نے اس کی ہر ممکن کوشش کی - اس کی خاطر اندلس کے خواص نے مشرق کا سفر کیا اور وہاں سے تحصیل علم وطلقات کے بعد اپنے ملک کے لئے وہی ہی تخلق پیش کی - مثال کے طور پر ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب "المقدّمہ" لکھ کر ابن قتیبہ کی کتاب "عیون الأخبار" کا بدل پیش کیا جو کہ "عیون الأخبار" سے بدرجہا امتیازی حیثیت کی حامل ہے - اسی طرح ابن ہسلم کی کتاب "الذخیرۃ" ثعالی کی کتاب "بیتۃ الدہر" کی ثانی حیثیت رکھتی ہے - جس طرح نثر کے میدان میں ادباء نے یہ کوشش کی کہ مشرق کے نثری سرمایوں کا متبادل پیش کریں شیعہ اسی طرح شعراء نے بھی اس کوشش میں مہارت کا ثبوت دیا - چنانچہ یہ ان کی نامیابی ہی کا نتیجہ تھا کہ ابن زیدون کو بہتری الضرب ابن ہانی کو متنی الضرب اور ابن دراج کو ابونواس الضرب کا خطاب ملا - (۱)

مشرق کی تقلید میں اہل اندلس ہر طب وپاس کے پہچنے نہیں پڑے تھے - چنانچہ جیسا کہ اوپر بیان کیا کہ علم کلام و فلسفہ اور علم نجوم سے انہیں حد درجہ نفرت تھی - جبکہ یہ علوم مشرق میں خوب تیزی سے پھیل رہے تھے اور ترقی کے منازل طے کر رہے تھے - طرح طرح کی فلسفیانہ موشگافیاں عوام میں بھی زور پکڑ رہی تھیں اور پھر یہ جہیز ادب اور شاعری پر بھی اثر انداز ہو رہی تھیں - لیکن چونکہ اہل اندلس اپنے راسخ عقیدہ میں کسی قسم کا سقم برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے - اسی لئے انہیں فلسفہ و علم کلام سے حد درجہ نفرت تھی - لیکن بعد کے دور میں اندلس نے ایسے ایسے فلاسفہ پیدا کئے جو اپنی مثال آپ تھے - لیکن اندلسی ادب میں فلسفہ کے اثرات نفوذ نہیں کر پائے - اندلس کے فلاسفہ میں ابن زہرت متوفی ۵۹۵ھ ابن ہاجہ متوفی سنہ ۵۲۳ھ ابن رشد متوفی سنہ ۵۹۵ھ اور ابن طفیل متوفی ۵۸۱ھ نے کاروائی نمایاں انجام دیا -

سرمین اندلس کی زرخیزی اور شادابی کا بھی علم و فنون اور آداب کی ترقی میں بڑا زبردست ہاتھ رہا۔ وہاں کی آب و ہوا جو رومان پرور تھی اس نے اہل اندلس کی فطرت و لذت میں رنگینی لطافت اور جستی بھری دی۔ اس رومانٹک ماحول کا اثر تھا کہ فنون و ادب کی ترقی کی راہیں دوچند ہو گئیں جیسا کہ عبد المنعم خفاجہ نے لکھا ہے۔ "کان الأدب فی البادیۃ صدی لطیفتمہا الفلسفۃ الجانیۃ نجد فی الفاظہ خشونۃ صخورہا وفی أسالیہ وعرۃ مسالکها وفی معانیہ واختلافہ جفاف قفارہا۔ فلما نزل بهذا الروس الأندلسی وهبت علیہ نسائم ریحہ وفتح عینہ علی ما فی الطبعة المجلوۃ وظائفہا المنبرجۃ وجد اولہا الرقراۃ واطارہا المداۃ وحدائقہا الفن لم ادارہا علی معجزات الفن الانسانی فیما أبدع من مظاهر العمران رقت الفاظہ ولانت أسالیہ وحلق خیالہ فی آفاق عالیۃ علی أجنحة المشاهد المتنوعۃ والمناظر المتعددة ونحن نعلم أن كثرة المشاهد وتعدد المناظر فی المصنوع الجمال الذی ید الفن یرواعق التنبہ ویداع العانی وسوالخیال۔" (۱) یعنی یہ کہ عربی زبان و ادب کے اندر نگاہ اس وقت آیا جب اہل عرب خشک صحرائوں اور تنہے موٹے ریگستانوں سے نکل کر سرسبز و شاداب اور سدا بہار علاقوں میں آباد ہوئے جہاں ندی نالے نہریں باغات چرند پرند اور بلند و بالا اور خوشنما محلات نے انہیں کیف و سرور کی مستون میں گم کر دیا۔ تو ان کی زبان میں بھی شہرینی آئی شعور ثقیل اور جامد الفاظ و محاورات سے بالآخر ہو کر مناظر و مشاہد کی تصویر کشی میں تنوع آیا۔

ایک خاص چیز جس کا ذکر وہ کیا وہ یہ کہ اندلس کے سلاطین کے علم و فنون کی ترقی کی راہ میں تعاون اور تشجیع کا بھی ایک خاص محرک تھا وہ یہ کہ سلاطین اندلس وہی توجہ جن کا اقتدار کبھی مشرق میں بھی تھا لیکن گردش زمانہ کے ہاتھوں مشرق کے اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اب رہا سہا اقتدار جو خوش قسمتی

سے اندلس کی زمین میں مل گیا تھا اس کے استحکام کے لئے ضروری تھا کہ ترقی کی اس
دوڑ میں کسی سے پیچھے نہ رہا جائے خصوصاً اس مشرق سے جو کہ اب ان کے دشمنوں
کے قبضہ میں ہے اس کے لئے جہاں سلاطین نے اہل اندلس کی آسائش و آرام کی
فراہمی پر بھرپور توجہ دی وہیں علم و فنون کی ترویج و اشاعت میں بڑا مؤثر رول
ادا کیا۔ یہی وہ مدارس کا لجز جہاں کا ایک لا متناہی سلسلہ تھا جو
اندلس کی رونق میں اصناف کا سبب بنا۔ غرضیکہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اپنی
کوششوں کے ذریعہ اندلس کو اس مقام پر پہنچایا کہ اہل مغرب کا مطمح نظر اور
خلق خدا کا مرکز علم و فن تصور کیا جانے لگا۔

دہل کی سطور میں چند اقتباسات پیش کروں گا جو اس بات کی تصدیق کریں گے
کہ سلاطین کا علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں کتنا حصہ تھا۔ عبد المنعم فناجہ
لکھتے ہیں " وبقول باحث فی تصویر عنایة الأندلسین بالعلم والثقافات " وبتواجم
الکتب فی کل علم وفن " فقد کان فی اسبانیاستون مکتبه عامۃ أشهرها مکتبه قرطبة
وكانت تحتوی علی الکتب العقلیة والنقلیة الی ترجمہا والفا العربی فی الزراف
والفلاک والریاضة وفی الطب والکیمیا " والموسیقی " وفی أصول الدین کا لتوحید
والفقہ الحدیث والتفسیر وفی فنون الأدب کالہلایة والتاریخ والقصص والرحلات
والخطب ودواوین الشعر المختلفة ومعاجم اللغة وكان کل ذالک جمیعاً منظماً فی
مکتبه الحکم المستنصر (۲۵۰ - ۳۶۶ھ) الی کان فی راسها أربعة وخمسون ...
وبلغت الکتب فیها مائت الف جلد قالوا انه قلما یوجد کتاب فی مکتبه الاکان
له نظیر فیہ وتعلیق علیہ وكان یجمع فی داره الحدائق فی صناعة السنج والصیاط
ویجود علیہم بالمال ویبعت بالکتب الی الاقطار رجالاً من التجار یزودہم بالکمال
ویبعت فی کتاب الأغانی الی مؤلفه أبی الفرج بألف دینار من الذهب المین فجاء
بنسخته منه قبل أن یمخرجه الی العراق وكذلك کان الخلفاء فی اکرم العلماء
والأخذ ینصرونهم فكان النصورین أبی عامر علی مثل هذه الحال یصل علی ترقیة
العلم ونشرها ویزور المدارس ویحضر الدروس ویفتقد بالطلبة ویطرح الدرسین

وبكافى التلاميذ على جهدهم - وكانوا اذا فتحوا بلدًا أو مدينة يبدأون بإنشاء مسجد و مدرسة يقصدون بذلك أن نشر الدين والعلم معاً لأنهم لتعذيب الأمم وإن تربية النفوس بالدين كثيرة العقول بالعلم والصارف وعلم أخذ أهل أوربية المدارس الجامعة ونظام الكليات التى يجمع فيها كثير من الطلبة على أساتذة يتعلمون فى العلم المختلفة وكان فى كل مدينة من مدن إسبانيا مدرسة تهيؤة وكان للطب أربع مدارس أهلة بالدرسين والتلاميذ من جميع الملل - (١)

محمود مصطفى بن ابنى كتاب " الأدب العربى وتاريخه " جلد ثمن من لكها مع كـ " قد كانت علم العرب بالأندلس فى الشعاع الذى أضاء لأهل أوروبا ما كان مظلماً من عظم فأنهم لم يعرفوا حكمة العونان إلا بعد أن قرأوها شرحاً فى كتب العرب ومن العرب أيضاً أخذوا نظام المدارس الجامعة وقد كان فى كل مدينة من مدن الأندلس مدرسة جامعة وكان للطب بتلك البلاد أربع مدارس أهلة بالطلاب من جميع الملل فى قرطبة واشبيلية وطليطلة وموسى وكان فى قرطبة و وحدها ثمانون مدرسة لأنواع العلم وذلك فى مدة الحكم الناصر (٣٥٠هـ - ٣٦٦هـ) -

اسى طرح امك عربى محقق كما قول عبد المنعم خلفه بن ابنى كتاب من نقل كما هو اس بن كهل كرميون كى خدمات كما اعتراف كما هو اوراس كما يعى اعتراف كما هو كـ يورپ كى ترقى كى بنماذ عربون بن هى ذالى نعى - جناجوه و كبتها هى " انا لعدنون للعرب كثيراً ولوقال غيرنا خلاف ذالك فانهم الحلقة التى وصلت مدينة أوروبا قدما بمديناتها حديثاً وبمناحهم وسو مصمم تحرك أهل أوروبا الى احواز الصارف واستفاقوا من نومهم المصيق فى الاصار المظلمة ونحن مدنون لهم أيضاً

بترقية العلم الطبيعية والفنون النافعة وكثير من المصنوعات والمخترعات التي ليست
أمرها علما ومهنة - (۱)

مذکورہ بالا تینوں اقتباسات کا خلاصہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ اسلئے
صرف اقتباسات ہی پر اکتفا کرنا ہوں مزید ان کے خلاصہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں
ہے۔

اہل اندلس نے اندر علم و فن کے حصول کے میلان کے ساندہ ساندہ علم طو سے
ذکاوت اور ذہانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مشرق میں عربوں کے یہاں خصوصاً
زمانہ جاہلیت میں ذہانت و فطانت کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ اشعار اخبار وغیرہ
انہیں از برونے اور چونکہ کثابت وغیرہ کی اشاعت نہیں ہوئی تھی اسلئے یہ نظم
چیزیں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی تھیں۔ اہل اندلس کے لئے بھی اخبار اشعار
استاذ اہل اور دیگر اصناف علم زبانی ازہر کر لینا کوئی بات نہیں تھی۔ کسی بھی
بات کو سنکر وہ جس طرح اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتے تھے اس کی مثال جاہلی
دور کے علاوہ نہیں مل سکتی۔ چنانچہ ایک واقعہ عبد المنعم خلفاء نے اپنی کتاب
میں لکھا ہے کہ "ابوکر بن وزیر ابو مروان عبد الملک ایک کاتب سے "کتاب الأغانی"
کی کثابت کروا رہے تھے۔ ابھی کثابت مکمل نہیں ہوئی تھی جس حصہ کی کثابت ہو
چکی تھی اس کو اصل نسخہ سے ملانے کیلئے انہوں نے کاتب کو اصل نسخہ لانے کیلئے
بھیجا اس دوران ایک بوڑھا شخص آیا اور کہا کہ اپنے باپ (ابو مروان) کو بلاؤ
ابوکر نے جواب دیا کہ اس وقت وہ آرام کر رہے ہیں۔ بہر حال کچھ دیر وہ بوڑھا
خاموش رہا پھر پوچھا کہ یہ کونسی کتاب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ ابوکر نے کہا کہ
آپ کیا لہیں گے مسلم لڑکے۔ آپ اس کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس
بزرگ نے جواب دیا کہ میں اس کا نام مسلم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں بھی کچھ

کتابوں کے نام جانتا ہوں۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ یہ "کتاب الاغانی" ہے اس کی کتابت کروا رہا ہوں ہر شیخ نے پوچھا کہ کہاں تک کتابت ہو چکی ہے۔ تو ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ فلاں جگہ تک۔ پھر یہی گفتگو چلتی رہی اتفاق سے اس بوڑھے نے پوچھ لیا کہ کتابت کیوں رکی ہوئی ہے تو ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ کتاب کو اصل نسخہ لانے کے لئے بھیجا ہے تاکہ جس حصے کی کتابت ہو چکی ہے اسے اصل نسخہ سے ملا سکوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تم کتابی کھولو اور ملاؤ میں بولتا ہوں اس پر ابوہریرہؓ متعجب ہو کر پوچھا کہ اصل کتاب کہاں ہے تو شیخ نے کہا میں نے بچپن میں یہ کتاب حفظ کر لی تھی۔ اس پر ابوہریرہؓ کو ہنسی آئی لیکن جب شیخ نے پڑھنا شروع کیا تو ابوہریرہؓ نے بقول کہ کہیں بھی زیر زبر یا واو اور ف کی غلطی نہیں ملی۔ ابوہریرہؓ فوراً اٹھے اور اپنے باپ کو جگا کر یہ واقعہ سنایا۔ باپ نے سنتے ہی اسی حالت میں باہر آکر اس بوڑھے شخص کو گلے لگا لیا اور ان سے ہذرت طلب کی کہ یہ لڑکا آپ کو جانتا نہیں تھا اس لئے اس سے کڑھائی ہوئی۔ پھر اس کے باپ ابو مروان نے اس بوڑھے کی خوب ہذیرائی کی اور رخصت کرنے ابو مروان ننگے ہو باہر آئے اور انکے لئے سواری کا انتظام کیا۔ بوڑھے کے جانے کے بعد ابوہریرہؓ اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون تھے تو باپ نے انھیں ڈانٹ کر کہا "اسکت و یحکک هذا ادیب الاندلس وسیدھا فی علم الادب هذا ابو محمد عبد الحمید بن عبدون" (۱)

اس ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اندلس میں کس بلا کا حافظہ تھا اور ان کے ہوام و خواہ کے اندر کس قدر جذبہ تھا کہ قوم کی میراث کی حفاظت کی جائے اور اس میں متعدد اضافہ کیا جائے۔ اس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ امراء و سلاطین کس قدر علماء و فضلاء کا ادب و احترام کرتے تھے۔ ایک وزیر کا یہ ساختہ ایک خستہ حال بوڑھے سے لہٹ جانا اور اس کی ہذیرائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا امراء کی پاک ذہنیت کی واضح دلیل ہے۔

چوتھا باب

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں اہل اندلس کے مشرق سے استفادے کی نوعیت،
حرکات اور بعض ان اشخاص کا ذکر جو تحصیل علم کی خاطر مشرق گئے۔
عربی زبان و ادب کا ارتقاء، علوم لغت میں اہل اندلس کی خدمات۔

جوتھاپ

اندلس میں عربی زبان و ادب کا ارتقا

اندلس میں چونکہ ایک لمبے عرصہ تک خالص عرب ہی اقتدار پر قابض رہے۔ اسلئے وہ اپنی عربی روایات کے مطابق عربی ادب اور شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ادباء اور شعراء کی تکریم ان کے یہاں خوب ہوتی تھی۔ عبدالرحمان الداخل شاعر تھا اس کا لڑکا ہشام ادیب تھا حکم عالم اور ادیب تھا عبدالرحمان اوسط ادیب اور شاعر حکم ثانی عالم و ادیب تھا اور ان کے علاوہ تقریباً تمام خلفاء وزراء اور ملوک بھی ادب اور شاعری کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ جیسے منصور بن ابی عامر المظفر الأفسس المعتد المعتد اور ابن جہر وغیرہم علم و ادب میں گہری بصیرت کے حامل تھے۔ ادب و شاعری کا رجحان اس قدر غالب تھا کہ کسی کو وزارت وغیرہ جیسے اہم مناصب پر فائز ہونے کے لئے شاعر و ادیب ہونا لازمی تھا۔ (۱)

شاعری میں زیادہ رجحان اس طرف تھا کہ کون شاعر سب سے اچھے انداز میں بادشاہ کی تعریف کر سکتا ہے۔ یہ رجحان ملوک الطوائف کے عہد میں زیادہ بڑھا۔ یوسف بن ناشقین جب اہل اندلس کو عیسائی حملہ آوروں سے نجات دلانے آیا تو ہند بن عباد نے شعراء سے کہا کہ یوسف بن ناشقین کی شان میں ایسی قصیدہ خوانی کرو کہ میری شان بھی برقرار رہے۔

مشرق کی طرح اہل اندلس کے یہاں بھی مجالس ادب کا انعقاد عمل میں آتا تھا۔ جس میں خلفاء امراء و وزراء بھی شرکت کرتے تھے۔ منصور بن ابی عامر کے سلسلہ میں ایک روایت نقل کی جاتی ہے کہ ہفتہ میں ایک دن اہل علم سے

مباحثہ و مناظرہ کیلئے مخصوص رکھنا تھا۔ ایسے ہی مہند کے بارے میں بھی یہ روایت ہے کہ اس نے شعراء کیلئے ایک مخصوص جگہ رکھی تھی جہاں کوئی دوسرا داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ دیواروں پر شعراء کے اسمائے گرامی بھی درج تھے۔

مشرق میں جس طرح شاعری کی ایک قسم بتائیں وجود میں آئی جو کہ اموی دور کے عربی ادب کی شاعری کا ہجراج تصور کی جاتی ہے اس کی ہلاکی سی جھلک اندلس میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن شاعری کا یہ ادبی محاربہ جو اندلس میں وقوع پذیر ہوا اموی دور کے مشرقی نقائص کے ادبی محاربے سے حد درجہ کم ہے۔ جریر الغنطلی اور فرزدق کے مابین چلتے والا یہ ادبی محاربہ اپنی مثال آپ تھا۔ اندلس میں جو ادبی محاربہ ہمالیہ علم و ادب میں جلا کرتا تھا اس کی نوعیت الگ تھی۔ یہ تو ہر دور میں رہا ہے کہ شعراء و ادباء ایک دوسرے کے رقبہ تصور کرتے جاتے ہیں (خصوصاً شعرائے بلاط) ایک دوسرے سے خود کو بادشاہ امراء وزراء اور عوام کی نظر میں برتر ثابت کرنے کے لئے ہر طرح کے ذرائع استعمال کیا کرتے تھے۔ اس طرح کی مثال ہجو کی شکل میں جاہلی دور میں بھی ملتی ہے۔ خلفاء کے تلامذہ و صاحب ایک دوسرے کو زیر کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ اندلس میں کم و بیش یہی کیفیت تھی جو سائنس میں نقائص والی ہدافت لٹے ہوئے تھی۔ مگر یہ اپنی کتاب "فتح العظیم" ح اول میں لکھا ہے کہ منصور بن ابی عامر کی مجلس علماء و ادباء جی ہوئی تھی اس میں رؤسائے قوم کے علاوہ زیدی طوسی اور ابن العریف (۱) وغیرہ موجود تھے۔ اسی اثنا میں منصور نے اہل مجلس سے کہا کہ ایک شخص آیا ہے جسے اس بات کا زعم ہے کہ وہ تمام علم پر قدرت رکھتا ہے میں جاہتا ہوں کہ اس کو آزمایا جائے۔ ابوالعلاء صاحب نامی شخص سے پوچھا گیا کہ السیرانی کون تھے تو اس نے جواب دیا کہ میری توان سے ملاقات ہے اور میں نے کتاب سمیوہ انہی سے پڑھی ہے۔ طوسی نے پھر سوال کر دیا اس کتاب سے متعلق جس کا وہ جواب نہ

(۱) ضوفی سنہ ۵۳۶ھ یہ بلند پایہ عالم اور ادیب تھے۔ وفیات الاعیان - ابن خلکان

دے سکا اور ہذرت طلب کی کہ نحر میں اسے مہارت حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح اس سے اور بھی متعدد سوالات کئے گئے جس کا وہ تشریح بخش جواب نہ دے سکا۔ لیکن تاریخ کے مطالع سے پتہ چلتا ہے کہ صاعد فی البدیہہ شعر گوئی میں طاق تھا۔ مثال کے طور پر اس نے منصور کی فرمائش پر ابوعلی قالی کی کتاب "الامالی" کا نوڑ پیش کرنے کے لئے کتاب النصوص "لکھی جو لفظیات اور من گھڑت لایینی باتوں سے پر تھی۔ جسے علماء نے دریا برد کروا دیا۔ جب اس کی اطلاع منصور کو ہوئی تو اس وقت کشتیور ادیب و شاعر ابن الصریف نے اس کتاب پر اظہار نکارت کرتے ہوئے ہرجستہ کہا۔

قد غاص فی البحر کتاب النصوص * وھلذا کل نصوص بخور

منصور اور حاضرین مجلس ہنس پڑے لیکن صاعد ذرا بھی نہیں جھجکا اور اس کا جواب اسی ہرجستگی سے ان الفاظ میں دیا۔

الی معدنہ انما توجد * فی قصر البحار النصوص

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ اہل علم کی مجلس میں منصور کو ایک نوشگفتہ کلی دی گئی جو ابھی کھلی نہیں تھی۔ اس پر صاعد نے ہرجستہ کہا۔

انتھک ایا طائر وردۃ * بذکر الصدک أنفاسھا

کعدراۃ اہمرھا ہجر * فضطت ہاکما معاً راسھا

منصور کو چونکہ اس کے علم و فضل پر شبہ تھا کچھ اس کی اپنی نا اہلی اور کچھ دہارہوں کے حسد کی بنا پر اعلیٰ اس نے صاعد کو متعدد بار آزمایا جس میں وہ کامیابی سے ہٹکار ہوا۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ شاعری میرا موضوع نہیں۔

نقائس سے مشابہت کا جو تذکرہ میں نے اوپر کیا تھا اس کی ایک ہلکی سی جھلک صاعد اور ابن الصریف کے مابین ادبی محاورہ میں دکھائی دیتی ہے۔

اندلس میں چونکہ تین مختلف قومیں آباد تھیں اندلس کے مقامی یہود اور عرب
 لیکن عربوں کو ہر لحاظ سے غلبہ حاصل تھا کیونکہ انہیں کو اقتدار حاصل تھا۔ تینوں
 قوموں کے اختلاط کی بنا پر شروع کے ادوار میں عربی زبان قواعد نحو و صرف سے آزاد
 تھی۔ بلکہ ایک محقق کے بقول کہ تینوں زبانوں کے اختلاط سے ایک الگ زبان وجود
 میں آئی جسے "اللغة العامیة" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ زبان جو تین مختلف
 اقوام کی زبانوں سے ملکر وجود میں آئی تھی عربیت کا پہلو اپنے اندر زیادہ سموئے
 ہوئے تھی۔ لیکن قواعد و ضوابط نحو و صرف اور اعراب وغیرہ کا لحاظ کئے گئے بغیر
 استعمال ہوتی تھی جیسا کہ مرقی (۱) نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ علم و نحو
 صرف اندلس میں شروع کے ادوار میں علم نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس پر کسی نے
 توجہ دی تھی۔ اسی وجہ سے تلمذاتی نے لکھا ہے کہ "حقى لوان شخصاً من
 العرب سمع كلام الشلوینی آبی طی المشارالہ بعلم النحوی عصره الذی غریبت
 تصانیفه وشرقت وهو یقرأ درسه لضحك بمل فيه من شدة التحریف الذی فی
 لسانه" (۱)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے ادوار میں چونکہ عربی نحو
 و قواعد کی طرف اندلسیوں نے توجہ نہیں دی تھی اس بنا پر اس دور کی عربی زبان قواعد
 نحو و صرف سے آزاد تھی۔ یہ بات حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے خصوصاً ان لوگوں کے
 تعلق سے جو خالص عرب نہیں تھے بلکہ تینوں اقوام اندلس یہود اور عرب کی
 زبانوں کے اختلاط نے خالص عربی رنگ و آہنگ مفقود کر دیا تھا۔

بعد کے ادوار میں جب عربوں کو ہر میدان میں استحکام نصیب ہوا اور عربوں
 نے اپنی سعی و جہد کے ذریعہ عربی زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں ایڑی جوئی
 کا زور صرف کیا خصوصاً مشرق سے مقابلہ کی دڑ میں نو دیگر اصناف علم کے ساتھ
 علم نحو و صرف میں۔ یہی انہوں نے پیش رفت کی جس سے کہ خالص اندلسیوں اور

پوری زبان کا عربی زبان کے ساتھ اختلاط کم ہو گیا۔

لیکن صاحب " تاریخ الفكر الاندلس " (۱) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ علم نحو پر اندلسیوں نے شروع کے ادوار میں بھی کام کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کچھ نام بھی پیش کئے ہیں مثلاً الزمردی - ابو علی الشلوینی ابن مالک اور ابو حیان (۲) وغیرہ۔ ان کی خدمات کیا تھیں اس سلسلہ میں انہوں نے مزید تفصیل نہیں لکھی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس دور میں کچھ نحو میں نونے لیکن یہ علم اس قدر علم نہیں تھا۔

مورخین جو بھی صدی ہجری کے نحو میں کے سلسلہ میں خاموش ہیں۔ اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ شاید اس صدی میں بھی خاطر خواہ تصنیفی کام علم نحو پر نہیں ہو سکا۔ البتہ پانچویں صدی ہجری کے نحو میں کا تذکرہ تقریباً تمام ہی مورخین کرتے ہیں۔ اس موضوع پر ان کی قابل قدر تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے۔ چنانچہ ابو محمد عبداللہ بن محمد (۲۲۲ھ تا ۵۲۱ھ) عبدالمعز بن الطراوی ابو القاسم المہلبی متوفی سنہ ۵۸۲ھ وغیرہ ممتاز نحو میں شمار کئے جاتے ہیں۔ (۳)

یہ حقیقت ہے کہ جس طرح مشرق نے علم نحو کی داغ بیل ڈالی اور اس میں گرائندر اضافے کئے اسی طرح اہل اندلس نے بھی علم نحو کی ترقی میں بھرپور حصہ لیا۔ ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر علم و فن میں مشرق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ اکثر و بیشتر علم و فنون کی تحصیل اور اس میں مہارت اہل اندلس نے مشرق آکر کی اور بعد میں اسے اپنے یہاں جا کر فروغ دیا۔ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے اندلسی نحو میں ابو عمرو عثمان الصروف

(۱) تاریخ الفكر الاندلسی آنخل جنتالت پالشیما - ہسپانوی زبان سے نقل و ترجمہ

حسن مؤمن - ہر - پہلا ایڈیشن س ۱۸۵ تا ۱۸۷

(۲) ایضاً

(۳) تاریخ الفكر الاندلسی س ۱۸۷

ہاہن الحاجب ضوفی سنہ ۶۲۲ھ نے دمشق اور قاہرہ کے مدارس سے تحصیل علم نحو کا شرف حاصل کیا۔ علم نحو پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ جنابہ عبد المنعم خفاجہ نے ابن خلکان کا قول اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ "قد سألته عن مواضع فی المعربة مشكلة ما أجاب أبلغ اجابة" (۱) اسی طرح ابن خلکان نے متعدد سوالات کث جن کا انھوں نے تشفی بخش جواب دیا۔ ان کی تفصیل قصۃ الادب ص ۲۱۸ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

"الكافية" کی شرح لکھنے والوں میں دسویں صدی ہجری کے رضی اللہ عنہ محمد بن الحسن الاسترمدی ضوفی سنہ ۹۶۰ھ کی شرح کافی شہرت اور افادیت کی حامل ہے۔ گیارہویں صدی ہجری کے مشہور نحوی عبد القادری ضوفی سنہ ۱۰۹۲ھ نے "خزانة الأدب" شرح الکافیہ " لرضی اللہ عنہ سے استفادہ کے بعد لکھی۔ اندلس میں سے متعلق محمد بن عبد اللہ بن مالک مشہور نحوویں میں سے ہیں۔ یہ اندلس سے دمشق منتقل ہوئے اور وہیں وفات سنہ ۶۷۲ھ میں پائی۔ ان کی تصانیف میں منظم "الکافیۃ الشافیۃ فی النحو" اور پھر "الخلاصۃ" بھی علم نحو سے متعلق منظم تصنیف ہے۔ نثر میں ان کی کتاب "الفوائد النحویۃ والفاصلۃ المحویۃ" (۲) وغیرہ علم نحو میں ہر لکھی گئی ہیں۔ "الخلاصۃ" جو ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور "الآلیفۃ" کے نام سے جانی جاتی ہے اور "الکافیۃ الشافیۃ فی النحو" تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اسی کی تشریح اور تلخیص صنف نے خود "الخلاصۃ" کے نام سے الگ کی ہے۔ (۳)

بعد کے ادوار میں ان کی مزید شرح لکھی گئیں۔ مثال کے طور پر شرح لکھنے والوں میں محمد بن ناظم ضوفی سنہ ۶۸۶ھ عبد اللہ بن عبد الرحمان الصوفی ہاہن

(۱) قصۃ الادب ج ۱ ص ۲۱۸

(۲) ایضاً ص ۲۱۹

(۳) ایضاً

عقلم (۱) شریفی سنہ ۶۹۸ھ حسن بن قاسم المصري شریفی سنہ ۷۴۹ھ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نحویین ہیں جنہوں نے علم نحو میں اور اس پر لکھی جانے والی کتابوں میں حواشی و شرح لکھ کر قابل قدر اضافے کئے ہیں ۔

علم لغت میں اہل اندلس کا کردار

علم لغت کی ترقی میں بھی اہل اندلس نے کاروائی نمایاں انجام دیا ہے ۔ اندلس نے بڑے بڑے اچھے اچھے ماہرین علم لغت پیدا کئے ۔ جنہوں نے اس میدان میں بڑا قیمتی سرمایہ یہ چھوڑا ہے ۔ علم لغت کے مشہور اشخاص میں ابوبکر الزبیدی شریفی سنہ ۲۷۹ھ کی " مختصر العین " علم لغت پر بہت اہم کتاب ہے ۔ ان کا پورا نام محمد بن الحسن الزبیدی ہے ۔ عبدالنعم خفاجہ نے اپنی کتاب میں ان کے متعلق ابن الفرضی کے قول کا حوالہ دیا ہے کہ " کان واحد عصرہ فی علم النحو وحفظ اللغة أخذ العریة عن أبی علی القالی وأبی عبد الله الریاضی ۔ وادب ولد المستنصر بالله ولی عہدہ "ہلم ولی قضا قرطبة وصنف " مختصر العین " و " أبنیة سیویة " و " الواضح فی العریة " " وما یلحق نہ عوام الأندلس " و طبقات النحویین " (۲) ۔ اس اقتباس سے ابوبکر الزبیدی کی مختصر سوانح حیات اور علم لغت میں ان کی خدمات واضح ہوتی ہے ۔ علم لغت میں ان کی مہارت کا یہ بین ثبوت ہے کہ ولی عہد ہشام کے مہرے رہ چکے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ حکم جیسا علم و ادب میں گہری بصیرت رکھنے والا اپنے بیٹے کیلئے مہرے کے انتخاب میں زبیدی سے بڑھ کر کسی اور کو اس لائق نہیں پا رہا ہوگا ۔ مورخین نے دوسرا نام ابن سیدہ کا لکھا ہے ۔ ان کا پورا نام الحافظ ابوالحسن علی بن اسماعیل ہے ۔ ان کی کتاب " کتاب المحکم فی اللغة " بڑی ہی جامع ہے ۔ اس کی ترتیب " کتاب العین " کے طرز

(۱) قاہرہ میں وفات پائی

(۲) قصة الأدب ج ۱ ص ۱۹۷ اور بغیة المطالع - ابن عمرو العسلی (۵۶)

ہر ہے ۔ اس کتاب کا ایک نسخہ برطانوی مخطوطات کے کتب خانہ میں ہے ۔ ابن سیدہ
 کی ایک کتاب "المختصر" ہے ۔ یہ ایک مجموعہ ہے جو سترہ جلدوں پر مشتمل ہے ۔
 صریح طبع ہو چکی ہے ۔ ایک کتاب "شرح شکل المنہی" ہے جو صریح کتب خانہ
 میں مخطوطہ کی شکل میں ہے ۔ (۱)

ابن سیدہ کے والد بھی علم لغت میں طاق تھے ۔ اپنے والد ہی کے نقش
 قدم پر چل کر اور ان سے استفادہ کر کے ابن سیدہ بھی علم لغت کے جید علما میں
 شمار ہونے لگے ۔ ابن سیدہ کا انتقال سنہ ۲۵۸ھ میں ہوا ۔ (۲)

ادب و لغت کے ماہرین میں عبد اللہ بن السید البطلوسی کا بھی شمار ہوتا
 ہے ۔ انہوں نے فلسفہ میں اپنی زندگی گزاری ۔ وہیں درس و تدریس کی خدمت
 اہم دی ۔ دور دراز سے لوگ ان سے استفادہ کی غرض سے آیا کرتے تھے ۔ ان کی
 ایک کتاب "الانصاف فی شرح ادب الکاتب" کا تذکرہ ملتا ہے ۔ ان کی وفات سنہ
 ۵۲۱ھ میں ہوئی ۔ (۲) "الحدائق فی الأصول الدینیة" کا ایک نسخہ برلن کے
 مکتبہ میں ہے ۔ "الانصاف فی الأسباب التي اوجبت الاختلافات بین المسلمین فی
 آراءہم" صریح ۱۳۶ صفحات میں شائع ہو چکی ہے ۔ التنبیہ علی الأسباب الوجیة
 للخلاف بین المسلمین کے نام سے ۔ (۳)

لغت کے ماہرین میں ابو علی القالی کی بھی زبردست خدمات ہیں ۔ انہوں نے
 بغداد اور عراق سے تعلیم حاصل کی ۔ اپنی زندگی کا جو تعانی حصہ بغداد میں تعلیم
 و تعلم میں گزارا ۔ پھر سنہ ۳۲۸ھ میں اندلس آئے یہاں ان کی بڑی پذیرائی ہوئی ۔
 عبدالرحمان ناصر نے حکم کی تعلیم و ترویج کیلئے رکھا ۔ ان کے مصلحتیں ان سے

(۱) قصة الأدب ج ۱ ص ۱۹۸

(۲) ایضاً

(۳) ابن خلکان ج ۱ ص ۲۶۵ بحوالہ حرجی زیدان ج ۲ ص ۵۵

بہت کسب فیہ کیا ۔ مسجد قرطبہ میں انھوں نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ "کتاب
الامالی" کی ترتیب کا کام وہیں انجام پایا۔

ان کا نام اسماعیل اور کنیت ابو علی تھی ۔ باپ کا نام لاسم تھا ۔ لغت اور
شعر پر زبردست گرفت تھی ۔ نحو میں سری مسلک کی طرف رجحان تھا ۔ (۱) ان کے
اساتذہ میں ابن درید ، نسطوبہ ، ابن درستطوبہ وغیرہم ہیں ۔ ان کی تصنیف
"کتاب الامالی" کی وجہ سے انھیں شہرت ملی ۔ یہ کتاب قدیم عربی ادب کے مستند
صادر میں شمار کی جاتی ہے ۔ اس کی حیثیت ایک انسائیکلو پیڈیا کی ہے ۔ عربی زبان و
ادب تنقید اور شعر سے متعلق بہت مستند کتاب مانی جاتی ہے ۔ اس کتاب کے مقدمہ
میں ابو علی خود لکھتے ہیں "أودعہ فنونا من الأخبار وضروباً من الأشعار
وأنواعاً من الأمثال وغرائب من اللغات طی ای لم اذکر فیہ باباً من اللغة الا
أشعرتہ ولا شرباً من الشعر الا اختوفہ ولا فنا من البحر الا اتخلتہ ولا نوعاً
من الحانی والمثل الا استجدتہ ثم لم أخلہ من غریب القرآن وحديث الرسول طی
انتی أوردت فیہ من الابدال عالم بوردہ أحد وفسرت فیہ من الاتباع عالم بفسرہ
بشر" (۲)

یعنی یہ کہ اس کتاب میں میں نے اخبار اشعار امثال لغات وغیرہ خوب جہان
پھٹک کر آراستہ کئے ہیں ۔ ساتھ ہی قرآن وحدیث کے جواہر پارے اس کتاب کی
زینت کا سبب ہیں ۔ اس طرح کی کوشش اس سے پہلے نہیں کی گئی ہے ۔

کتاب الامالی کے محقق کے بقول "ان ائمة اللغة والأدب طالعہم
منظرون فی کتبہم من دررہ ومفترقون من بحرہ وهو تألیف جزل الفوائد جم النفع
لمن یزد النعم فی علم اللغة وغیرہیں ۔ عقلہ بالآداب الصریحہ والأخبار المنتجة

(۱) ریشات الامیان (۱- ۲۰۲ اور ۲۰۵)

(۲) الامالی ۔ ابو علی القالی ج ۱ ص ۳ بحوالہ قصة الأدب ج ۱ ص ۲۰۶

والأشعار المختارة والأمثال المستجادة " (۱)

یعنی یہ کتاب الامالی کی حیثیت ایک قدیم صدر اور مجمع کی ہے۔ بعد کے ائمہ لغت و ادب نے جو کچھ بھی علم لغت و ادب کی خدمت کی ہے وہ اس کتاب کی مرہون منت ہے اور مستقبل میں ہی کوئی شخص اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کتاب میں لغت و ادب کا اتنا ضخیم اور مستند سرمایہ موجود ہے کہ اس کی افادیت سے انظار مطمئن نہیں ہے۔ ساتھ ہی محقق نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ جو شخص بھی علم لغت و ادب میں تصدیق اور توثیق و آرائش اور تہذیب اور تنقیح چاہتا ہو اس کے لئے اس کتاب سے استفادہ از حد ضروری ہے۔

ابوعلیٰ قالی اور ان کی اس مشہور تصنیف سے متعلق مورخین نے نویسی لکھتے ہیں مثلاً صاحب "معجم الأدباء" نے لکھا ہے "کتاب الامالی مصروف بین الناس کثیر الفوائد غایۃ فی منافع" (۲) اور الزمخدری کے بقول "ما نعلم احداً من المتقدمین الف مثله" (۳)

ان کی بے شمار کتب میں سے "الامالی" کے علاوہ "المعجم والمقصود" و "کتاب الابل" و "کتاب حل الانسان" و "الخیل و شائعها" اور کتاب "نسل و اُصل" "مقاتل الفرسان" "تفسیر سبع الطوال" "کتاب البارج" فی اللغة وغیرہ ہیں۔ "الامالی" مصر سے متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

ابوعلیٰ کے ماصرین میں ابن القوطیہ ہیں۔ ان کا زمانہ ۲۸۸ھ سے ۳۵۶ھ کا ہے۔

(۱) الامالی - ابوعلیٰ القالی ج ۱ ص ۳

(۲) معجم الأدباء

(۳) بحوالہ قصۃ الأدب ج ۱ ص ۲۱۷

منصور بن ابی عامر نے اپنے دور اقتدار میں یہ جاہان تھا کہ "کتاب الامالی" کا بدل اور ثانی ہمیشہ کرواتے تھے تاکہ اس کی شہرت میں مزید اضافہ ہو اس کے لئے اس نے ابو العلاء صاعد لیسوی جو مشرق سے ہجرت کر کے آئے تھے - کی خدمات حاصل کیں اور اس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس کتاب کا ثانی ملکہ نعم البدل ہمیشہ کرے - صاعد نے نہایت کوشش کر کے "کتاب الفصوص" کے نام سے ایک کتاب مرتب کیا جو اس نے "معارف علماء و ادباء" اور "شعراء" کے بقول بالکل لیسوی اور لامبنی کتاب تھی - اسے اس وقت دریا برد کر دیا گیا - اس واقعہ سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی مہارت کا ثبوت ابو علی قالی نے اس کتاب کی تالیف میں ہمیشہ کیا ہے - (۱)

ابو علی قالی کے اساتذہ میں قاضی یوسف بن یعقوب البصری (۲۰۸ھ - ۲۹۷ھ) ابو القاسم عبداللہ بن محمد البصری البغدادی (۲۱۲ھ - ۲۱۷ھ) الحسن بن اسماعیل المحاطی البغدادی (۲۲۵ھ - ۲۳۰ھ) -

لفت نحو اور ادب کے اساتذہ میں ابو اسحاق ابراہیم بن السری الزجاج (۲۲۱ھ - ۲۱۱ھ) ابو الحسن علی بن سلمان المعروف بالاحفش الأصغر ضوفی سنہ ۲۱۵ھ ابوکر محمد بن السری بن السراج ضوفی سنہ ۲۱۶ھ ابوکر محمد بن الحسن بن درید (۲۲۲ھ - ۲۲۱ھ) أحمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبة الدینوری ضوفی سنہ ۲۲۲ھ -

اہل اندلس کے مشرق سے استفادے کی نوعیت محرکات اور جوہری وہابیوں کی صدی ہجری کے بعض مشہور اشخاص جو تحصیل علم کی خاطر مشرق گئے -

اندلس میں ترقی کی بنا ڈالنے والے اور علم و فنون کی بنیاد قائم کرنے والے اصل محرک اہل مشرق تھے - گویا علم و فنون کا صدر منبع اور سرچشمہ مشرق تھا -

وہیں کے چشمہ صافی کے سونے پھوٹ کر دنیا کے گوشے میں پھیلے تھے۔ لیکن ساتھ ہی اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ اہل اندلس بڑی حساس طبیعت و مزاج کے حامل تھے۔ مشرق سے اخذ کردہ علم و ہارف میں جدت، ابتکار اور تنوع پیدا کرنے میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ خاص طور سے یہ دوق و شوق جنون کی حد تک اس وقت بڑھ گیا جبکہ مشرق سے امویوں کا خاتمہ ہونے کے بعد عباسی زیر اقتدار آئے۔ مشرق سے مفکر جب امویوں کی حکومت اندلس میں قائم ہوگئی اور اندلس مشرقیوں کے اقتدار سے آزاد ہوکر ایک مستقل بنفسہ سلطنت کی حیثیت سے جانا جانے لگا تو اس وقت ملوک خلفاء امراء حتی کہ عوام کے اندر بھی جذبہ مقابلہ اپنی انتہا کو پہنچا۔ لیکن ظاہر ہے ایک نئی نئی حکومت اور مملکت جس کے ابھی ابھی بال و پیر نکلے ہیں وہ کسی کو اپنا راہ نما ضرور بنائے گی۔ اس کا مطیع نظر نہونی ضرور ہوگا اس کی کوئی منزل ضرور ہوگی جسے وہ ماننے کی کوشش کرے گی۔ تو وہ مطیع نظر آسمان کے افق پر مشرق ہی تھا۔ جہاں سے علم و ہارف کے سونے پھوٹے تھے۔ خاص کر اندلس کی اموی حکومت کے اندر یہ جذبہ مقابلہ زیادہ تھا کیونکہ انہیں اس بات کی فکر تھی کہ اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اقتدار پر گرفت مضبوط کی جائے اور اس کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ ملک کو ہر لحاظ سے قابل بنادیا جائے کہ ترقی کی اس دوڑ میں ترقی یافتہ مشرق کے بالمقابل کھڑا ہو سکے۔ چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ہر ممکن تدابیر کر ڈالیں۔ اس کے لئے انہوں نے جہاں ملکی نظم و انتظام دفاعی استحکام رعایا کی خوشحالی اور خارجہ الہالی کی طرف توجہ دی وہیں اندرونی و بیرونی فنون سازشوں اور مفاوضوں کو دبانے کے ساتھ ساتھ علم و ہارف اور فنون کی ترقی کیلئے مؤثر اقدامات کئے۔ علم و ہارف کو فروغ دینے کے لئے ضروری تھا کہ ملک میں ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ عوام ان کے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھا سکیں۔ اموی سلاطین کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ تقریباً سبھی بہترین عالم ادیب اور شاعر تھے۔ چنانچہ مدارس جامعات اور ہلکے لائبریریوں کا جمال پورے اندلس میں بچھا دیا۔

ملک سے چند اشخاص کو مختلف علم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کی غرض سے مشرق روانہ کیا گیا۔ کچھ ایسے تھے جو از خود طلب علم کے شوق میں دور دراز کا مشقت طلب سفر کیا کرتے تھے سلاطین کا یہ عالم تھا کہ باقاعدہ ایک کمیٹی مقرر تھی کہ کہیں بھی کوئی کتاب تصنیف ہو وہ اندلس کی لائبریری میں لائی جائے۔ اسی طرح مترجمین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو ہمہ وقت دوسری زبانوں کی کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا کام انجام دیتی تھی۔ ڈاکٹر احسان عباس نے اپنی کتاب (۱) میں اندلسیوں کے اہل مشرق سے مقابلہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

" واشتغل الأندلسيون بكتب المشاركة دراسة وشرحاً ومعارضة ورداً واختصاراً الى جانب ما ألفوه في فن العلم من فقه ولسان ونحو وجماعات وتاريخ وحديث وكتب في التراجم والدراسات الأدبية۔"

یعنی یہ کہ اہل اندلس نے مشرقیوں سے اخذ کردہ علوم میں مختلف حثیتوں سے اضافے کرنے میں اہڑی جوش کا زور صرف کیا۔ علم و فنون میں تنوع جدت اور بعض دفعہ نواس کا بالمقابل بلکہ اس سے بڑھ کر تخلیق پختگی۔

اندلس سے مشرق کی طرف کسب علم کی خاطر جامع والوں میں علماء فضلاء ادباء شعراء نحویین مورخین مفسرین محدثین اور فقہاء ہو طبقہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔

مغربی نے اپنی کتاب میں جن سو سے زائد ایسے اشخاص کا نام پیش کیا ہے جو تحصیل علوم کی خاطر مشرق گئے۔ ان میں نو کچھ ایسے تھے جنہوں نے مستقل طور سے مشرق ہی کو اپنا مستقر بنایا لیکن ان میں بیشتر ایسے تھے جو اندلس واپس آئے اور انہوں نے اپنے ملک اور عوام کے لئے خدمات انجام دیں۔ جامع وہ درس و

(۱) تاریخ الأدب الاندلسی - ڈاکٹر احسان عباس بیروت لبنان تمسرا ایڈیشن

تدریس کی صورت میں ہو یا تصنیف و تالیف کی صورت میں۔ میں چونکہ اور ہانجوبین
مدی ہجری میں سے متعلق چند اشخاص کے نام اور ان کی خدمات کا اختصار کے ساتھ
ذکر کروں گا۔

ابن الفرص نے بھی اپنی کتاب میزان اشخاص کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا ہے
جو مشرق استفادے کی غرض سے گئے۔ (۱)

(۱) علماء میں یحییٰ بن یحییٰ اللہبی نے مشرق کا سفر کیا اور امام مالک کے
درس میں شریک ہو کر ان سے استفادہ کیا۔ اندلس میں آکر موطا امام مالک کی
روایت آپ ہی نے لی اور آپ ہی کی وجہ سے اندلس میں مالکی مذہب کو فروغ
حاصل ہوا۔ ان کے متعلق ایک روایت نقل کی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے
کہ طلب علم میں جنوں کس قدر تھا کہ اس کے علاوہ اور تمام چیزیں اور تمام
مسرورات ہیج نظر آتی تھیں۔ روایت یہ ہے کہ ایک دفعہ امام مالک رحمۃ اللہ
علیہ درس میں مشغول تھے کہ یکایک ایک شور بلند ہوا کہ ہاتھی آیا ہاتھی۔
چونکہ ہاتھی اہل عرب کے لئے نادر چیز تھی اسلئے تمام طلبہ حلقہ درس سے
اٹھ کر ہاتھی دیکھنے چلے گئے۔ یحییٰ بن یحییٰ بھی اس مجلس درس میں شریک تھے
آپ اٹھ کر ہاتھی دیکھنے نہیں گئے بلکہ بدستور سبق میں مشغول رہے۔ امام
مالک نے ان سے استفسار کیا کہ یحییٰ تمہارے یہاں بھی تو ہاتھی ناپید ہے اور یہ
تمہارے لئے بھی نئی چیز تھی تم آخر ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے۔ یحییٰ بن
یحییٰ نے جواب دیا کہ میں اتنی دور سے یہاں ہاتھی دیکھنے نہیں آیا ہوں بلکہ
میں آپ سے استفادے کی غرض سے آیا ہوں۔ امام مالک ان کے جواب سے بہت خوش
ہوئے۔ (۲) فقہ ہران کی گرانقدر تدریس اور تالیفی خدمات میں جن کا ذکر مورخین
نے کیا ہے۔

(۱) تاریخ علماء الاندلس (۱ اور ۲)

(۲) تمام اسماء اور ان کے احوال نفع الطیب ج ۲ سے ماخوذ ہیں ص ۲۳

(۲) قاضی ابو عبد اللہ محمد بن ابوعبسی - ضولی سنہ ۳۳۹ھ -

یہ یحییٰ بن یحییٰ اللہی کے ہونے تھے - یہ بھی مشرق کسب علم کی خاطر گئے اور وہاں سے واپس آئے بعد قرطبہ کے قاضی مقرر ہوئے - یہ حق کو حق پرست اور حق بات قاضی تھے ان کے اساتذہ میں ابن المنذر عقیلی اور ابن الأعرابی وغیرہم ہیں - یہ شاعری سے بھی ذوق رکھتے تھے -

(۳) منذر بن سعید البلقوطی -

یہ مشرق حبشہ کی طرف سے گئے تھے وہاں محمد بن المنذر البلقوطی سے سماع کیا ابتدا میں عبد اللہ بن یحییٰ بن یحییٰ سے کسب فیہ کیا - مشرق سے واپس آئے بعد سنہ ۳۳۹ھ میں قاضی قرطبہ ہوئے اور حکم ثانی کے عہد خلافت میں سنہ ۳۵۵ھ میں وفات پائی -

(۴) ابوسکر ابن السمری -

آپ سنہ ۲۸۵ھ میں مشرق گئے - شام عراق اور بغداد کا سفر کیا اور وہاں کے کبار اہل علم سے استفادہ کیا - اور مصر واسکندریہ ہوئے اندلس ۲۹۲ھ میں واپس آئے - فصل و کمال میں یکتائے روزگار تھے - یہ اشبیلہ کے قاضی مقرر ہوئے - ان کی پیدائش سنہ ۲۶۸ھ میں ہوئی اور انتقال سنہ ۵۴۳ھ میں ہوا - ان کی متعدد تصانیف کا ذکر ملتا ہے (۱) "القمر فی شرح مؤطا مالک ابن انس" (۲) "ترتیب المسالک فی شرح مؤطا مالک" (۳) "أنوار الفجر" (۴) "أحکام القرآن" (۵) "طریقہ الأخوی فی شرح الترمذی" (۶) "سراج المریدین" (۷) "المشکلیں مشکل القرآن والسنة" "الناسخ والنسخ فی القرن" ان کی ان مذکورہ بالا تصانیف کے

(۱) تمام اسما اور ان کے احوال نفع الطبیب ج ۲ سے ماخوذ ہیں ص ۲۳

علاوہ یہ شمار تصانیف میں جن کے اسما مرقی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ (۱)
ابوکر ابن الصری کے متعلق صاحب قصۃ الأدب ابن خاقان کے حوالہ سے لکھتے ہیں
"علم الأعلام الطاهر الأثواب الباهر الألباب الذی أنس ذکاہہما و ترک التقلید
للقياس وأنش الفرع من الأصل وفدا فی بد الاسلام أبی من الفصل سقى الله به
الأندلس بعد ما أجدهت من المعارف ومد طبع من الفصل الوارف فكساها رونق
نبله وسقاها ريق وبله وكان أبوه با شیطه بدرأ فی فلكها۔" (۲)

یعنی یہ کہ ابوکر ابن الصری علم و معارف کا ایک بحر زخار اپنے قلب و ذہن
میں سمونچ ہوئے تھے جن کی ذہانت و فطانت اور علم و فنون میں بالادستی
نے اگلون کو کافی پہنچے ڈھکیل دیا تھا اور اندلس اور اہل اندلس کی خدمت اس
وسیع پہنچے پر کی کہ اہل اندلس اس بحر زخار سے خوب سیراب ہوئے۔ ان کے والد
بھی علوم و فنون میں اشیطہ کے بدر کامل اور یکتائے روزگار تھے۔

ابوکر ابن الصری سے متعلق درج بالا اقتباس ابن خاقان کا ہے جو کہ ابن
الصری کے معاصر ہیں اور اشیطہ ہی کے بلند پایہ عالم و ادیب ہیں۔ البتہ ابن
الصری ان سے عرصہ میں بڑے بھی تھے اور ابن خاقان کی وفات بھی ابن الصری سے
پہلے ہوئی۔ ابن خاقان کی مختصر سوانح حیات و خدمات کا ذکر آگے آئے گا۔

(۵) ابو عبد اللہ محمد بن ابراہم۔

انہوں نے مصر میں ابوالفہی صوفی سے کسب علم کیا اور ابو محمد بن نحاس
ابوالقاسم طحان وغیرہم سے علم حدیث سیکھا۔ یہ عالم ادیب شاعر اور لغوی بھی

(۱) نفع الطبیب ج ۲ ص ۳۵

(۲) قصۃ الأدب ج ۱ ص ۳۷

تھے۔ ان کی بیشتر تصانیف علم قرآن وحدیث پر ہیں۔ مرقی نے تصانیف کے اسماء کا ذکر نہیں کیا ہے۔ (۱) وفات سنہ ۲۵۵ھ میں ہوئی (۷-۷) اسی طرح ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن محمد بن سيار۔ پیدائش سنہ ۲۶۲ھ اور وفات سنہ ۳۲۸ھ اور ابو عبد اللہ محمد بن محمد خیرون مقولی سنہ ۳۰۶ھ نے مشرق استفادہ کی غرض سے کثرت۔ ان کی دیگر تفصیلات کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ (۲)

یہ فقہیہ متکلم ادیب اور شاعر تھے۔ طلب علم کی غرض سے عراق بغداد اور دمشق گئے اور وہاں کے اہل علم سے استفادہ کیا۔ ان کی بہت ساری مشہور تصانیف ہیں۔ جن میں "مختصر المختصر" "الإشارة فی اصول الفقہ" "الحدود" "اختلاف الموطأ" اور "سنن الصالحین" ہیں۔ ان کی پیدائش سنہ ۴۰۳ھ اور وفات سنہ ۴۷۴ھ میں ہوئی۔ (۳)

یہ ابن حزم کے نام سے مشہور ہوئے۔ پہلے شافعی المسلک تھے۔ بعد میں ظاہری المسلک ہو گئے۔ ادب فلسفہ منطق اور علم اسلامیہ میں ان کی بے شمار تصانیف ہیں جن میں "الفصل بین اهل الأهواء والنحل" "المصادع والبرادع علی من کفر اهل التأویل من فرق المسلمين والرد علی فرق التقليد" وغیرہ بے شمار کتابیں ہیں۔ ان کا ذکر الکا سے ادب کے موضوع کے تحت آئے گا۔ یہ بھی مشرق سے استفادہ کرنے گئے تھے وہاں سے واپسی کے بعد معتد بہت مدد کے دست راست رہے۔ ان کی وفات سنہ ۴۵۶ھ میں ہوئی۔

(٢) ايمان ٢ س ٦٢ ام "المغرب" (١-٢٠٢)

L₂ (r)

(۱۰) ابوبکر محمد بن الولید بن محمد بن خلف -

یہ الطرطوشی کے نام سے مشہور ہوئے - مشرق سے انہوں نے بھی استفادہ کیا ہے - ان کی بھی یہ شمار تصانیف ہیں جن کا ذکر مرقی نے اپنی کتاب میں کیا ہے - (۱)

(۱۱) خلف ابن القاسم بن سہل بن دہاغ الأندلسی -

علم حدیث میں خاص مہارت مصر میں جاکر حاصل کی - اور اندلس واپس آکر اہل وطن کی خدمت میں مصروف ہو گئے - ان کی وفات سنہ ۳۹۳ھ میں ہوئی (۲)

(۱۲) خلف ابن القاسم بن سہل بن دہاغ الأندلسی - ضوفی سنہ ۳۹۳ھ -

مشرق سے استفادہ کی خاطر یہ بھی وہاں گئے اور مصر دمشق اور بغداد کے اہل علم سے اخذ علم کیا - (۳) ان کے بارے میں مزید تفصیلات نہیں ملتی ہیں -

(۱۳) ابو عبد اللہ محمد بن قنوج بن عبد اللہ الأزدی الحمیدی (۲۲۰ھ - ۴۸۸ھ)

مشرق کی طرف کسب علم و ادب کی خاطر جامع والنون میں یہ بھی گئے - اندلس واپس ہو کر انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دیں - ان کی تصانیف میں " جذوة القنہر فی أخبار علماء الأندلس - " " الذهب المہوک فی وعظ الطوک " " تسہیل السہل الی علم الترمذی " " تاریخ الاسلام " " من ادعی الأمان من اہل الايمان " " النعمة " " الأمانی الصادقة " - ان کی سب سے مشہور کتاب " الجمع بین الصحیحین " ہے " جذوة القنہر " انہوں نے بغداد میں تالیف کیا تھا - (۴)

(۱) فتح الطب ج ۲ ص ۸۸

(۲) ایضاً ص ۱۰۵

(۳) ایضاً ص ۱۰۵ السید عزت المطار الحسینی (۱ - ۲)

(۴) ایضاً ص ۱۱۳ - ۱۱۴

(۱۴) ابن عبد ربہ -

یہ بھی اہل مشرق سے استفادہ کی غرض سے مشرق گئے - ان کی سب سے مشہور کتاب جو اپنے موضوع پر ہی نظر ہے "المقد الفرید" ہے - ان کی شخصیت اور ان کی اس مشہور کتاب سے متعلق آئندہ کے صفحات میں تفصیل سے تحریر کروں گا -

(۱۵) ابو الولید و ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یوسف بن نصر الأزری القرطبی -

یہ ابن الفرض کے نام سے مشہور ہوئے - مشرق جا کر استفادہ کرنے والوں میں یہ بھی تھے - یہ سنہ ۳۸۲ھ میں مشرق گئے اور کبار اہل علم سے استفادہ ہوئے - وہاں سے واپس کے بعد ہلنسہ کے قاص بھی رہے - محمد المہدی مروانی کے زمانہ اقتدار میں - علم حدیث فقہ تفسیر رجال اور ادب وغیرہ علوم پر کمال حاصل تھا - ان کی متعدد تصانیف کا تذکرہ تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے جن میں "تاریخ علماء الاندلس" "المؤلف والمختلف" (۱) "مئبہ النسبة" "أخبار شعراء الأندلس" وغیرہ بہت مشہور ہیں -

ان کی پیدائش سنہ ۳۵۱ھ اور وفات سنہ ۴۰۳ھ (۲) میں ہوئی - ایک ہجر کے ماتہ قرطبہ میں قتل کئے گئے -

(۱۶) ابو محمد عبد العزیز بن أحمد بن السید بن الضلس القسی الاندلسی الہلنسی

متوفی سنہ ۴۲۷ھ اور باختلاف روایت سنہ ۴۲۹ھ -

عربی زبان و ادب کے ممتاز عالم تھے - اندلس سے ہجرت کر کے مراکش اور یہیں مستقل طور سے اقامت اختیار کر لی - سادہ اللہوی صاحب "کتاب الفصول" سے علم لغت و ادب سیکھا علم کی طلب میں بغداد بھی گئے - اور وہاں کے علماء و ادباء

(۱) ہفۃ الطنسی (۵۲۲)

(۲) ایضاً و تاریخ العلماء ابن الفرض تحقیق السید عزت المطار الحسینی (۱-۲)

سے کسب نہیں کیا - شعروادب میں کمال حاصل تھا - ان کی تصانیف کا ذکر نہیں ملتا ہے - (۱)

(۱۷) ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمرو - (۲۷۱ھ - ۲۴۴ھ)

سنہ ۲۹۷ھ میں سرگنچ اور وہان کے علماء سے مستفید ہوئے - قری نے ان کی ایک سو بیس تصانیف بتائی ہیں - جو زمانے کی نذر ہو گئیں - انہیں مشکوٰۃ کے بقول "کان ابو عمرو واحد الأئمة فی علم القرآن وروایاته وتفسیره وسانہ وطرقہ و اعرابه وجمع فی ذالک کله توالیف حسناً" - (۲)

(۱۸) المصنف بن عیسیٰ بن حم بن عبد اللہ الفافی -

اصلاً یہ بلنسیہ کے تھے - مالقہ اور العربیہ میں بھی رہے - ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی - یہ مصر سنہ ۵۶۰ھ میں گئے تھے اور وہیں مستقل طور سے سکونت اختیار کر لی - قری نے ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے جن میں "المغرب فی محاسن اهل المغرب" بھی ہے - یہ تالیف مصر ہی کے زمانہ قیام کی ہے - ان کی وفات سنہ ۵۷۵ھ میں ہوئی - (۳)

(۱۹) محمد بن عبد الرحمن بن علی بن محمد النجیبی -

کنیت ابو عبد اللہ تھی - اشبیلیہ سے تعلق تھا - ابتدا میں اندلس میں گھوم گھوم کر علم حاصل کیا - پھر حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تلمسان میں گزارے وہیں ان کی وفات سنہ ۶۱۰ھ میں ہوئی - قری کے بقول ان کی بے شمار تصانیف ہیں لیکن انہوں نے کسی کا ذکر نہیں کیا ہے - (۴)

(۲) بحوالہ نفع الطیب ج ۲ ص ۱۳۶

(۳) ایضاً

(۱) نفع الطیب ج ۲ ص ۱۳۲

(۲) ایضاً ص ۲۷۹

(۲۰) عبداللہ بن رشیق القرطبی -

اندلس سے ہجرت کرکے قیروان کو اپنا مستقر بنایا اور وہاں کے مشہور علما سے کسب فیض کیا۔ ادب اور شاعری کا ذوق تھا۔ بعض روایات کے مطابق حج کرکے مصر واپس آئے تھے کہ راستہ میں انتقال ہو گیا اور بعض قول کے مطابق حج کرنے جا رہے تھے کہ راستے میں سنہ ۴۱۹ھ میں انتقال فرما گئے۔

فقہی نے اپنی کتاب "نفع الطب" میں تین سو سے زائد ایسے اشخاص کا ذکر کیا ہے جو طلب علم کی خاطر مشرق گئے۔ ان میں بیشتر نے اندلس واپس آکر اہل وطن کی خدمات کا فریضہ انجام دیا اور ایسے مآثر چھوڑے جو کسی حد تک مشرق سے یہ نیاز کرتے ہیں۔ میں نے اپنے اس مقالہ میں زیادہ تر ان اشخاص کا ذکر "نفع الطب" کے حوالہ سے کیا ہے جو چونکہ اور پانچویں صدی ہجری سے متعلق تھے۔ لہذا ایسے افراد کا بھی ذکر کیا ہے جو لاحق و سابق ادوار سے متعلق تھے۔ ایسا میں نے اس لئے کیا تاکہ آگے اور ادوار کا بھی اندازہ ہو سکے کہ اسی طرح کے جذبات اگلے اور پچھلے ادوار میں بھی موجود رہے ہیں۔

پانچواں باب

اندلس میں نثر نگاری، اقسام نثر، کچھ مشہور علماء و ادباء کی خدمات
قصہ نویسی اور مقامات، فن خطابت -

پانچواں باب

اندلس میں نثر نگاری

عربی زبان و ادب میں اصل حیثیت نثر کو حاصل ہے۔ چنانچہ عربوں کو اپنی زبان پر یہ حد ناز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ غیر عربوں کو بھی اس کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ قرآن حکم کا نزول جہاں عربی زبان و ادب کے دہلے کا موجب ثابت ہوا وہیں نثری اسلوب میں ایک فکر آمیز مکمل نظام حیات ہمیشہ کرکے عربی شعراء و ادباء کو زانوئے سخن تپہ کر لیتے پرہیز کر دیا اور وقت کا عظیم شاعر اور ناقد لہجہ کو یہ کہنے پرہیز ہو گیا کہ "ما هذا قول البشر" یہ عربی نثر ہی کا امتیاز تھا کہ قرآن کریم جیسی مقدس کتاب بہترین نثری اسلوب میں نازل ہوئی۔

شاعری کے وجود سے قبل عام بول چال کی زبان نثر ہی ہوا کرتی تھی۔ انسان کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی فطرت میں ارتقاء اور مہمان کے بعد اظہار خیال کے متعدد طریقے وجود میں آئے رہے۔ پھر یہی چیز اعلیٰ و ارفع صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جو کبھی ابتدائی شاعری اعلیٰ ارفع اور مزین قصائد مصلقات ہجو مرثیہ حماسہ خالص ادب خطبوں قطع مسجع چارون حتیٰ کہ دیگر علم تاریخ جغرافیہ اور علم نحو و صرف جیسے علم تک پہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔

جس زمانہ میں مشرق سے امویوں کا خاتمہ کیا جا رہا تھا۔ نثر کے میدان میں اہل مشرق نے کوئی خاص ترقی نہیں کی تھی۔ ان کا نثری ادبی سرمایہ خطبات و رسائل تک محدود تھا یا پھر عام گفتگو پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ جس کے اندر خالص اور سادہ عربی زبان و ادب کے جواہر ہائے ہونے تھے۔ اندلس میں بھی عربی نثر نگاری کو فروغ دینے میں انہی عرب مہاجرین کا ہاتھ ہے جو کبھی اپنے وطن ہی میں رہتے ہوئے کسی قسم کے اختلاط کے بغیر خالص عربی زبان و ادب پر مکمل قدرت رکھتے تھے۔

ابتداء میں اندلس پر عبدالرحمان الداخل کے اقتدار حاصل کر لینے کے بعد متعدد اسباب کی بنا پر نثری ادبی ارتقاء کا کلم نہیں ہوا وہ اپنی پرانی ڈگر پر قائم تھا۔ اس کی دو بنیادی وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ابھی اندرونی و بیرونی فتنوں نے جہن لٹنے نہیں دیا تھا اور پھر ان فتنوں اور بغاوتوں کو دہاتے ہوئے عوام کی آسائش و راحت کاری کے انتظامات کرنے تھے کیونکہ مشرق کے زیر اقتدار رہتے ہوئے اندلس کی طرف ماضی میں خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی تھی۔ اور اب چونکہ مشرق بذات خود مستقل بنفسہ ایک مملکت کی صورت اختیار کر چکا تھا اسلئے اس کو اصلاح و فلاح میں مکمل خود مختاری کے ساتھ نظم مملکت سنبھالنے کی ضرورت تھی۔ جو علوم و فنون کی ترقی کی طرف توجہ دینے میں مانع تھی۔ اور دوسری بنیادی وجہ یہ تھی کہ چونکہ اندلس بالکل ابتدائی دور سے گزر رہا تھا اسلئے ابھی عوام کے اندر اہل مشرق سے سابقہ و مقابلہ کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ اموی فاتحین کے اندر یہ جذبہ رہا ہو کہ وہ اندلس کو مشرق کے بالقابل لا کھڑا کریں گے اور یقیناً یہ جذبہ ان کے اندر کار فرما تھا جہی تو اندلس کے ہا یہ تخت کو مضبوط بنانے اور استحکم بخشنے کے لئے جو کچھ ان سے ممکن ہو سکا اسے بحسن و خوبی انجام دینے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اس کے لئے جہاں ملکی سیاسی حالات پر قابو پایا وہیں رہایا کی فلاح و بہبود میں کوئی کمی نہیں کی اور علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کے لئے مدارس جامعات اور لائبریریوں کے لاضافی سلسلے اس کی کھلی دلیل ہیں۔

اندلس میں عربی نثر شروع کے دور میں خطبوں اور رسائل تک محدود تھی ان ادوار میں ضرورت اس بات کی تھی کہ تقاریر کے ذریعہ بہادری اور جنگ و جہاد پر فوجیوں کو ابھارا جائے۔ یا پھر عمال کو رسائل کے ذریعہ نظم مملکت کے سلسلہ میں ہدایات و احکامات جاری کئے جائیں۔ بعد میں دھیرے دھیرے اندلس میں بھی عربی نثر کا میدان وسیع ہوتا گیا اور اس میدان میں اندلسیوں نے پھر جہتوں

سے جدت و ابتکار کی روش بھی اختیار کی جو پہلے ان کے یہاں نہیں تھی۔ ان کے رسائل خلیفہ کی مدح و ستائش قصص اور خیالی مناظرات تصوف زہد و تقویٰ و خشیت الہی پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔

اندلسی ترکی متعدد القلم ہیں۔ عبد المنعم خلفاء نے اپنی کتاب "قصۃ الأدب فی الاندلس" میں اندلسی ترکی پانچ قسمیں بتائی ہیں۔ (۱)

(۱) نثر الادباء۔ اس میں بادشاہ اور امراء کی جانب سے نظم ممالکت سے متعلق احکامات و ہدایات ہوا کرتی تھیں۔ یہ دواوین عربی زبان و ادب کا ایک اعلیٰ ہمار ہنر کرتے ہیں۔ سلاطین اندلس نے اس طرف خصوصی توجہ دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سلاطین و امراء کے تہنیم و مصاحب حاجب و وزیر بہترین علم و ادب کے ماہرین ہوتے تھے ایسے ہی اشخاص ان اعلیٰ مناصب پر فائز کئے جاتے تھے جو علم و ادب میں یکتائے روزگار ہوں۔

(۲) دوسرے رسائل کی وہ قسم تھی جس میں عوام کے احوال و کوائف اور دیگر ملکی معاشرتی اور سیاسی احوال دیے ہوتے تھے۔ سلاطین اندلس نے ملکہ سے متعلق جو چیزیں بھی تھیں سب کے کلفذات تیار کروائے تھے۔ مردم شماری نہیں محلات ہل سرانہن شفاخانے مدارس جامعات اور دیگر اشیاء اس میں دیے ہوتے تھیں۔

(۳) تیسری قسم ان ادبی سرمایوں کی ہے جس میں انشاء پرداز اور ادیب کے خالص ادبی مآثر آئے ہیں۔ مدح استعطاف خطاب رثاء اور وصف و خبرہ کی تصویر کشی اس انداز و اسلوب میں اس وقت کے انشاء پردازوں اور ادباء نے کی ہے کہ لوگوں کی علم زندگیاں کے مضمرات کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

(۴) نثر کی چوتھی قسم خیالی نثر نگاری پر مشتمل ہے۔ اس قسم کے تحت مختلف چیزیں آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حقائق کی تشریح خیالی قصہ کی صورت میں کی جاتی ہے۔ اس زمرے میں ابن شہید کا رسالہ "التوابع والزوابع" کا شمار سرفہرست ہوتا ہے۔ جس میں تلوار اور قلم کے مابین مناظرہ ہے جو فلسفیانہ انداز لے ہوئے ہے۔ اسی قسم کے تحت خالص قصہ نگاری اور مقامات نگاری کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔

(۵) پانچویں قسم علمی نثری سرمایوں کی ہے۔ پہلے علمی نثری مآثر و سرمائے نثر فن میں شمار نہیں کئے جاتے تھے لیکن ان علمی سرمایوں میں علم کے ساتھ ساتھ ہماری ادب کی آمیزش نے اس بات پر مجبور کیا کہ اسے بھی نثر فن یا علمی فن ادب کے زمرے میں شمار کیا جاسکے۔ ان کی علمی کتابوں کی عبارات و اسالیب میں اس قدر تفنن ابتکار اور جدت ہے کہ "قلائد العقیان" مطبع الانفس "تاریخ ابن خلدون" خصوصاً مقدمہ ابن خلدون اور نفع الطیب وغیرہ کو نثر فن میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان میں علمی مباحث کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کی لطافت بھی نظر آتی ہے۔

تلم ہی مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شروع میں اندلس کا نثری اسلوب نہایت سادہ اور تکلف سے پاک تھا اس میں صناعت لفظی ہدم تھی۔ لیکن جب مشرق سے ابن الحمید ابن الحمید اور ابن القتیع جیسے انشاء پرداز وادب کا اسلوب نگارش اندلس پہنچا تو اندلسیوں نے بھی وہی رنگ اختیار کیا۔ چنانچہ اس کے بعد اندلس کے ادباء نے مسجع و مقنع عبارتوں کا التزام شروع کیا۔ اس میں تشبیہات استعارات کنایات محسنات بدیعہ اور صناعت لفظیہ کا استعمال خوب ہونے لگا۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ اندلس کے ادباء کی نثری زبان شاعری کی زبان معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ صاحب النثر الأندلسی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "وجرت جميع تلك الأشكال النثرية في أكثر الأحوال على نظم السجع وعلى التفنن في صروحه۔ لا نستثنى من ذلك إلا بعض النثرين أو بعض آثارهم

مثل البیج ابن حبان و بعض رسائل ابن زیدون واحد بن عباس۔ (۱)

بعض مورخین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ادبی میدان میں بعض
حیثیتوں سے اہل اندلس ممتاز نظر آتے ہیں۔ معانی افکار اور اسلوب میں خاص
طور سے اندلسیوں کے یہاں سلاست و روانی اور گہرائی و گہرائی کا زبردست ذخیرہ
نظر آتا ہے۔ جیسا کہ عبد المنعم خفاجہ لکھتے ہیں " فالواقع ان البیة قد اوجت
الهمم بكثير من مظاهر التجديد في اسلوب الشعر وفي معانيه فقد ابتكر الشعراء
كثيرا من المعاني والأفكار الجديدة بجانب ما أسبقوه على الأسلوب من رقة وسلاسة" (۲)

آگے چل کر اندلس کے ادبی اسلوب کے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ " لهذا
تجدد کتاب الأندلس و خطبائہ و شعرون حين نشرون لغبارهم تسيل رقة تفيض
عذوبة و أساليبهم تلعب سلاسة و لغزائهم و خيالهم يحلق في افق جميل . أما الشعراء
فقد هدوا الشعر زنا تقوا في الفاظه و تصرفوا في معانيه و نوهوا في قوافيه و غنوا
خياله و زاد في ألفاظه رديح و تدبج الزهر و سلسلوه سلسلة النهر۔" (۳)

یعنی یہ کہ اندلس کے خطباء ادباء اور انشاء پرداز اپنی نثری کاوشوں
کے اظہار کے وقت معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاعری کر رہے ہیں۔ شعری سلاست و
روانی اور افکار و خیالات میں گہرائی و گہرائی کا ایک بہتا ہوا ترم زہر دریا ان کی
عبارتوں کا طور امتیاز ہیں۔ ایسی ہی خصوصیات جدت و ابتکار کی ان کی شاعری
کا بھی جزو لا ینفک ہیں۔

اہل اندلس مشرق کی تقلید میں نہ ہر رطب و یابس کے پیچھے پڑتے ہیں اور
نہ ہی تقلید جامد کے قائل ہیں۔ چنانچہ ان کے یہاں بہت ساری ایسی

(۱) النثر الأندلسی (۲۸۰)

(۲) قصة الأدب ج ۱ ص ۲۴۹

(۳) ایضاً ص ۲۵۲

چیزیں ملتی ہیں جن میں تنوع اور جدت کی بھرمار کی بنا پر یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ ان کا اپنا اختراع ہے۔ حالانکہ انہوں نے یہ چیز مشرق سے لی تھی اور صقل گری کے درجہ اس میں اتنی جمعک پیدا کر دی کہ بالکل ایک نئی چیز کی حیثیت سے سامنے آئی۔

اہل اندلس ایک طویل عرصہ تک علم فلسفہ و نجوم سے متنفر رہے لیکن پانچویں صدی ہجری سے ان علم پر کام کرنے والے پیدا ہونے شروع ہوئے جنہوں نے گرانقدر کارنامے انجام دیے۔ جبکہ مشرق فلسفہ و منطق کی ترقی و اشاعت میں عظیم بلند ہوں تک پہنچ چکا تھا۔ ابتداً میں ان کا خیال تھا کہ یہ علم مذہب سے بعد اور اس میں سمجھ اور سقم پیدا کرتے ہیں۔ لیکن جب ابن ماجہ متوفی سنہ ۵۲۳ھ ابن رشد متوفی سنہ ۵۹۵ھ ابن طفیل متوفی سنہ ۵۸۱ھ اور ابن زہرت متوفی سنہ ۵۹۵ھ (۱) نے علم فلسفہ میں دلچسپی لیکر اس کو اسلامی رنگ دیا تو یہ خیالات ان کے اذهان سے نکل گئے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اندلسی ادب کے کسی بھی دور میں فلسفہ کے اثرات نفوذ نہیں کرتے پائے جبکہ مشرق میں شعراء ادباء اور عوام الناس میں اس کے اثرات واضح طور پر پڑے۔

اندلس کے مشہور علماء و ادباء۔

میں جو بھی اور پانچویں صدی ہجری سے متعلق علماء و ادباء کے کچھ ناموں کا ذکر کروں گا اور ساتھ ہی ان کی نثری کاوشوں کا بھی ذکر کروں گا۔ ان علماء و ادباء میں نحو میں لغویں مؤرخین اور علماء دین و فہم شامل ہیں۔

(۱) ابوبکر الزہیدی متوفی سنہ ۳۷۹ھ کی سوانح حیات اور ان کی خدمات کا مختصر جائزہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔

- (۲) ابن سیدہ شوقی سنہ ۲۵۸ھ - کی سوانح حیات اور ان کی خدمات کا مختصر جائزہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے -
- (۳) عبد اللہ بن السید البطلوس شوقی سنہ ۵۲۱ھ کے ضلع بھی پچھلے صفحات میں جائزہ لے چکا ہوں -
- (۴) علماء تفسیر و حدیث میں القاسی ابو محمد عبد الحق بن عطیہ القرطابی کی خدمات قابل ذکر ہیں - ان کی پیدائش سنہ ۲۸۱ھ میں ہوئی اور وفات ۵۲۲ھ میں - ان کی تصانیف میں سے " الرحمة فی تفسیر الکتاب المزیز " بڑی مستند تفسیر میں شمار کی جاتی ہیں - (۱)
- (۵) ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر عاصم النیری الأندلسی - باختلاف روایت ابو عمرو یوسف جمال الدین بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم - (۲) یہ ابن عبد البر کے نام سے مشہور ہوئے - ان کی پیدائش ۲۵ ربیع الاول سنہ ۳۶۸ھ کو ہوئی - یہ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے - ان کے والد قرطبہ کے بلند پایہ علماء میں شمار کئے جاتے تھے - ان کے باپ کے انتقال کے وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی - یوں تو قرطبہ میں ان کے خاندان کو علمی تفوق حاصل تھا لیکن ابن عبد البر اور ان کے ایک صاحبزادے ابو محمد عبد اللہ بلند پایہ علمائے دین میں شمار کئے جاتے تھے نیز یہ کہ عربی زبان و ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے - علم فقہ و حدیث تاریخ مناسبات اخبار اور انساب میں بکثرت روزگار تھے - طوائف الطوبی کا آغاز ہو جانے اور اموی اقتدار کے مضاعف ہو جانے کے سبب ملک خانہ جنگیوں سے دوچار ہو گیا - جس کی بنا پر بہت سارے لوگ وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے - انہیں مہاجرین میں ابن عبد البر بھی تھے جو اندلس کے ضعیف علاقے میں ہجرت کر گئے جہاں بنو الأفلح کی مستحکم اور طاقتور حکومت تھی - پھر بلنسیہ شاطیہ اور

(۱) قصۃ الأدب ج ۱ ص ۱۹۸

(۲) ابن عبد البر - حیاتہ و آثارہ -

اندلس کے دیگر علاقوں میں مختلف اوقات میں رہے۔ المظفر الأندلسی بلند پایہ عالم ادب اور مورخ صاحب الملموس کے زمانہ اقتدار میں عہدہ قضا پر بھی فائز رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں اندلس کے مشرقی حصے میں مقیم تھے وہیں ان کی وفات سنہ ۲۶۳ھ میں ہوئی باختلاف روایت سنہ ۲۶۰ھ اور سنہ ۲۶۲ھ۔ اور ابن سعد کے بقول ان کی وفات سنہ ۲۵۸ھ میں ہوئی۔ (۱)

ابن عبد البر کے حاصرین میں ابو الولید ابن الفرصی عبد الرحمان بن محمد القرطبی مشہور سنہ ۲۰۲ھ ابو عبد اللہ بن الخدّاء القرطبی وغیرہ ہیں۔ ابن الفرصی اور عبد الرحمان بن محمد ان کے حاصرین اور اساتذہ دونوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اساتذہ میں ان دونوں کے علاوہ خلف ابن القاسم (۲۲۵ھ - ۲۹۲ھ) عبد الفی بن سعد مشہور سنہ ۲۰۹ھ وغیرہ ہیں۔

ان کی تصانیف میں تفسیر و تجوید کے موضوع پر (۱) "الہمازی تاویلات القرآن" (۲) "کتاب الانصاف فی اسماء اللہ" (۳) "الاكتفاء فی قرأة نافع وأبی عمرو

- علم حدیث پر (۱) "التعمید لما فی الموطأ من الحاشی والأسانید" (۲) "الشواہد فی اثبات خبر الواحد" علم فقہ پر (۱) "الکافی علی مذهب مالک" ہندوہ جلدوں میں (۲) "كتاب الفرائض" وغیرہ (۳) "التعمید والاستقاب" علم تاریخ پر (۱) "الاستیعاب فی معرفة الأصحاب" (۲) "كتاب الحاشی" علم انساب پر "الأنباء عن قبائل الرواة" علم ادب پر۔ "مختار المجالس وأئیس المجالس" چار جلدوں میں "كتاب العقل والمقلا" "دیوان ابی المناہیة" (۲)

(۱) المغرب - ابن سعد تحقیق شریف صیف جلد ۲ ص ۲۰۲
(۲) الدكتور محمد ظہیر الحق کی کتاب "ابن عبد البر" سے استفادہ اور قصۃ الادب ص ۱ س ۱۹۹ اور تاریخ علماء الأندلس (۱ - ۴۰)

(۶) ابو محمد بن علی بن احمد بن سعید بن حنم - ابن حنم کے نام سے مشہور مورخ - پیدائش سنہ ۲۸۲ھ اور وفات سنہ ۳۵۶ھ یا ۳۵۲ھ - (۱) آثار شباب میں سے علم حدیث فقہ اصول اور مراتب اصول علم کی تحصیل میں اشتغال رہا۔ ساتھ ساتھ بہترین ادیب انشاء پرداز نحوی لغوی فلسفی اور مورخ تھے۔ شروع میں یہ شافعی المذکر تھے پھر ظاہری ہو گئے۔ انھوں نے اصول ادیان اور اس میں تغیر و تبدل پر کچھ مباحث لکھے ہیں۔ ان کی یہ شمارتالفات مختلف علم و فنون پر پائی جاتی ہیں۔ علم طب ادب قانون فقہ فلسفہ تاریخ اور قرآن حدیث فقہ اصول فقہ و مذاہب پر تالیفی کلام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے کچھ آثار کا تذکرہ صاحب "تاریخ الفکر الاندلسی" نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ (۲) چند ایک نام عبد المنعم خفاجہ نے بھی اپنی کتاب میں دیا ہے " (۱) الاصل الی نعم الخصال " (۲) " الابطال " (۳) " المحلی فی الخلاف المال فی فروع الشافعیة " اس کا مخطوطہ مصری کتب خانہ میں موجود ہے۔ (۳) (۲) " بیان التحریف الی ادخلها اليهود والنصارى علی نصوص التوراة والانجیل " (۵) " النافع المنجی من الفضائح المخزئة والقبايح المردية من اقوال اهل البدع من الفرق الأربع المستزلة والمحرجة والخوارج والنمعة " (۴) (۶) تاریخ میں "جمہورہ نساب العرب" قاہرہ سے لئی پروفیسر نے سنہ ۱۹۲۸ء میں طبع کرایا ہے۔ (۵) (۷) " الإمامة والخلافة فی سیر الخلفاء مراتبها " والتدب والرجب منها " (۸) " نقط الصیور " (۹) رسالہ فی بیان فصل الأندلس و ذکر طوائفہ "۔

-
- (۱) تاریخ الفکر الاندلسی ص ۲۱۷ اور قصة الأدب ج ۱ ص ۱۹۹ اور الضرب (۱-۳۵)
 (۲) ایضاً
 (۳) ایضاً
 (۴) ایضاً ص ۲۱۹
 (۵) ایضاً

سب سے مشہور کتاب ابن حنم کی "الفصل فی الطل والنحل" (۱) اس میں تمام ادیان غریق اور مذاہب پر ناقدانہ اور تاریخی بحث کی ہے۔ فلاسفہ اور ان کے معتقدات پر کلام کیا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے سنہ ۱۹۲۷ء میں طبع ہو کر آئی ہے۔ (۲)

ابن حنم نے اس کتاب میں انسانوں کو چھ اقسام میں منقسم کیا ہے۔

- (۱) سوفسطائیوں کے شکوک و شبہات کا تذکرہ جو لوگ حقائق کا ابطال کرتے ہیں۔
- (۲) ملحدانہ فلسفہ کے حاملین جو الہ کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ "العالم قدیم و لیس له مدبر"۔
- (۳) ایسے فلاسفہ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا ہمیشہ سے ہے اور کسی ازلی دنیا کا سرے سے انکار کرتے ہیں گویا خالق حقیقی کا انکار کرتے ہیں۔ (۴) آئندہ پرست اور ان کے معتقدات (۵) تعلیم کے قائل عیسائیوں کے معتقدات پر کلام (۶) ایسے اشخاص جو خالق کائنات کا اقرار کرتے ہیں مگر رسالت اور ملائکہ کے وجود کے انکاری ہیں (۷) یہودیوں کے معتقدات پر کلام۔

پھر ان اسلام کے بعد اسلام کا نہر آتا ہے جو تمام عقائد کو منسوخ کر دیتا ہے۔ اور ایک برحق عقیدہ پیش کرتا ہے۔

ابن حنم کی ادب پر سب سے مشہور کتاب "طریق الحماۃ" (۳) فی الآلفۃ والالاف" ہے یعنی عشق اور عاشقین پر ایک لمبی بحث کی ہے۔ اس کتاب میں تیس فصلیں ہیں۔ جن میں اصول حب سے متعلق دس فصلیں ہیں۔ پھر علامات حب نغمہ میں محبت کرنے کا ذکر تعریف و توصیف کے ذریعہ محبت ایک نیر نظر کا شکار ہو کر محبت کرنا کون سی محبت درست ہوتی ہے محبت آنکھوں کے ذریعہ اشارہ

-
- (۱) تاریخ الفکر الاندلسی کے مطابق اس کا نام "الفصل فی الطل الاہوا والنحل" ہے۔
 - (۲) بحوالہ تاریخ الفکر الاندلسی ص ۲۲۰
 - (۳) ظہر الاسلام - احمد امین (۲ - ۱۵۱)

کریک مراسلات کے ذریعہ محبت پھر ملا قانون کا لاشعاری سلسلہ - اس کتاب میں بارہ ابواب محبت کے انفرادی مقاصد اور اس کی صفات محمودہ و مذمومہ سے متعلق ہیں - پھر چھ ابواب میں محبت کی راہ میں ہیں آنے والے صاحب کا ذکر ہے - جن میں عادل و قبیح و اشی ہجر اور ہیں وغیرہ ہیں ساتھ ہی ہر ایک کی ضد بھی مذکور ہے مثال کے طور پر عادل کے ساتھ الصديق المساعد اور ہجر کے ساتھ وصل وغیرہ -

آخر میں مصنف نے رسالہ کا خاتمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " ومنعا بما بان ختمنا بحما الرسالة وهما باب الكلام في قبح المحبة وباب في فضل التعفف ليكون خاتمة امرادنا وآخر كلامنا الحسنى طاعة الله عز وجل والأمور بالمعروف والنهي عن المنكر فذلك مقرر على كل مسلم " (۱)

یعنی یہ کہ مصنف نے اس کتاب کا خاتمہ دو ایسے ابواب پر کیا ہے جو سیرت و کردار سازی میں معاون ہو سکتے ہیں - وہ محبت کے دور رکھنے کیلئے اس کی قیادت بیان کرتے ہیں اور پاکیزگی و طہارت کی جانب راغب کرتے ہیں -

(۷) الأعلام الشتمی ہدائش سنہ ۲۱۶ھ مرقی سنہ ۲۷۶ھ - ان کی متعدد کتابوں کا ذکر ملتا ہے جن میں " شرح کتاب سہویہ " " شرح دیوان زہیر " " شرح الشعراء الستة الجاهلین " - (۲) ان کے متعلق مورخین مزید تفصیلات نہیں پیش کرتے -

(۸) ابو علی القالی صاحب کتاب " الأملی " (۲۸۸ھ - ۳۵۶ھ) - کا ذکر پچھلے صفحات میں طمانع نسبت کے بیان میں گزر چکا ہے -

(۹) جمال الدین ابو محمد بن یوسف السرقسطی - یہ ابن الأشتر کونی کے نام سے مشہور ہوئے - ان کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ یہ پچاس مقامات کے مصنف ہیں -

(۱) تاریخ الفکر الأندلسی ص ۲۳۱

(۲) قصة الأدب ج ۱ ص ۲۰۰

مقامات حریری کے طرز پر ان کا لکھا ہوا مقالہ "المقامات اللزومیة" کے نام سے مشہور ہوا۔ (۱) اور شرح الکامل (مرد کی کتاب الکامل کی شرح لکھی ہے) ان کی وفات سنہ ۵۳۸ھ میں ہوئی۔

(۲)
(۱۰) ابوالحسن علی بن موسیٰ الأندلسی - طویلی سنہ ۶۴۳ھ - ان کی ایک کتاب "ریحانة الأدب" ہے جس میں انھوں نے بہترین اشعار و اخبار جمع کیا ہے۔
(۱۱) احمد بن عبد المؤمن موسیٰ بن عیسیٰ بن عبد المؤمن الشریفی - یہ "الشریفی" کے نام سے مشہور ہوئے۔ لغت ادب اور انشاء پر دازی میں بے مثال صلاحیتوں کے حامل تھے۔ عبد النعم خفاجہ نے ان کے متعلق ابن عبد المالک کا قول نقل کیا ہے۔
"کان مرزانی المرفوعة بالنحو حافظاً للغات ذاکراً للأدب کاتباً بلیغاً فاضلاً عفا
عنی بالرحمة فی طلب العلم" (۲) انھوں نے مقامات کی تین شرحیں الکبر الوسط اور الصغر کے نام سے لکھی ہیں۔ "شرح الايضاح" "شرح عروض الشعر وعلل القوافی" اور "شرح الجمل" ایک کتاب کا اور ذکر ملتا ہے "مختصر نوادر القالی"۔ ان کی وفات سنہ ۶۱۹ھ میں ہوئی۔ (۲)

(۱۲) ابوالولید الحاجی - یہ محمد بن خنم ظاہری کے ماصر تھے۔ محمد بن حزم سے احقادات کے متعلق ان کے خوب مناظرے ہوئے۔ بلکہ ہا یہ عالم اور ادیب تھے۔ ان کی پیدائش سنہ ۴۰۳ھ میں ہوئی اور وفات سنہ ۴۷۴ھ میں ہوئی۔

(۱۴) محمد بن عبد الرؤف بن محمد الأزدی - طویلی سنہ ۳۲۳ھ - یہ بہترین انشاء پر داز عالم اور لغت و ادب کے ماہر تھے۔ ان کی ایک کتاب کا ذکر ملتا ہے "اخبار شعراء الأندلس" (۵)

(۱) قصة الادب ج ۱ ص ۲۱۱ اور تاریخ الادب الاندلسی ص ۳۰۹

(۲) قصة الادب ج ۱ ص ۲۰۱

(۳) ایضاً ص ۲۰۷ (۴) ایضاً ص ۲۱۲

(۵) ایضاً

(۱۲) ابن ابان محمد القرطبی - متوفی سنہ ۳۵۲ھ - علوم لغت ادب انساب اور اخبار کے بلند پایہ عالم تھے - (۱) ان کی تصنیفی خدمات میں ایک کا ذکر ملتا ہے - ہو سکتا ہے کہ ان کی اس کے علاوہ بھی تالیفات رہی ہوں لیکن زمانہ کے مائعون محفوظ نہیں رہ سکی ہوں - ان کی اس تصنیف کا نام "شرح لد یوان العقی" ہے - (۲)

(۱۵) ابن السراج محمد بن سعید الشنفری - یہ مالکی مذہب کے بلند پایہ عالم کے ساتھ علم نحو لغت و ادب میں بھی قابل قدر صلاحیتوں کے حامل تھے - ان کی تصانیف میں "جوہر الاداب و ذخائر الشمر" و "الکتاب" اور "مختصر الصمدۃ لابن رشیق" کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے - (۳) ان کی وفات سنہ ۵۲۹ھ میں ہوئی -

(۱۶) محمد بن خلف اشبیلی - (۲) متوفی سنہ ۵۸۶ھ - ان کا تعلق اشبیلیہ سے تھا - اشبیلیہ بھی علماء فصلا اور ادباء کی کثرت میں اپنا مقام رکھتا ہے - محمد بن خلف کی نثری کاوشوں کے تذکرے ملتے ہیں - مثال کے طور پر ان کی تصانیف میں "شرح الاشعار السنط" اور "شرح الفصح فی اللغة" قابل ذکر ہیں -

(۱۷) محمد بن یحیی الشاطبی - متوفی سنہ ۵۲۷ھ - ان کی ایک تصنیف کا ذکر تاریخ کے موضوع پر عبد المنعم خواجہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے - "تاریخ ملوک الاندلس" (۵) فتح اندلس کے وقت سے جتنے ملوک تخت اندلس پر بیٹھیں ہوئے - ان سب کی تاریخ حوالوں کے ساتھ درج ہے - آجکل یہ کتاب دستیاب ہے یا نہیں اس سلسلہ میں ہمیں کہیں سے علم نہیں ہو سکا -

(۱) قصة الأدب ج ۱ ص ۲۱۰ (۲) ایضاً

(۳) ایضاً (۴) ایضاً

(۵) ایضاً

(۱۸) محمد بن صالح الفحطانی الاندلسی (۱) متوفی سنہ ۳۸۳ھ - اندلس کی تاریخ ہران کی بھی ایک کتاب ہے " تاریخ الاندلس " کے نام سے اس میں اندلس کی مکمل تاریخ اپنے دور تک کی جس میں جغرافیہ سیاست مہشت اور مہاشرت پر ہمیش کی ہے -

(۱۹) محمد بن احمد الباجی اللخوی الاشبیلی - (۲۵۶ھ - ۴۲۳ھ) (۲) یہ مالکی مذہب کے بلند پایہ عالم تھے اور ساتھ ہی عربی زبان و ادب پر گہری بصیرت رکھتے تھے - مذہبی امور پر خصوصاً مذہب مالکی کی اشاعت کی خاطر یہ شمار کتابیں تصنیف کیں - تاریخ کی کسی کتاب میں ان کی تصانیف کے اسماء کا ذکر نہیں ملتا ہے - مورخین صرف اتنا لکھ کر خاموش ہیں کہ مذہبی اور دینی موضوعات پر ان کی یہ شمار کتابیں ہیں -

(۲۰) محمد بن یحییٰ القرطبی (۳) - یہ ابن الخدّاء القرطبی کے نام سے مشہور ہوئے ان کی پیدائش سنہ ۳۲۸ھ اور وفات سنہ ۴۱۶ھ میں ہوئی - انھوں نے بھی اہل وطن کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں - بلند پایہ عالم ادب اور انشاء پرداز تھے - ان کی ایک تصنیف کا ذکر ملتا ہے جس کا نام " کتاب الخطب والخطباء " ہے - اسمیں خطباء ^{مہتمم} جہان تاریخ ہمیش کی گئی ہے وہیں خطبوں اور خطباء کے اوصاف اور رموز و نکات بیان کئے گئے ہیں - خطبات کے فن پر بڑی مستند کتاب مانی جاتی ہے -

(۲۱) محمد بن ابونصر الحمیدی الاندلسی (۴) - متوفی سنہ ۴۸۸ھ - یہ " الحمیدی " کے نام سے مشہور ہوئے - فن تاریخ نویسی میں حد درجہ مہارت رکھتے تھے -

(۱) قصۃ الادب ج ۱ ص ۲۱۰

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً ص ۲۱۷

(۴) ایضاً

چنانچہ فن تاریخ پر ان کی ایک بڑی ہی مشہور کتاب ہے جو قدیم تاریخ پر بڑی مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کتاب کا نام " جذوة المقہر فی تاریخ علماء الأندلس " ہے۔

(۲۲) محمد بن الولید الطرطوسی الأندلسی - ان کی پیدائش سنہ ۴۵۱ھ اور وفات سنہ ۵۲۰ھ میں ہوئی۔ ان کی بھی ایک کتاب کا ذکر ملتا ہے۔ " کتاب سراج الملوک " ان کی کتابوں میں سب سے مشہور کتاب ہے۔

(۲۳) محمد بن حکم السرقطی الأندلسی (۱) - متوفی سنہ ۵۲۸ھ۔ انہوں نے ابوعلی فارسی کی کتاب " کتاب الاصلاح " کی شرح " کتاب شرح الاصلاح لابی علی الفارسی " کے نام سے لکھی ہے۔

(۲۴) الفتح محمد بن عبد اللہ بن خاقان الاشہلی - یہ " الفتح بن خاقان " کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی پیدائش سنہ ۴۸۰ھ اور وفات سنہ ۵۲۹ھ میں ہوئی۔ ابتدا میں اندلس میں مقیم رہ کر ہاسرطما و فضلا سے کسب فیض کیا پھر بعد میں افریقہ چلے گئے اور وہاں کے ملوک کی صاحبیت اختیار کی۔ انہوں نے دو کتابوں کی تصنیف بنو تاشقین کے زمانہ اقتدار میں انہی کی ایما پر کی۔ ان کی یہ دونوں کتابیں بہت مشہور ہوئیں۔ ان کے نام " قلائد الصقبان " اور " مطیع الانفس " ہیں۔ ان میں اندلس کے ادبا شعراء قصائد وزراء اور وراۃ کے متعلق بڑی ہی مستند تاریخ پیش کی ہے۔ ابن خاقان کی ایک کتاب تاریخ ہی کے موضوع پر " الطل والنحل " کے نام سے ہے۔ جس میں فلاسفر اور ان کے معتقدات پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔ (۲)

(۱) قصة الادب ج ۱ ص ۲۱۲

(۲) ایضاً ص ۲۱۳

(۲۵) ابو مروان حمان بن خلف بن حسین بن حمان بن محمد بن حمان القرطبی یہ ابن حمان کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی پیدائش سنہ ۳۷۷ھ اور وفات ۴۶۹ھ میں ہوئی۔ ان کی سب سے مشہور کتاب "المقتبس" (۱) ہے۔ ان کی شخصیت اور خدمات پر آئندہ کے صفحات میں ذرا تفصیل سے روشنی ڈالوں گا۔ ابن حمان کی ایک اور تصنیف کا ذکر عبد المنعم خلفاء نے اپنی کتاب میں کیا ہے اس کا نام "اللمین" ہے جو ساٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ (۲)

(۲۶) المظفر الافطرس - مولیٰ سنہ ۴۶۰ھ طوائف الملوک کے دور میں یہ بطلوس کے بادشاہ تھے بلند پایہ عالم اور ادیب تھے۔ انھوں نے تاریخ کے موضوع پر ایک کتاب ترتیب دیا جس کا نام "المظفری" رکھا۔ یہ تاریخ کے موضوع پر بڑی ہی مستند کتاب پچاس جلدوں پر مشتمل تھی۔

مورخین کا خیال ہے کہ اسے علم و ادب سے حد درجہ شغف تھا۔ اسی بنا پر اس نے اپنے ذاتی کتب خانے میں بے شمار کتابوں کی ذخیرہ اندوزی کے ساتھ ان سب کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ اسی مطالعے کا ماحصل اس نے "المظفری" کی صورت میں پچاس جلدوں پر مشتمل پیش کیا۔

(۲۷) قاصی ابوالقاسم صاعد بن احمد الاندلسی - مولیٰ سنہ ۴۶۲ھ۔ تاریخ نویسی میں انھیں بھی کمال حاصل تھا۔ چنانچہ ان کی ایک کتاب کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے جو بڑی مشہور ہوئی۔ کتاب کا نام "طبقات الأمم" ہے۔ اس میں مختلف اقوام کی ماضیت اور سیاست سے سر حاصل بحث کی گئی ہے۔

(۱) المقتبس فی اخبار بلد الاندلس - ابن حمان تحقیق عبدالرحمان علی الحبیبی

ص ۱۱ بیروت سنہ ۱۹۶۵ء۔

(۲) قصة الادب ج ۱ ص ۲۱۳

(۲۸) ابن ہمام الشافعی - متوفی سنہ ۳۴۲ھ بہت ہی مشہور مورخین اندلس میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ "الذخیرۃ فی مجلسن اهل الجزیرۃ" ابن ہمام ہی کی کتاب ہے جو ہمیشہ بہا معلومات کا ذخیرہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس میں خصوصاً پانچویں صدی ہجری سے متعلق اندلس کی تاریخ اور اس کے آداب و معاشرت کی تاریخ سے بحث کی گئی ہے۔ "الذخیرۃ" کے دو مخطوطے مصری کتب خانہ میں ہیں اور تیسرا برلن کے مکتبہ میں ہے۔ تحقیق و تعلق کے بعد یہ کتاب مصر سے طبع بھی ہو چکی ہے۔ (۱) ابن ہمام کی یہ کتاب نمائندگی کی "بنیۃ الدھر" کے طرز پر ہے لیکن طے حسین (۲) کے بقول "الذخیرۃ" زیادہ زور آور ہے۔

ابن ہمام کی ایک اور کتاب کا ذکر تاریخ الفکر الاندلس (۳) میں ملتا ہے۔ ان کی دوسری کتاب کا نام "الحدائق" تھا جو تاریخ ہی سے متعلق تھی۔ اس کتاب میں چوتھی صدی ہجری کے عناصر شعراء ادباء کے احوال و کوائف دیئے گئے۔ یہ کتاب کردس زمانہ کے ہاتھوں تلف ہو گئی۔ اسی طرح ادباء اور ان کی خدمات و مآثر پر ابن ہمام نے بہت ساری کتابیں لکھی تھیں جو صنائع ہو چکی ہیں۔ جیسا کہ ابن ہمام نے "الذخیرۃ" میں ذکر کیا ہے کہ ابوبکر عبادة بن عبد اللہ (۴) نے ایک کتاب لکھی تھی "اخبار شعراء الاندلس" کے نام سے جو ناباب ہے۔ (۵)

(۲۹) ابوالولید عبدالرحمان بن محمد - متوفی سنہ ۴۲۳ھ دور طوائف الطوکی میں ملوک نے اپنی اپنی حکومت کی تاریخ لکھوانے کا خاص اہتمام کیا۔ چنانچہ عامر بن نے اس طرف زیادہ توجہ دی اور ابوالولید عبدالرحمان سے ایک تاریخ لکھوائی جس کا نام "تاریخ الدولة المأمونۃ" ہے۔ (۶)

-
- | | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| (۱) قصة الادب ج ۱ ص ۲۱۴ | (۲) بحوالہ بنیۃ الدھر (۱ - ۱۳) |
| (۳) تاریخ الفکر الاندلس ص ۲۸۷ | (۴) متوفی سنہ ۴۱۹ |
| (۵) تاریخ الفکر الاندلس ص ۲۸۷ | (۶) ایضاً ص ۲۴۰ |

(۳۰) حسین بن عاصم - متوفی سنہ ۴۲۹ھ - ان سے بھی عامر مہین نے خدمات حاصل کیں ان کی کتاب کا نام " المآثر العاصمۃ " ہے - (۱) ان کی اس کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں جن کا نام بھی نہیں ملتا ہے اور وہ ہمدوم بھی ہیں -

(۳۱) محمد بن هشام بن عبدالمزیز بن سعد - متوفی سنہ ۳۲۰ھ - یہ بھی بلند پایہ عالم ادیب اور شاعر تھے - شعروادب میں اچھا ذوق رکھتے تھے اور ساتھ ہی اس کی تاریخ پر بھی گہری نظر تھی - ان کی کتابوں میں " اخبار الشعراء بالاندلس " بہت مشہور ہے - (۲)

(۳۲) عبد اللہ محمد بن ضیث بن عبد اللہ انصاری - متوفی سنہ ۳۵۱ھ - یہ بھی بلند پایہ ادیب تھے اور تاریخ ادب پر گہری نگاہ رکھتے تھے - ان کی تصنیف کا نام " شعرا الخلفاء من بنی امیہ " ہے - یہ کتاب صلی کی کتاب " الاوراق " جو بنو عباس کے عہد کے شعراء سے متعلق ہے اس کے طریق پر بلکہ اس کے مقابل میں لکھی گئی - (۳)

(۳۳) ابوالقاسم سعد بن احمد بن عبد الرحمان بن محمد بن صالح الطلیطلی - ان کی پیدائش سنہ ۴۲۰ھ اور وفات سنہ ۴۶۲ھ میں ہوئی - صالح ابن حنم کے شاگرد تھے - یہ بھی بنی دین النون کے زمانہ اقتدار میں طلحہ کے قاضی رہ چکے ہیں - ان کی تاریخ کے موضوع پر مشہور کتاب " طبقات الأمم " ہے - اس میں مختلف اقوام بن مستند تاریخ خصوصاً کلدانی فارس یونانی رومانی قبلی ہند اور چینی اقوام کے متعلق پیش کیا ہے - اس کتاب میں اقوام کے آٹھ طبقات سے متعلق بحث کی گئی ہے - ان میں ہند فارس کلدانی عبرانی یونانی رومانی اہل مصر اور اہل عرب ہیں - اور ساتھ ہی پچھلی اقوام کی

(۱) تاریخ الفکر الاندلسی ص ۲۸۷

(۲) ایضاً ص ۲۸۶

(۳) ایضاً ص ۲۸۶

خصوصیات عادات اور طرز معاشرت سیاست و معیشت وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ (۱)
 (۳۴) ابو مروان عبد الملک بن ادريس الخولانی - یہ عہد طوائف الطوکی میں
 منسور بن ابی عامر کے زمانے کے مشہور ادیب اور کاتب رہ چکے ہیں۔ ان کا ذکر
 قری نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ لیکن ان کے معاصر کا ذکر نہ قری نے کیا ہے اور
 نہ ہی کسی دوسرے مورخ نے البتہ قری نے مطلع کے حوالہ سے ابن خاقان کا
 قول نقل کیا ہے۔ " علم من اعلام الزمان من اعمان البیان باہر الفصاحة
 ظاہر الجناب والساحة تولى التجميع اہل المنصور الانشا " (۲)

مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابو مروان عبد الملک منسور کے
 وزیر اور کاتب رہ چکے ہیں اور منسور بذات خود بلند پایہ عالم و ادیب تھاتو
 اس نے ملوک اندلس کی روایت کے مطابق ان کو ایسا پایا ہوگا کہ ان مناسب پر انھیں
 مامور کیا جاسکے۔ اسی سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ ان کی خالص خدمات بھی
 رہی ہونگی جن کا سراغ لگانے سے مورخین قاصر رہے ہیں۔

(۳۵) ابو محمد عبد اللہ بن السید - یہ بنو ذی النون کے عہد حکومت میں بطلوس
 کے بلند پایہ شاعر اور ادیب تھے۔ خصوصاً مامون کے زمانہ اقتدار میں ان کی
 زیادہ پذیرائی ہوئی۔ ان کی تصانیف میں " شرح ادب الکاتب " اور " شرح سقط
 الزند " کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ (۳)

(۳۶) ابو عامر بن مسلمہ (۴۳۱ھ - ۵۱۰ھ) (۴) عربی زبان و ادب اور تاریخ اسم
 کے بلند پایہ عالم تھے۔ ان کی تاریخ کے موضوع پر ایک مشہور کتاب کا ذکر ملتا ہے

(۱) تاریخ الفكر الاندلسی ص ۲۴۰

(۲) نفع الطبیب ج ۱ ص ۵۸۷

(۳) ایضاً

(۴) تاریخ الفكر الاندلسی ص ۲۱۲

جس کا نام " حقیقۃ الارتاح فی وصف حقیقۃ الریح " ہے۔ اس کے علاوہ فنون نظم کے موضوع پر بھی اس نے کرائفدر تصانیف میں جن کی تفصیل مقدمہ ہے۔

(۳۷) احمد بن محمد بن الفلاس - ان کی تاریخ ہدائش سنہ ۳۷۵ھ اور وفات سنہ ۴۵۸ھ ہے۔ فن جغرافیہ میں یہ مثل تھے۔ اس موضوع پر ان کی ایک تصنیف ہے جس کا نام " المعبر " ہے۔ (۱)

(۳۸) ابوبکر ابن القوطیہ - اندلس کے مشہور مورخ کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں اس موضوع پر ان کی کتاب " تاریخ افتتاح الاندلس " کا ذکر ملتا ہے۔ (۲) اس میں اندلس کے فتح کی مستند تاریخ پیش کی ہے۔ اور ساتھ ہی مسند کے زمانہ تک کی تاریخ کا بھی ذکر ہے۔ ان کی وفات سنہ ۳۶۷ھ میں ہوئی۔

(۳۹) عرب بن سعد - ضوفی سنہ ۳۶۹ھ۔ ان کا بھی شمار بلند پایہ علماء اندلس میں ہوتا ہے۔ ان کی مشہور کتابوں میں " کتاب خلق الجنین وتدبیر الجنین والمولود " ہے۔ جو فن طب پر نادر کتابوں میں سے ایک ہے اس کی تحقیق کے بعد ڈوڑی نے لندن سے نشر کیا ہے۔ (۳)

(۴۰) ابوبکر احمد بن ابراہیم اللواتی - یہ قیروان میں سنہ ۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی وفات سنہ ۳۱۸ھ میں ہوئی۔ لغت ادب اور نحو کے جید علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ فی البدیہہ شاعری میں کمال حاصل تھا۔ لیکن عمر کے آخری حصہ میں شاعری چھوڑ کر حدیث و فقہ اور دیگر دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کی ایک تالیف کا ذکر عمر فروغ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اس کا نام " کتاب الصاد والظاہر " ہے۔ (۴)

(۱) تاریخ الفکر الاندلس ص ۲۱۲ (۲) ایضاً ص ۲۰۲

(۳) ایضاً ص ۲۰۶

(۴) تاریخ الادب العربی - عمر فروغ ص ۱۶۰ اور تاریخ علماء الاندلس (۱ - ۵۱)

(۲۱) یزید الفصح - موفیٰ سنہ ۳۲۰ھ - انھیں عربی زبان وادب لغت نحو اور فقہ میں کمال حاصل تھا۔ ان کی نثری زبان اور انشاء پردازی فصاحت و بلاغت کی بہترین تصویر پیش کرتی ہے۔ ان کے رسائل میں سے ایک رسالہ کا مختصر سا اقتباس بطور نمونہ میر فریح نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے۔ یہ رسالہ یزید نے ابراہیم بن حجاج کی جانب سے اہل فرسوں کے نام تحریر کیا تھا۔ جس میں انھیں اطاعت پر ابھارا ہے۔ " ان احق ما رجع الہ الفالون ولحق بہ الفالون وآثرہ المؤمنون ونماطہ بمنعم المسلمون - ملسا وشر و نفع وشر - ما اصبح الشمل ملتئماً والامر منتظماً والسيف محمود ورواق الامن مدود - وليس من ذالک شی اولی با حراز الثواب ولا آخری من الدخول فی الطاعة وترك الشذوذ من الانیة" (۱)

(۲۲) ابو عبد اللہ محمد بن یوسف (۲۹۱ھ - ۳۶۲ھ) ان کی کتاب جغرافیہ کے موضوع پر بہت اہمیت کی حامل تھی جس کا نام " مسالک الترہقہ و مساکنہا" (۲)

(۲۳) ابو عبد اللہ محمد بن الحارث بن اسد الخشعی - یہ قیروان میں پیدا ہوئے۔ وہیں ان کی پرورش اور ابتدائی تعلیم ہوئی پرنحصول علم ہی خاطر تونس اور سنیہ میں بھی رہے۔ قرطبہ میں قاسم بن اسیح سے استفادہ کیا۔ علم سے حد درجہ شغف کے نتیجہ میں اندلس کے بلند پایہ علما میں شمار کئے جانے لگے۔ عبد الرحمان ناصر نے انھیں عہدہ قضاہ پر مامور کرنا چاہا لیکن طبیعت میں حد درجہ انکساری کے باعث کوئی منصب قبول نہیں کیا۔ حکم ثانی کے عہد امارت میں قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ مورخین انھیں محدث فقہیہ اور مورخ کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ تاریخ کے موضوع پر ان کی متعدد کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر " کتاب القضاۃ بقرطبہ " " کتاب علما الترہقہ " اور " اخبار الفقہاء والمحدثین "۔ ان کی وفات سنہ ۳۷۱ھ میں ہوئی۔ (۳)

(۱) ایضاً ص ۱۶۲ - ۱۶۳

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً ص ۲۶۲ - ۲۶۳

(۲۴) ابن ابوزید القمروانی - (۱) ان کی پیدائش سنہ ۳۱۰ھ اور وفات ۳۸۶ھ میں ہوئی - ان کا بھی شمار اندلس کے بلند پایہ اور ممتاز علما میں ہوتا ہے - ابن ابوزید کی متعدد تصانیف ہیں ایک کتاب میں مذہب مالکی کی تلخیص پیش کی ہے - اس کے علاوہ "کتاب النوادر" جس میں مذاہب اربعہ کے اختلافی مسائل اور استدلال سے سر حاصل بحث کی ہے - گویا اس کتاب کی حیثیت فقہ طارن کی سی ہے -

(۲۵) ابوالحجاج الشنفری - متوفی سنہ ۴۷۶ھ - یہ شنفریہ میں پیدا ہوئے تعلیم وہیں حاصل لی پھر قرطبہ میں مستقل طور سے اقامت اختیار کی وہیں ان کا انتقال ہوا - ان کی متعدد تصانیف کا ذکر ملتا ہے - "شرح الشعراء الستہ" یہ کتاب منشور سے سنہ ۱۸۹۲ھ میں شائع ہوئی ہے - "شرح دیوان زہیر" لندن سے سنہ ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوئی - اور "شرح شواہد سہویہ" آکسفورڈ سے طبع ہوکر منظر عام پر آئی ہے - (۲)

(۲۶) ابوطاہر محمد بن یوسف بن سعد اللہ التمیمی السرقسطی - ان کی وفات قرطبہ میں سنہ ۵۳۸ھ میں ہوئی - ان کی ایک کتاب کا ذکر جرجی زیدان نے تصحیح کے ساتھ کیا ہے - کتاب کا نام ہے "السلسلہ" - جرجی زیدان کے بقول (۳) اس کی جمع و ترتیب صحیح نہیں ہے - یہ پوری کتاب دو قسموں میں منقسم ہے اور اس کی کل پچاس فصلیں ہیں - اس کی خصوصیات یہ ہے کہ اس میں ایک ایک لفظ تفسیر بیان کی گئی ہے اور ایک لفظ کی نظر کے طور پر اس کے تحت اسے اشعار بھی درج ہیں جو کسی جگہ اسی معنی میں یا دوسرے معنی میں استعمال ہوئے ہیں - یعنی

(۱) ایضاً ص ۳۰۷

(۲) ابن خلکان ج ۲ ص ۲۵۳ بحوالہ تاریخ اللغة العربیة جرجی زیدان ج ۲

(۳) جرجی زیدان ج ۲ ص ۵۶

یہ کہ پہلے ایک لفظ کے معنی بیان کرنے میں پھر اس معنی کا معنی اور اس طرح تسلسل بہت دور تک برقرار رہتا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ "دلہن" امرؤ القیس کے کسی شعر میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ "الدہن الذهب النضر والنضر النام والنام الخافض والخافض الواضح والواضح السامر الجاد القامع والقامع الجانح والجانح الخالف الخ" اس کتاب کا ایک مخطوطہ مکتبہ الحدیر میں ۲۲۰ صفحات پر مشتمل موجود ہے۔ (۱)

(۲۷) ولادة بنت المستكفی - یہ پانچویں صدی ہجری کی بلند پایہ ادیبہ اور شاعرہ تھی۔ اس نے طویل عمر بائی اور ہمیشہ کنواری رہی لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی پاکدامنی اندلس میں ضرب المثل تھی۔ ولادۃ کے باپ المستکفی قرطبہ کے ایک زمانہ میں امیر رہے۔ اسے ادب، شعر، سے بے حد لگاؤ تھا۔ خود بھی شعروادب کا اچھا ذوق رکھتی تھی اور اسے لوگوں کی پذیرائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتی تھی جو ادیب اور شاعر ہوں۔ چنانچہ ادب، شعر، کی محفل اس کے گھر پر مستقل جی رہتی جہاں اہل ذوق مباحثہ و مباحلہ میں اسکی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ اسے زیدون کے علم و ادب اور تفقہ کی بنا پر اس سے زیادہ قریب تھی اسے زیدون بھی اس کے عشق میں گرفتار تھا۔ چنانچہ اس کی تعریف و توصیف میں اس نے متعدد قصائد کہے ہیں۔ اسے لشکوال ولادۃ کے مطلق لکھنے میں "کانت أدیبة شاعرة جزلة القول ولم تنزو قط وكان جلسها منتدی لأهل العصر وفناؤها بلعبا لجياد النظم والنشر بعشواطی الأدب الی صوغ غرتها وبخالدك الشعراء والكتاب علی حلاوة عشرتها" (۲)

اسی طرح اسے مسلم نے بھی ولادۃ کے متعلق تعریف کی ہے۔ اس نے اقتباس اندلس کے نثری نمونوں کے تحت کرونگا۔

(۱) جرجی زیدان ج ۲ ص ۵۶

(۲) اسے لشکوال بحوالہ قصۃ الأدب (۱ - ۳۹۶)

(۲۸) النجیب القرطبی - (۱) اس کا ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن خلف بن ابراہیم ہے - یہ ابن الحجاج کے نام سے مشہور ہوئے - ثقہ فی الدین لغت و ادب میں خالص مہارت رکھتے تھے - یہ دومرتبہ قرطبہ کے قاضی مقرر ہوئے - اپنے معاصرین کی طرح یہ بھی اخبار انساب اعیان لغت اور نحو و صرف وغیرہ علم پر گہری بصیرت رکھتے تھے - میرے آخر حصے میں جامع قرطبہ میں درس دیا کرتے تھے - (۲)

(۲۹) ابوبکر الطرطوشی - پیدائش سنہ ۲۵۱ھ بمطابق سنہ ۱۰۵۹ء اور وفات سنہ ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء (۳) میں ہوئی - قرآن حدیث اور فقہ وغیرہ موضوعات پر ان کی بے شمار تالیفات ہیں لیکن ان کی شہرہ آفاق کتاب "سراج الملوک" کی وجہ سے انہیں زیادہ شہرت ملی - اس کتاب میں اندلس فتح ہونے سے لیکر اپنے دور یعنی پانچویں صدی ہجری تک کی تاریخ کے ساتھ ساتھ جہاں بانی کے وہ رہنما خطوط بیان کئے ہیں جن کی روشنی میں جہاں بانی کا لائحہ عمل ترتیب دیا جاسکتا ہے - اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں "نجمت محاسن ما انطوی علیہ سرہم - خاصة من ملوک الطوائف وحکماء الدول - توجد ذالک فی ست من الأمم وهم العرب والفرس البرہم والعند والسند والسند ہند - فأما ملوک الصين وحکماءہم فلم یصل الی أرض العرب من سیاستہم شیء کثیر لبعید الثقة وطول المسافة - (۴)

اس میں اندلس کے ملوک الطوائف کے ذکر کے ساتھ جہ مزید امتون کی سیاسی و معاشرتی تاریخ دیج ہے - عرب فارس روم ہند اور سندھ اور اندلس وغیرہ - چین کو ان کے حالات سے عدم واقفیت بنا پر مستثنیٰ کر دیا ہے -

(۱) پیدائش سنہ ۲۵۸ھ اور وفات سنہ ۵۲۹ھ

(۲) قصة الادب (۱ - ۳۶۹) -

(۳) تاریخ الفکر الاندلسی (۱۷۵)

(۴) ایضاً

(۵۰) ابو منصور عبد الملک بن اسماعیل الثعالی - متوفی سنہ ۴۲۹ھ - ان کی زندگی کی دیگر تفصیلات کہیں نہیں مل سکیں - البتہ ان کی ایک شہرہ آفاق تصنیف جس نے ثعالی کو شہرت دوام بخشی اس کا نام "بغیۃ الدہری محاسن اہل العصر" ہے - اس کی تحقیق کا کام محمد علی الدین عبد الحمید نے انجام دیکر قاہرہ سے چار جلدوں میں شائع کیا ہے -

اس کتاب کو صنف نے چھوٹی طور پر چار اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم کے متعدد ابواب ہیں -

پہلی قسم آل حدان اہل شام اور اس کے قرب وجوار کے علاقے جیسے مصر موصل اور شرب کے شعراء اور ان کی تاریخ سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں -

دوسری قسم اہل عراق کے شعراء اور ان کے مناقب سے متعلق ہے -

تیسری قسم اہل جبل فارس جرجان طبرستان اور اصفہان کے انشاء پردازوں شعراء اور ان کے مآثر کے ذکر پر مشتمل ہے -

چوتھی قسم میں صنف نے خصوصیت کے ساتھ چوتھی صدی ہجری اور پانچویں

صدی ہجری کے اوائل کے علماء فضلاء ادباء انشاء پرداز کے حالات اور ان کے مآثر کا ذکر کیا ہے - جو نہایت مستند تصدیق کے ساتھ ہیں - اس کتاب کا آغاز مؤلف نے شامیوں کی دیگر ممالک کے مقابلے میں فضیلت کے انبات کے ذریعہ کیا ہے جو بعض محققین کے نزدیک تعصب کی دلیل ہے - (۱) اس کتاب کے محقق نے لکھا ہے کہ "والکتاب اونی المراجع الادبی لمن یرید ان یدرس الشعر العربی ولمن یرید ان الحاله الاجتماعیة السیاسیة من طریق التتبع الادبی فی القرن الرابع وصد القرن الخامس الهجری" (۲) یعنی یہ کہ چوتھی صدی ہجری اور اوائل پانچویں صدی

(۱) بغیۃ الدہری - الثعالی (۱ - ۸)

(۲) ایضاً (۱ - ۱۰)

ہجری کے سبب سماجی حالات اور اس دور کے ادبا، شعرا کی خدمات پر ریسرچ
و تحقیق کرنے والا اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

ابن مسلم کی کتاب "الذخيرة في محاسن اهل الجزيرة" کے بارے میں یہ عام
خیال ہے کہ یہ کتاب بنیۃ الدھر کے عزیز پر لکھی گئی ہے۔ یکسانیت کی دلیل یہ
ہے کہ الثعالی کی کتاب "فی محاسن اهل مصر" پر ہے اور ابن مسلم کی کتاب
"فی محاسن اهل الجزيرة" کے نام سے ہے۔ دونوں میں یکسانیت کا اہم پہلو یہ
بھی ہے کہ دونوں میں چار چار اقسام ہیں اور ہر قسم کے متعدد اجزاء ہیں۔
چنانچہ ڈاکٹر طہ حسن اس کی یکسانیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں "یہ
ابن مسلم قد سار سيرة الثعالی فی العناية بالملوک والأمراء والرؤساء وما یؤکون من
تأثیرهم فی الأدب وما یؤکون من انتاجهم الأدبی الخاص ولكن عناية بهذه الناحية
من الحياة الأدبية كانت أسد واقف وأجدى من عناية الثعالی" (۱) یعنی
طہ حسن کے مطابق ابن مسلم کی کاوش زیادہ زور آور ہے۔

"بنیۃ الدھر" کے صبیح کے طور پر اور اس کی تلخیص کا کام بعد کے دور میں
متعدد اشخاص نے مختلف ناموں سے کئے ہیں۔ (۲)

مذکورہ بالا چند اسماء اندلس کے علماء، فضلاء ادبا، اور انشاء پرداز کے
نمائندہ اسماء کی حیثیت سے ہیں یہ بھی کہا ہے۔ ورنہ سرزمین اندلس نے اس قدر
اعیان و اعلام کو جنم دیا جنہوں نے باہم ملکر علم و فنون کے میدان میں وہ کاروائی
نمایان انجام دیا کہ ان کے بعد آنے والی نسلیں آج بھی انگشت بدندان میں اگر
عسائی فاتحین نے بھی وحسد کے مارے ان کے مآثر کو نذر آتش نہ کیا ہوتا تو جہاں

(۱) بنیۃ الدھر۔ الثعالی (۱-۱۳)

(۲) ایضاً (۱-۱۳)

آنے والی نسلوں کو حیرت ہوئی وہیں ان سے استفادے کے بعد مزید ترقی کی راہیں کھلتی ہیں۔

اب میں ذیل کی طور میں اندلس کے نثری اسلوب اعراس ہائی خصوصیات پر مختصر سے روشنی ڈالوں گا۔ یہ بات تو اس مقالہ میں گزر چکی ہے کہ بعد کے ادوار میں اندلس کا نثری اسلوب سادہ اور دلنشین انداز کے جوچکا تھا اس کی جگہ تسنع تکلف اور شاعری کا سا انداز آگیا تھا۔ اہل اندلس کے سامنے مشرق کے جو چند نثری نمونے تھے ان میں جاحظ سہل بن ہارون ابن الحمید ابن الحمید اور بدیع الزمان ہمدانی کا طرز تحریر اندلسیوں کے طرز تحریر پر چھا گیا۔ چنانچہ ابن ابی الخصال کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی انشا پر دازی میں ابوالمعلا خیری اور ابن تھاف کے انداز کو اپنایا۔ (۱) اسی طرح ابن شہید نے اپنی نثری کاوش "رسالة التواہج والنواہج" کے نام سے ہمیش کی توہمیں مورخین نے اس کے اسلوب اعراس و ہائی میں یکسانیت کی بنا پر یہ گمان کیا کہ مشرق میں ابوالمعلا کی "رسالة الفجران" سے سرقہ ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اہل اندلس نقالی اور سابقہ و مقابلہ میں اس قدر تیز تھے کہ بعض حشمتوں سے کچھ شعبوں میں اہل مشرق سے آگے نظر آتے ہیں۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے عبد المنعم خلفہ نے لکھا ہے کہ "وقد دھم هذه المنافسة الى ان يستدرجوا علماء المشرق وأدبارہ وأصحاب الفنون فيه الى بلادهم وبغوبهم بما فداق المال والجاء عليهم حتى يظھر للضرب فضل على المشرق۔" (۲)

اندلس میں عربی نثر سے متعلق غلطی کے حتیٰ نے لکھا ہے کہ "عربی نثر ادب کے مخصوص مفہم میں سنہ ۱۰۰۰ء تک اپنے اوج کمال کو پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے

(۱) تاریخ الفکر الاندلسی ص ۱۸۸

(۲) قصة الأدب ج ۱ ص ۲۲۹

مزید لکھا ہے کہ اس میں ایرانی اثرات بھی کسی حد تک نفوذ کر گئے تھے۔ ابتدائی ادوار کا مختصر جامع پر جوش اور سیدھا سادا اسلوب ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا اور اس کی جگہ ہر تکلف پر تصنع مروج اور بناوٹی اسلوب نے لے لی۔ یہ ایسا اسلوب تھا جس میں پرہیز شہمیں استعاروں اور قافیوں کی بھرمار تھی۔ اس زمانے کے ادب سے ضرب نے صرف ایک ہی کتاب کو نمونہ بنایا اور اس پر اپنی قوت صرف نردی۔ یہ کتاب "الف ليلة وليلة" تھی۔ اسی انداز میں دوسری کہانوں کو گڑھ کر اور بڑھا چڑھا کر متعدد کتب لکھیں۔ (۱)

قصہ نویسی اور فن مقامات

اہل اندلس نے دیگر علم و فنون کے ساتھ ساتھ قصہ نویسی اور فن مقامات میں بھی طبع آزمائی کیا۔ اگرچہ اس فن میں انہیں نصیحت حاصل نہ ہو سکی لیکن اتنا تو ضرور کہا جاسکتا ہے کہ وہ اہل مشرق سے بہت زیادہ بہتر تھے۔ چنانچہ قصہ نویسی اور فن مقامات میں اندلسیوں نے گرانقدر اضافے کئے ہیں۔

قصے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم قصے موضوعی اور دوسری قصے منقولی ہے۔ قصے منقولی میں زیادہ تر ہندی فارسی سنسکرت سے عربی زبان میں ترجمے ہوئے۔ ابتداً حسب معمول اہل مشرق نے کی اور اس کو وہ عربی بخشاکہ اہل اندلس اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر رہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں اہل اندلس کے یہاں قصے منقولی کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ جیسا کہ مشرق میں کلیلہ دمنہ الف ليلة وليلة الف خزانة وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔

موسیٰ سلیمان (۲) نے قصے موضوعی کی پانچ قسمیں بتائی ہیں۔ (۱) اخباری قصے (۲) بہادری اور شجاعت کے قصے (۳) دینی و مذہبی قصے (۴) لغوی قصے

(۱) بحوالہ تاریخ القصة والنقد حیاطی بیوی ص ۱۲۵

(۲) الادب القصص عند العرب - موسیٰ سلیمان ص ۱۷

اور مقامات (۵) اور قصص فلسفی - ان پانچوں اقسام کے قصوں پر اہل اندلس نے اپنی جولانیوں دکھائی ہیں - لیکن مجموعی اعتبار سے اس فن میں مشرق کو تفصیلت حاصل ہے - اس میں میں میں صرف "رسالة التواہج والتزویج" پر تبصرہ کریں گا جو اندلس میں قصہ نویسی کی نشاندہی کرتے گا - (۱)

ڈاکٹر احسان عباس نے لکھا ہے کہ فن مقامات پر سب سے پہلے ابن شہید نے طبع آزمائی کی - (۲) اندلس میں مقامات لکھنے والوں کے نام ذیل میں درج ہیں - ابو عبد اللہ بن شرف القبروی کے دو مقامات ہیں ابو حفص عمر بن شہید نے ایک مقام لکھا ہے ابو محمد بن مالک قرطبی کا بھی ایک مقام ہے عبد الرحمان بن الفتح کا بھی ایک مقام ہے اور ایک مقام ابن الصغیر نے بھی لکھا ہے - (۳) اس طرح ابن ابی الخصال کا بھی ایک مقام ہے جو حویری کے طرز پر ہے اور "المقامات اللزومیة" کے نام سے مشہور ہے کوئی سرقسطی نے بھی چار مقامات پر مشتمل ایک تصنیف لکھی - محارب بن محمد بن جارب نے بھی دو مقامات لکھے اور ابن اسحاق کا بھی ایک مقام ہے غریبہ نوین اور دسویں صدی ہجری تک مقامات نویسی کے میدان میں اہل اندلس نے خوب کام کیا -

فن خطابت اندلس میں -

فن خطابت بھی نثر ہی کی ایک قسم ہے - مشرق میں زمانہ جاہلیت میں تمام قبائل اس بات پر کوشش کیا کرتے تھے کہ ان کے یہاں کوئی شاعر یا حسیب پیدا ہو - کیونکہ یہی قوم اور قبیلہ کی زبان و ناک اور مآثر و مفاخر کے ترجمان و محافظ

(۱) اس کا ذکر اندلس کے مشہور انشا پرداز اور ادیب کی سوانح حیات اور ان کی

خدمات کے نمونے پیش کرتے وقت آئے گا -

(۲) تاریخ الادب الاندلس ص ۳۰۷

(۳) ایضاً

ہوا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ مشرق کی اموی حکومت کے زمانہ میں بہت ترقی کر گیا تھا۔ کیونکہ اسلامی رنگ و آہنگ اور کچھ مخصوص طرزِ شائع کرنے اس کے نتوج میں اضافہ کیا تھا۔ یہی سلسلہ انہیں جذبات کے ساتھ اندلس میں طارق ابن زیاد فاتح اندلس کے ساتھ داخل ہوا۔ میدان سیاست ہو یا میدان جہاد علم و ہمارف کے درس و تدریس کا معاملہ رہا ہو یا مناظرہ بازی کا ہر معاملہ میں خطباء کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ اندلس میں طارق ابن زیاد کی پہلی تقریر ادبی فنی اور فکری لحاظ سے ایک ہماری خطبہ ہے۔ عبدالرحمان الداخل بہترین خطیب تھا۔ ابو عثمان عبداللہ منذر بن سعید ہلوطی ابن ابی الخصال سہل بن مالک احمد بن حسن الزیات اور ابن ابی رندقہ الطرطوسی اندلس کے بہترین خطباء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں یہ شمار خطباء ظہور پذیر ہوئے۔ میں اس موقع سے صرف ایک خطبہ کو بطور مثال پیش کروں گا۔ منذر بن سعید کا خطبہ جو تاریخ کی کتابوں میں مثالی خطبہ شمار کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ فی البدیہہ دیا گیا ہے جو اپنے اندر فکروں و دونوں کا اشتراک سمجھتے ہوئے ہیں۔

طارق بن زیاد کا خطبہ اسی مقالہ میں پیش کیا جا چکا ہے جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور کے خطبوں کا کیا انداز تھا اور بعد کے ادوار میں اس کا اسلوب کیسا رہا۔ بعد کے ادوار کا ایک نمائندہ خطبہ منذر بن سعید کا پیش کروں گا۔

منذر بن سعید الہلوطی اور ان کا یادگار خطبہ۔

منذر بن سعید کی پیدائش سنہ ۲۶۵ھ باختلاف روایت سنہ ۲۷۵ھ میں ہوئی اور وفات سنہ ۳۵۵ھ (۱) میں ہوئی۔ یہ بلند پایہ خطیب شاعر ادیب اور عالم دین تھے ان کی متعدد تصانیف قرآن سنت تصوف اور اہل بدعت کی زد میں ہیں۔

(۱) المطبع۔ اس ناقل بہ حوالہ نفع الطیب ج ۱ ص ۲۷۵

عہد الرحمان ناصر کے عہد میں ماضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے یہ منصب انہیں اس وقت ملا جب اچانک ایک واقعہ رونما ہوا اور یہ گوشہ کفایت کو اپنی عافیت خیال کرتے تھے۔ وہ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار عہد الرحمان ناصر کے دربار میں شہنشاہ روم کا ایک قاصد صلح و دوستی کا پیام پہنچ کر آیا۔ اس موقع سے ایک مجلس میں حکومت اندلس کی طرف سے اسلامی حکومت کے خط و خال بادشاہ کے کارنامے ملکی انتظامات کی فہرست اور علم و ہارف کے خزانے کا تعارف کروانا تھا۔ اس بھری محفل میں برجستہ یہ کام بڑا ہی دشوار گزار تھا اس وقت کے ولیعہد حکم میں عہد الرحمان تھے انہوں نے حد و ثنا اور تعویض سے کلمات کے بعد ابوعلی قالی صاحب کتاب الامالی کو اس کی دعوت دی۔ ابوعلی قالی باوجود یہ کہ علم و ہارف کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ لیکن برجستگی کی صفت سے نا آشنا تھے۔ چنانچہ وہ دیکھ بول نہیں پاتے۔ مقررین سمجھنے سے جب یہ کیفیت دیکھی تو معاملے کی نزاکت کو فوراً محاسب لیا اور ہمسر کسی کی دعوت کے خود کھڑے ہو کر برجستہ اسی تقریر میں کی کہ معلوم ہوتا تھا کہ تقریر پہلے سے حفظ کر لی گئی ہے اور اس مجلس میں اسے دہرایا جا رہا ہے۔ سلاست و روانی کا دریا موجزن تھا۔ امثال و حکم اور قرآن آیات کے جواہر سے مرصع ان کی اس تقریر نے اہل مجلس کو انگشت بدندان کر دیا۔ اس کا نمونہ ذیل میں دیں گے۔

” اے محمد خدا اللہ والتقاء علیہ التعداد لا لالہ والشکر لنعماۃ

والصلاة والسلام علی محمد صفیہ وحام انہما فان لكل حادثة مقاماً وللک مقام قال ولمس بعد الحق الا الصلال وانی قد قمت فی مقام کریم میں بدی ملک عظیم فاصفوا الی مشرالملا باسماعلم والقنوا معی بأفندتکم ان من الحق ان يقال للمحق صدقت وللهمطل کذبت وان الجلیل تعالیٰ فی صفاته تقدس صفاته واسماۃ امر کلیمہ موسیٰ صلی اللہ علی نبینا وعلی جمیع انہما ” ان مذکور قوسہ ہایم اللہ جل وعز عندہم وفیہ وفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوۃ خستہ وانی ادلکم ہایم اللہ عندہم وتلافیہ بخلافۃ امیر المؤمنین اتی لمت شعثکم واتمت سرکم

ورفعت فرقكم بعد ان كنتم قليلا فكثرتم ومستضعفين فقواكم ومستندلين فصرتم
ولاء الله رعايتكم وأسند اليه اما منكم أيام صرتم الفتنة سرادقها على الأفاق و
أحاطت بكم مشعل النفاق حتى صرتم في مثل حدة البعير من صيق الحال و
نكد المعيش والتضيير فاستبدلتم بخلافته من الشدة بالرخاء وانتقلتم بمن سياسته
الى تمهيد كف العافية بعد استيطان الهلافة أنشدكم الله حاشا لمألم تكن
الدماء مسفوكة فحقها والسبل مخولة فأمنها والأموال منتعبة فاحرزها وحصنها
الم تكن البلاد خرابا فصرها وثقوا المسلمين محتصة فخماها ونصرها فاذكروا الا
الله عليكم بخلافته وتلافيه جميع كلفتكم بعد افتراقها بامامته حتى اذهب الله عنكم
عظم وشقى صدركم وصرتم بداطن فدركم -

ان كناية خطبه نحو خلا طويل هي آية جملكم يزيد كهتج هين " وصارت
وفود الرعم واحدة عليه وعليكم وآمال الأقصين والأدنين مستخدة اليه والكم يأتون
من كل في عمق وبلد سحق لأخذ جبل بيته وبينكم جملة وتفصيلا ليقض الله أمرا
كان مقصولا ولن يخلف الله وعده وانتم بحمد الله على أهداءكم ظاهرين
فاستمعنوا على صلاح احوالكم بالمناصحة لا ماكمم والتزام الطاعة لخليفتكم وابن م
نبيكم صلى الله عليه وسلم فان من يزج يده من الطاعة وسعى في تفريق الجماعة
مري من الدين فقد خسر الدنيا والآخرة وذلك هو الخسران المبين اور
ابني تقريران الفاظ من ختم كرتج هين - " قد علمتم ما أحاط بكم في جزيرتكم هذه
من صروب المشركين وصنوف الملحدين الساعين في شق عصاكم و تفريق ملتكم الأخذين
في مخادعة دينكم وهتك حرمتكم وتوهين دعوة نبيكم صلوات الله وسلامه عليه وعلى
جميع النبيين والمرسلين أقول قولي هذا وأختم بالحمد لله رب العالمين مستغفرا لله
الففور الرحيم فهو خير الفاخرين - " (١)

(١) المغرب - منذرين سعيد بحواله فتح الطيب ج ١ ص ٣٤٢

اس خطبہ سے بہت ساری باتیں واضح ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اندلس کی تاریخ کا اجمالاً پتہ چلتا ہے اور دوسرے یہ کہ عربی زبان و ادب کا شمار کیا تھا یہ معلوم ہوتا ہے ۔ اعراس صانی اور اسالمب کا رخ کیا تھا اس کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ اس تقریر میں جس طرح خوبی اور بے باکی کے ساتھ شعور حقائق بیان کئے گئے ہیں اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ملوک مطلق العنان ہونے کے باوجود حق گوئی اور بے باکی پر اظہار نکارت نہیں کیا کرتے تھے ۔

اس جامع تقریر میں کس قدر حسنیت ہے امثال حکم موعظت مفاخر مآثر اور قدرت کی عظمت کے ذکر کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات اور احادیث نبوی کے جواہر ہارون سے ملو ہونے کی بنا پر ادبی لحاظ سے بھی اس کا شمار بہت بلند ہو گیا ہے ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میں اور جواہر سے جڑا ہوا ایک موضع ہمارے جس میں موقع و مناسبت سے میں نے اور جواہر اپنے اپنے قلم سے جادہ بنے کئے ہیں ۔ میں نے وہ ہے کہ عبدالرحمان ناصر نے انھیں بلا تاخیر اور بلا ہر و ہشراہنا قریب خاص بنالیا اور قاصی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیا ۔ عبدالرحمان ناصر کے بعد حکم ثانی نے بھی اپنے دور خلافت میں ان کو اسی عہدے پر باقی رکھا ۔ جبکہ ان کی طبیعت مزاج اور فطرت مناصب سے علیحدگی چاہتی تھی اسی لئے انھوں نے متعدد بار استعفی بھی پیش کیا جو نامنظور ہو گیا ۔

عبدالمنعم خلفاء اندلس میں فن خطابت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں " ولما انتشر العلم فی بلاد الاندلس وتعلی الناس باہد اہہ وأقبلوا علی المناقشات والمناظرات فی مجالس الخلفاء وجمہا من مدۃ بنی امیہ وزیون ملوک الطوائف تعددت أفراس الخطابة وتفسرت أسالیبها ونطقت الیھا الصنایع وامضات بالسجع علی اثر انتشار ذالک فی الکتابۃ النشیرۃ وبقيت علی هذه الحال الی قیام ملوک البہر ثم الحفلات شعلۃ الحماۃ فی النفوس وخذت قوۃ التفكير علی اثر تعصب البہر وجعلهم

فانحطت منزلة الخطابة واقتصرت على الوعظ في المساجد۔" (۱)

یعنی یہ کہ عہد بنو امیہ اور ملوک الصوائف میں فن خطابت میں تنوع اور ترقی کا رجحان غالب رہا چونکہ صنعت اور مجمع بندی عربی نثر کی انشاء پر داری میں داخل ہوگئی تھی جس کا اثر خطابت پر بھی بڑا البتہ جب عربوں کے ہاتھ میں زمام اقتدار آیا تو ان کے جہل اور تعصب کی بنا پر عربی خطابت جمود اور تعطل کا شکار ہوگئی ۔ اردو میں خطابت کی بھی ہوئی شکل وعظ کی مجلسوں اور مساجد کے خطبوں تک محدود ہوگئی ۔

مورخین نے یہ لکھا ہے کہ فن خطابت کو جو عربی مشرق میں حاصل ہوا اہل اندلس اس مقام کو نہیں پہنچ سکے ۔ اہل اندلس نے اپنی نہانہ مشرقی کے فن خطابت کو نمونہ بنایا تھا ۔ لیکن مجمع یہ کہتے ہوئے بھی کوئی پاک نہیں ہے کہ مشرق میں فن خطابت کو جو عربی اموی دور اقتدار میں حاصل ہوا عباسی دور میں نہیں ہوسکا جس کے متعدد اسباب ہیں ۔ اس زوال کا بنیادی سبب یہ تھا کہ فتوحات کی کثرت سے بھی اختلاط میں اضافے نے خالص عربیت کا قلابہ جھین لیا چنانچہ حجاز میں ہوسا اور اس جیسے اردو کے خطباء کی مثال عباسی دور کی تاریخ ہمیشہ کرنے سے قاصر ہے ۔

چھٹا باب

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے مشہور علماء، ادباء و انشاء پرداز اور
ان کے نثری نمونے۔
علم فلسفہ،
مشرق و مغرب کے نثری مآثر کا ایک مختصر جائزہ۔
نحاتہ

جہاں سب

جوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے چند مشہور اندلسی
علماء ادب، وانشاء پرداز اور انکی نثری خدمات اور نمونے

قبل اس کے کہ میں جوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے نمائندہ نثر نگار اور ان کے نمونوں کے متعلق کچھ لکھوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے ادوار کے نثری نمونوں سے اپنی گفتگو کا آغاز کروں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ آگے چلکر جوتھی اور پانچویں صدی ہجری سے ملحق دور میں نثر نے کیا ترقی کی۔ چنانچہ میں سب سے پہلے اندلس میں اموی حکومت کے بانی عبدالرحمان الداخل کے نثری نمونہ کا ذکر کروں گا۔ عبدالرحمان الداخل عباسیوں کے جنگل سے فرار کی داستان جسرا سلوب میں بیان کرتا ہے وہ جہاں اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ امراء و سلاطین کی پرورش و پرداخت کس نہج پر ہوا کرتی تھی وہیں یہ امر بھی مفرغ ہوتا ہے کہ عربوں کو اپنی عربی زبان سے کس قدر پیارت تھی یہ اقتباس جو میں پیش کرنے جا رہا ہوں ظاہر ہے کہ عبدالرحمان نے کوئی رسالہ تصنیف نہیں کیا ہوگا بلکہ یہ عربوں کی قدیم روایت (انتقال مآثر سنیہ یہ سنہ) کے مطابق ہمد میں قلم بند کیا گیا ہوگا۔

"انی لجالس یوما فی ظلۃ بیت تواریت فیہ لربہ کان بی واپنی سلیمان
بکرولدی یلمب قدای وھو یومئذ ابن اربع سنین اونیحوا ان دخل الصبی من باب
البیت فارما بالکما فاهوی الی حجری فخلعت اذفعہ لما کان بی واپنی الا التعلق
وھودھش بقول ما یقولہ الصبان عند الفزع فخرجت لا ینظر فاذا بالربوع قد نزل
بالقریۃ ونظرت فاذا بالراہات السود منحطۃ وأخ لی حدث السن کان معی یختد
ھاربا ویقول لی "التجاء یاأخی فھذہ راہات المسودۃ فضریت ھدی الی دفانیر
تناولتھا ونجوت بنفسی والصبی أخی معی وأعلمت اخواتی بنتوجھی ومکان مقصدی
وأمرتنی أن یلحقننی ومولای بدر ھمن وخرجت فکنت فی موضع ناہ عن القریۃ
فما کان الا ساعة حتی اقبلت الخیل فأحاطت بالدار فلم تجد أثرا وھضبت ولحقنی بدر

فاتحت رجلا من صاری مشط الفرات فرمنا فيه بأنفسنا والخيل تنادنا من الشط
ارجما لا بأس عليكما فصحت حائلا لنفس وكنت أحسن السبح وسبح الفلام أخى
فلما قطعنا نصف الفرات قصر أخى ودعش فالتفت اليه لاقوى من قلبه وإذا
هو قد أصنى اليهم وهم يخذعون من نفسه فناديه " تقتل يا أخى الی الی "
وإذا هو قد اغتر بأمانهم وخشى الفسق فاستمجل الانقلاب نحوهم وقطعت انا الفرات
بعضهم قد قدم بالتجرد للسباحة فى اترى فاستفكه اصحابه من ذالك فتكوى
ثم قدموا الصبی آخى الذى صار اليهم بالأمان فضى واعقده وضوا برأسه وأنا
أنظر اليه وهو ابن ثلثة عشرة سنة فاحتطت فيه تكللا ملانى مغافة ومفت الى وجهى
احسب آخى طائر وأنا ساع على قدوى فلجأت الى غيظه أشبه فتواريت فيها حتى
انقطع الطلب ثم خرجت هاربا أرم المنرب حتى وصلت الى الفريقة - (۱)

اس داستان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب عباسیوں نے خونین ڈرامہ شروع کیا
تو اس وقت عبدالرحمان بن معاویہ گھر میں بیٹھا اپنے چار سالہ بچہ کو کھلا
رہا تھا کہ اچانک ایک بچہ خوف و دہشت میں ڈوبا گھر داخل ہوا اور عبدالرحمان
سے لپٹ گیا ۔ عبدالرحمان نے اسے خود سے دفع کرنا چاہا لیکن وہ اس قدر
دہشت زدہ تھا کہ ہٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا ۔ بالآخر عبدالرحمان صورت حال
مہلک کرنے گھر سے باہر نکلا تو اس نے ایک عجیب خوف و ہراس کا ماحول دیکھا جو
ہیروں جتنی ہرجھایا ہوا تھا اور عباسیوں کے سیاہ جھنڈے ہر طرف لہرا رہے
تھے ۔ عبدالرحمان کا ایک تیرہ سالہ بھائی بھی اس کے ساتھ ہناہ کی راہ ڈھونڈ
رہا تھا اور خوف و دہشت کے مارے ہر حال تھا ۔ بلا تاخیر عبدالرحمان نے کچھ
دینار لے کر اپنی بہنوں کو اپنی جائے پناہ کے متعلق بتا کر فرار ہو گیا کسی طرح
یہ اور اس کا بھائی درپائے فرات تک پہنچے اور خود کو دریا کے حوالہ کر دیا ۔
عباسی لشکر نے انہیں اماں کا فریب دے کر بلانا چاہا جس فریب کا شکار انکا بھائی
ہو گیا اور بالآخر وہ ساحل فرات پر قتل کر دیا گیا ۔ عبدالرحمان دوسرے کنارے سے

یہ درد ناک منظر دیکھ رہا تھا جو یقیناً دل ہلا دینے والا تھا بہر حال یہ افغان و
حیزان افریقہ کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ جہان رخصت ہوئے اس نے اندلس کی تسخیر
کا حالہ مرتب کیا اور اموی اقتدار و سطوت کا نیا باب کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔

عبد الرحمان الداخل جب اندلس کے اقتدار پر قابض ہو گیا تو اشراف اندلس
نے اسے ان الفاظ میں ہدیہ تہریک پیش کیا :- " اجمع المسلمون الصادقون علی
انتخابک امیر الجزيرة فیسعک أن تبنى لیما ملکا مشید الأركان موطدا الدعائم علی
أساس اقوی من الجبال مستند اعلی عزائمهم القوة وطاعتم الصادقة لاریب ان
ستجد مقاومة وبمس خطر ولكنک لست وحدک بل بجانبک قبیان أشداء من ابنائ
من فتحوا المغرب وشعوب ترفع ینک واتدعوک الیها ونحن جیما نحب الی
البری لنهذل الأرواح فی سبیل ارتقاءک الی عرش الامارة الی تلقی مقالیدها الیک
ونحفظ لیما نعا من أن یظلم " (۱)

عبد الرحمان نے اظہار تشکر ان الفاظ میں کیا کہ " ایما السراة الأجداد
اجابة لرغائکم وسمیاً وراہ امانکم فی اصلاح شئون مسلمی اسبانیاً اذهبکم
بأذلا النفس فی سبیل الدفاع عن هذه القایة الحميدة فاذا صدقت عزائمکم ودامت
طاعتکم وفتح الله لنا باب الفوز رأینم منی اخا صدقا یقاسمکم الشقاء والعناء
ويعلم الله لا أخشى الشدائد ولا أهوال الحروب ولا أرمب الموت الأحمر فقد عرکنی
الدهر وعرکته وکثیراً مارکبت شون الأخطار علی حداثة سنی واذا کان ما یدعوننی
الیہ مورجة مسلمی الأندلس الأشراف فانا الی تداءم واقبل أن أكون امیرهم
وحای ذمارهم ان شاء الله تعالی " (۲)

ہدیہ تہریک میں اشراف اندلس نے جہان مبارک میں پیش کی وہیں اپنی
اطاعت اور اپنی قوم کی اطاعت کا یقین دلایا اور ساندہی یہ بھی یقین دلایا کہ

(۱) قصۃ ادب (۱ - ۲۶۰)

(۲) ایضاً (۲۶۰ - ۲۶۱)

ملک کے استحکام و انتظام میں اندلس کے نوجوان ہر آواز پر لبیک کہیں گے کیونکہ یہ ان غیور باہوں کی اولاد ہیں جنہوں نے اس ضرب کی نسخہ کی ہے۔ اس وفد نے یہ درخواست کیا کہ امد ہے کہ یہ ملک ہر طرح کے استحکام میں اپنی مثال آپ ہوگا۔ عبدالرحمان نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یقین دہایا کہ اگر آپ لوگوں کا تعاون ہمارے ساتھ رہا تو انشاء اللہ اندلس مستقبل قریب میں اپنی مثال آپ ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی دہایا کہ حوادث زمانہ نے نوہری ہی سے جمع خطرات کا شہسوار بنادیا ہے۔ اب جنگیں موت اور پریشان کن حالات جمع خوف نہیں دلا سکتے۔

اوپر کی سطور میں جو نثری نمونے دی گئے ہیں یہ اندلس کے بالکل ابتدائی زمانہ کی یادگار ہیں۔ یہ وہ دور تھا جبکہ اکثر و بیشتر علم و ہمارف اور مفاخر و مآثر سینہ بہ سینہ منتقل ہوا کرتے تھے۔ کسی چیز کو قلمبند کرنے کی رسم کی ابتداء ہو رہی تھی۔

(۱)

احمد بن شہسبہ (۳۸۲ھ - ۴۲۶ھ)۔

ان کا پورا نام ابو عامر احمد بن ابی مروان عبدالملک ہے۔ لیکن انہیں ابن شہید کے نام سے شہرت ملی۔ ان کا شمار اندلس کے بلند پایہ ادباء و انشاء پرداز میں ہوتا ہے۔ (۲) ابن شہید هشام بن الحکم بن عبدالرحمان کے عہد میں پیدا ہوئے جبکہ منصور بن عامر بظاہر حاجب تھا لیکن کامل اقتدار کا بلا شرکت غیر مالک انہوں نے بنو عامر کی حکومت و اقتدار کے زیر سایہ قریبہ میں پرورش پائی۔ ان کے والد منصور بن عامر کے قریب خاص تھے اسلئے ان کی پرورش و پرداخت بھی شاہانہ نکت کے ساتھ ہوئی۔ یہ دہانت اور حاصر جوابی میں بچپن سے طاق تھے

(۱) ولغات الاعیان (۱ - ۹۹)

(۲) المغرب (۱ - ۷۸)

ادباء، علماء و فضلا کی صحبت پہنچن ہی سے ملی تھی۔ جس کی بنا پر علم و فنون میں دلچسپی کے ساتھ ساتھ مہارت بھی حاصل کر لی تھی۔ ان کی زندگی بہت ہی پرسوں اور خوش و خرم گزری اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے وزارت کے مرتبے تک بھی رسائل کی حاصل کی اور طرہیں کی حکومت میں امن کے منصب پر بھی فائز رہے۔ لیکن ان کے کچھ حاسدین نے ہر نائحہ حسد و نفی ان پر نہمت لگادی جس کی بنا پر یہ قید کر دینے گئے کچھ دنوں کے بعد قید سے نجات ملی اپنی زندگی کے آخری ایام میں فالج کے شکار ہو گئے۔

ابن حنم (۱) اور ابن شہید دونوں ماصرہ میں یہ اپنی ذہنی اور فکری بلندی کے باعث حکومت کے اہم مناصب پر فائز بھی رہے اور ساتھ ہی تالیف کتب نظم اشعار اور رسائل وغیرہ لکھنے کا کام بھی بدستور جاری رہا۔ ۲۲ سال کی بہت ہی مختصر عمر میں ابن شہید کا سنہ ۲۲۶ھ (۲) میں انتقال ہو گیا۔ ابن ہمام نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کسی کی بھی قبر پر اتنے زائیں اور مداح حاضر نہیں ہوتے جتنے کہ ابن شہید کی قبر پر نوحہ خوانوں اور مرثیہ خوانوں کی تعداد حاضر تھی۔ (۳)

ابن شہید نے شاعری بھی کی ہے (۴) لیکن مورخین کا خیال ہے کہ ان کی شمری کاوشوں کے مقابلے میں نثری کاوشیں زیادہ مقبول اور زیادہ اثر آفرین ہیں۔ ان کے زیادہ تر اشعار غزل اور وصف وغیرہ کے موضوع پر ملتے ہیں۔ چونکہ ان کی شاعری جدت طرازی ابتکار اور کسی خاص زاویہ فکر سے خالی تھی اسلئے

-
- (۱) احمد امین نے تاریخ وفات سنہ ۲۲۵ھ لکھا ہے۔
 - (۲) ابن حنم کی سوانح و خدمات پہچھے گزر چکی ہے۔
 - (۳) الذخیرۃ فی محاسن اہل الجزیرۃ (۱ - ۲۸۸) قاہرہ۔ بحوالہ القصص عند العرب (۲۲۵) موسیٰ سلیمان۔
 - (۴) وفیات الاعیان (۱ - ۹۸) اور بیخۃ الدہر (۲ - ۳۵ اور ۳۶)

اسے قبول عام حاصل نہ ہو سکا۔

ابن شہید کی نثری کاوشیں زیادہ قبول اور زیادہ اثر آفرین ہیں۔ اس کے موضوعات اسلوبِ مافی اور خنوع افکار نے اسے امتیازی حیثیت دی ہے۔ (۱) خیالی قصہ بلکہ دوسرے الفاظ میں قصہ موصوفی پر ابن شہید کو زیادہ ملکہ حاصل تھا۔ ان کے سلسلہ میں علم خیال یہ ہے کہ مشرق سے جو قصے اور مقامات کی کتابیں آتی تھیں انہیں وہ بہت شوق سے پڑھتے تھے اسی لہٰذا ان کا ذہن اس طرف مائل رہا اور انہوں نے اپنا ایک شاہکار رسالہ "التوابع والتواہب" کے نام سے تالیف کیا ان کا یہ نثری رسالہ مجموعہ ہے۔

رسالۃ التواہب والتواہب - سنہ ۱۹۵۱ء میں ایک لبنانی ادیب بطرس

المستأنف نے اس کی تصحیح تشریح تحقیق اور تنویر کے بعد شائع کیا ہے۔ اس میں ابن شہید کی زندگی کے ہر پہلو پر محقق نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس رسالہ میں چار فصلیں قائم کی گئی ہیں۔ پہلی فصل توابع الشعر دوسری فصل توابع اللغات تیسری فصل نقاد الجن اور چوتھی فصل حیوان الجن پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کی وجہ تالیف کے سلسلہ میں مورخین نے لکھا ہے کہ ابو طاهر نے اس کی تصنیف اسلئے کی تھی تاکہ وہ اپنے مخالفین اور حاسدین کو ادبی میدان میں زیر کر سکے۔ اس رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جنون کی ہستی کی خیالی سیر لرائی گئی ہے مشرق و مغرب میں جہاں نئی نئی قصوں اور مقامات کی کتابیں وجود میں آ رہی تھیں وہیں ابن شہید نے نئے نئے طریقے خیالی قصوں کو ترتیب دیا جو اسلوب نگارش میں تو اپنے زمانے کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے صنعت اور سجع بندی کا اعلیٰ معیار پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی افکار و معانی میں جدت و ابتکار کے ذریعہ اسے امتیاز بخشتا ہے۔ اس کے رسالہ کا نثری نمونہ ذیل میں درج ہے۔

"کان لی أوائل صبری ہوی اشتد لہ کلفی ثم لحقنی ملل فی اثنا ذالک العمل

فاتفق أن مات من كنت أهواه مدة ذالك اللال فجزعت وأخذت في رثائه فقلت
تولى الحطم بطنى الحذر * وغاز الردى بالفرزال الصبر
الى ان اتشعبت ان الإحزار من الطل الذى كان فقلت
وكنتم مملكتك لآمن قلى * ولا من فساد ثوى فى الصبر

فأشج على القول فاذا أنا بفارس بهاب المسجد على فرس أدهم كأننا بقل وجهه
وقد اتكأ على رصحه وصاح بى أحزرا يافنى الانس فقلت لا وأبيك الكلام أحيان
وهذا شأن الانسان فقال فقل بعده :

كمثل ملال التلى للتصميم * اذا دام فيه وحال السرور

فأنهت اجارته وقلت بأبى من أنت فقال زهير بن نسير من أشجع الجن تصورت
رغبة فى استطفائك قلته أهلا بك ايها الوجه الوضاح صادفت قلبا اليك مقلوبا
وهوى نحوك محبوبا ونحادثنا وذاكرت معه اخبار الخطباء والشعراء *
ومن بالفهم من التوايح والزوايح وقلت له - هل حيلة فى لقاء من نفق منهم
قال حتى استاذن شيخنا وطارعتى ثم انصرف وقد أذن له فقال جل على من
الأدهم فسرنا عليه وسار بنا لغير بختاب الجوف فالجوف ويقطع الدوف فالدوف حتى
لصحت أرسا لا لأرسنا وشارفت جوالا كجونا الى أن قابل صاحب امرى القيس
وجرت بينهما مظارعة شعرية ثم قال لى زهير من تريد بعده قلت أبى نواس
قال هو يدبر حنا وسرنا حتى انتهينا الى أهل دبر حنا ف ضرب زهير الأدهم
وسار بنا فى قننه ففتح سمى فرج التواقيس قلت نصحت من منزل أبى نواس
ورب الكعبة وسرنا بختاب اديارا وكنائس وحانات الى دبر عظم تصبى روائحه
وتصوك نوافحه فوقف زهير بهابه وصاح : سلام على أهل دبر حنا فقلت وسرنا
بذات الأكبراج قال نعم و أرقلت نحونا الرها بين مشدودة الزنا مير قد نهضت
على المكائيز بهمة الحواجب واللى - (١)

(١) التوايح والزوايح بحواله قصة الأدب (١ - ٢٠١ و ٢٠٢) اور الضرب (١ - ٤٩)

زمانہ جاہلیت میں شاعر اور کاهن کے متعلق عام خیال یہ پایا جاتا تھا کہ اس نے قبیلے میں کوئی جن ہے جو انہیں موضع و مزین کلام اور علم غیب کی باتیں بتاتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابن شہید نے انہیں اوہام کو اپنی ادبی قابلیت کے زور پر صفحہ قرطاس پر یکھیرا ہے۔ جنوں کی ہستیاں کی سرکڑا اور قاری کو بھی سرکڑا ان سے ملاقات اور قدامت کے اخبار اور اشعار پر تبادلہ خیالات کرنا اس امر پر دال ہے۔ مذکورہ بالا اقتباس بہ اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے کہ اس کے اسلوب افراں اور معانی میں کس قدر تنوع ہے۔ اس کا پورا رسالہ اسی طرح خیالی دنیا کی سرکڑا ہے۔ مشرق میں قصص و مقامات کی شکل بہت ترقی یافتہ ہو کر ابھری تھی۔ اس فن پر مشرق میں لکھی جانے والی تمام تصانیف نے مطالعہ میں ابن شہید نے ایک اچھوتا طرز تحریر ایجاد کیا اور "التواہج والنزایح" کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا۔

ابن شہید کے متعلق سب سے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "کان مفتننا فی علم الادب ہارماً فی النظم والنثر فكانت له منزلة رفیعة وابتکارات بدیعة وأساليب راقية فی فن النظم والنثر حتی فاق جده فی ذالک وبرز فی اسلوب الرسائل القصیة النادرة المثال فی الکتابة المریمة وربما انفراد فی نوعها مما يدل علی مہلہ الی الأسلوب القصی وابتکاراته الفنی ولقد نحسب هذه الرسائل فذة فی اللغة المریمة علی الرغم مما فی بعضها من المشاهدة برسالة الفرار لابی الملا" من حمت الاسلوب والموضوع کما فی رسالة "التواہج والنزایح" (۱)

یعنی صنف کے قول کے مطابق علوم و فنون میں ابن شہید تالیف روزگار تھا نظم و نثر میں اپنی کوششوں کے ذریعہ جدت اور تنوع پیدا کرنے میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ قصص و رسائل میں خصوصیت کے ساتھ انشاء پرداز کی فادر نمونوں میں

(۱) بلاغة العرب فی الادب بحوالہ قصة الادب (۱-۲۰۳)

شمار کیا جاتا ہے۔ اس رسالہ کی مشابہت ابوالمعلاہ کے رسالہ " الفجران " سے فنی اور منوی اعتبار سے بہت زیادہ ہے جس کی تفصیل میں بعد میں بیان کروں گا۔

ابن ہمام نے " الذخیرۃ " میں لکھا ہے " ولہ رسائل کثیرۃ فی فنون الفکاہۃ وأنواع التصریح والأهزال ----- وكان فی سورة الهدیۃ وحضور الجواب وحدته مع رقة حواشی کلامہ وسہولۃ الفاظہ ----- آیت من آیات خالقہ " (۱)

ان کے اس مشہور رسالہ کے علاوہ متعدد رسائل میں جو اس عزیز لکھے گئے ہیں لیکن جو شہرت اس مذکورہ رسالہ کو ملی وہ کسی اور کو نہ مل سکی انکے دیگر آثار کا تذکرہ نمائی کی " ہتیمۃ الدھر " فتح من خاقان کی " مطبع الأنفس " مرقی کی " نفع السلب " اور ابن خلکان کی " رفیات الأعیان " میں موجود ہے۔

رسالۃ التوابع والنواہج اور رسالۃ الفجران کے درمیان موازنہ -

رسالۃ الفجران ابوالمعلاہ مرقی کا تصنیف کردہ رسالہ ہے۔ دونوں ہی رسالے خیالی اور تصوراتی سر کرانے میں۔ فرق صرف یہ ہے کہ " رسالۃ الفجران " آسمان کی سر کرانا ہے۔ جنت و رزخ اور جہنم کے خیالی نظارے کرانا ہے اور " التوابع والنواہج " عالم جن کی سر کرانا ہے۔ دونوں رسالوں کا زمانہ تالیف ایک ہے ایک عرب میں لکھا گیا ہے اور دوسرا ایشیا میں۔

مورخین کے درمیان دونوں رسالوں کی تاریخ تالیف کے ضمن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مشہور مستشرق المانی ہروکلن کے بقول " رسالۃ التوابع والنواہج " کا زمانہ تالیف سنہ ۲۰۲ھ بمطابق سنہ ۱۰۱۳ھ ہے (۲) زکی مہارک کے بقول یہ رسالہ سنہ ۲۰۳ھ تا سنہ ۲۰۴ھ کے درمیان لکھا گیا ہے۔ (۲)

(۱) ایضاً

(۲) القصص عند العرب (۲۲۶)

(۳) النثر الفنی - زکی مہارک (۱ - ۲۵۹)

بطرس البستانی کی تحقیق کے مطابق اس کا زمانہ تالیف سنہ ۲۱۲ھ کے بعد کا ہے اور "رسالة الفجران" کا زمانہ تالیف سنہ ۲۲۴ھ بمطابق سنہ ۱۰۳۲ھ ہے۔

بعض کا قول یہ ہے کہ "رسالة الفجران" "رسالة التوابع والنوابع" کے پندرہ سال بعد تالیف کیا گیا اور کچھ لوگ ۹ سال بعد کے بھی قائل ہیں۔ (۱)

چونکہ دونوں رسالوں کا انداز فکر اور طرز ادب ایک ہے اسلئے بعض حلقوں میں یہ شبہ پایا جاتا ہے کہ مصری نے ادبی سرفہ کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن اس طرح کے شبہات سے بنیاد میں کیونکہ دونوں کے درمیان واضح فرق موجود ہے۔ ایک کا مقصد دنیا میں جنوں کی بستی کی سرکرائے ہونے اپنے ادبی جوہر کے ذریعہ مخالفین اور حاسدین کو زہر کرنا ہے تو دوسرے کا مقصد آخرت کے حلسہ میں غلط تصورات و اعتقادات کی بے نیکی کرنا ہے۔ عالم مساوی کی سرکرائے مصری کے یہاں زیادہ گہرائی اور گہرائی نظر ہے۔ اس کے برعکس ابن شہید کے یہاں گہرائی نظر مفقود ہے۔ وہ جنوں کی بستیوں کے ذکر کے ذریعہ جوہات دل میں اتروانا چاہتا ہے اس میں وہ زہر نہیں ہے۔

ابن زیدون -

ابوالولید احمد بن عبداللہ الخزرجی الاندلسی نام ہے۔ اپنے پردادا کی طرف نسبت کر کے ابن زیدون کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی پیدائش سنہ ۳۹۲ھ اور وفات سنہ ۴۶۳ھ بتائی جاتی ہے۔ صاحب جواہر الادب کے مطابق اس کی تاریخ پیدائش سنہ ۳۵۲ھ ہے۔ (۲) پرورش و پرداخت قرطبہ میں ہوئی۔ وہیں اس

-
- (۱) القصص عند العرب (۲۲۶) اور ظہر الاسلام - احمد امین (۲ - ۲۱۰)
 (۲) جواہر الادب (۲ - ۱۷۰) مرحوم سید علی الہاشمی - صاحب ظہر الاسلام (۳ - ۱۵۸) کے بقول اس کی تاریخ پیدائش سنہ ۳۹۲ھ ہے۔

نے کبار اہل علم کی صحبتوں سے استفادہ کیا۔ چونکہ یہیں (۱) میں سے شعروادب
 نا ذوق رکھتا تھا اسلئے تعلیم و تربیت بھی اسی نہج پر ہوئی اور اس نے شعر گوئی
 اور انشاء پردازی میں حدت طرازی کے ذریعہ شہرت کی عظیم بلندیوں کو پایا۔
 شعروادب میں اس کی شہرت کے چرچے سب زبان زد عام ہوئے تو ملوک الطوائف
 میں سے ایک بادشاہ ابوالولید (۲) ابن جمہور نے اپنا طرف خاص بنالیا اور اسے
 وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز کیا۔ اس کی زبان فلوار کی مانند تھی اس زمانے میں
 ہر جہاں جانب اسی کا طوطی بولتا تھا۔ لیکن اس کے بعض رفیقوں نے ابن
 جمہور کو بھلا کر اس کے تعلقات اس سے بگاڑ دیئے جس کی بنا پر وہ قید کر دیا
 گیا۔ وہاں سے اس نے ایک رسالہ "استعصاف بادشاہ کے ظلم لکھا اور ایک رسالہ
 اپنی محبوبہ ولادۃ بنت المستنکی کی طرف سے اپنے رفیق خاص ابن عدوس کے
 نام تحریر کیا جس میں ان کی خوب تمحیک کی۔ ابن جمہور نے اسے صاف نہیں
 کیا لیکن یہ کس طرح قید خانہ سے فرار ہوئے میں کامیاب ہو گیا اور ملوک الطوائف
 میں سے ایک طاقتور بادشاہ معتضد کے پاس جا کر (۳) اس کا مقرب خاص بن
 گیا اور وزارت کے عہدے تک پہنچا۔ معتضد کے بعد معتد جب اشدیلہ کے تخت
 پر بیٹھا تو اس نے بھی اسے اسی عہدے پر برقرار رکھا۔ چونکہ یہ ابن جمہور
 اور معتضد دونوں کے یہاں وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا اسلئے اسے
 دوالوزارین بھی کہا جاتا ہے۔ اسی عہدے پر برقرار رہتے ہوئے اشدیلہ ہی میں
 اس کی وفات سنہ ۴۶۲ھ میں ہوئی۔

ابن زید بن جریجی اور ہاتچون صدی ہجری میں اندلس کا ناعادہ نثر
 نگار ہے جو شاعری میں بھی اپنی مثال آپ تھا علم ادب اشعار امتثال حکم اور

(۱) ایضاً

(۲) شویٰ سنہ ۴۶۲ھ الضرب (۱-۱۵۶)

(۳) ایضاً (۱۶۹) اور الضرب (۱-۶۳)

اخبار عرب سے دلچسپی کی بنا پر بلند ظلم پر فائز ہوا (۱) مشرق میں ابن الصمد
 جسے انشا برداز کی تحریر سے فائز ہونے کے بعد ابن زیدون کی انشا بردازی
 میں بھی لکھار آیا۔ اس لکھار کا ظہور ایک خاص چھٹی کی حالت میں ہوا۔ اگر
 یہ فہم اور اپنے دشمنوں کی جانب سے حسد اور رقابت کا شکار نہیں ہوا ہوتا
 تو اس کے علم و ادب کو دوام اور یہ شہرت نصیب نہیں ہوتی۔ اس نے لہ خاں
 میں دو رسالے رسالہ جدید اور رسالہ ہزلہ لکھ کر عربی ادب کی انشا بردازی
 میں جارجا لگا دیا۔ اس کے علم و ادب میں نفی اور برتری کے لٹے یہ نبوت
 کافی ہے کہ وہ دو اہم وزارتوں کے عہدوں پر فائز رہ چکا ہے۔ جیسا کہ یہ بات
 پہلے واضح کر چکا ہوں کہ منصب وزارت کے لٹے ضروری ہوتا ہے کہ اس منصب پر
 فائز ہونے والا شخص علم و فنون میں تالیف روزگار ہو۔ ادب انشا بردازی اور
 شعر و شاعری کا بھاری ذوق رکھتا ہو۔ یہ پہلا کیسے ممکن ہے کہ ایک ایسا
 ملکہ جس کا سر فرد علم و فنون کا دلدادہ اور اس میں مہارت کے لٹے کوشاں ہو
 اور اس ملکہ کا وزیر اعظم کم بڑھا لکھا اور بد ذوق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وزارت
 کا عہدہ سنبھالنے والے کا انتخاب بہت ہی دانشمندی سے کیا جاتا تھا۔ ابن
 زیدون بھی اس عظیم منصب پر فائز رہ چکا ہے اسلئے یہ بات اظہر من الشمس ہے
 کہ وہ کس بلند پایہ کا ادیب اور انشا برداز رہا ہوگا۔

ابن زیدون کو جو شہرت دوام ملی اس کا باعث اس کے دو رسالے ہیں۔
 اس کے ان دونوں رسالوں میں دو چیزیں ابھر کر سامنے آتی ہیں ایک تو انشا
 برداز کا اخلاق اور اس کی دلی کیفیت اور دوسری یہ کہ اس میں حکم و امثال اشعار
 تاریخی حوادث اور ادب طہ اور طوک کی تاریخ پڑے ہی مؤثر اور دلنشین انداز
 میں پیش کی گئی ہے۔

اس لیے مجموعہ عبارتوں سے علم طہ سے پرہیز کیا ہے البتہ قطعاً امثال
 و حکم تشبیہات ہماز اور استعارات وغیرہ سے اپنے ان رسالوں کو مزین کیا ہے۔

رسالہ ہزلہ محبت پیافست اور نصیحت پر مشتمل ہے اور رسالہ جدید سیاست قد اور استعطاف کا احاطہ کثرت سے ہے۔ ان دونوں رسالوں میں مجمع بلدون کی بجائے مفردات کا استعمال کثرت سے ہے۔

بعد کے ادباء نے ابن زیدون کے رسالوں کی شرح لکھی ہیں ان رسالوں میں مذکور اخبار اشعار حکم اور تراجم الشعراء سے متعلق تفصیل لکھنے کا بھی بہت سے ادباء نے اعلم دیا ہے۔ ان تمام شرح میں ابن تہانہ کی رسالہ ہزلہ کی شرح اور صدی کی رسالہ جدید کی شرح بہت مشہور ہیں۔ مورخین کا خیال ہے کہ اگر اس کے دونوں رسالے گردش زمانہ کی نذر بھی ہو جائے یا ان کی شرح پر توجہ نہیں دی جاتی تو بھی ابن زیدون کا نام اندلس کے بلند پایہ شعراء میں سرفہرست شمار کیا جاتا (۱) کیونکہ اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کی بنا پر اسے بحرئ المصرب کا خطاب مل چکا تھا۔

ابن زیدون کے دونوں رسالوں کا تعارف کرائے ہوئے عبد المنعم خلفاء لکھتے ہیں " فلما دل فی رسالته الجدية علی باع طويل فی الاستعطاف والمدح دل فی رسالته العزلية علی انه عارف بأساليب العجاہ سباق فی هذا الميدان ايضاً فقد أقذع فی دم ابن عديش اقتداءً شديداً وكأنه جمع كل ما يمكن أن يقال فی الذم والتعظيم وأفرغه علی ابن عديش فی اسلوب جميل غلاب يدل علی تمكنه من التصرف فی أساليب الكلام اذ علی الرغم من ان هذه الرسالة من الطول وكثرة الالتباس لأسماء الرجال والأمثال والحوادث والأبيات الشعرية والاطناب فی كثير من المعاني لا يشمر القارى لعالمشئ من الطل والاعتدال " (۲)

(۱) قصة الأدب (۱ - ۲۶۸) یہ دونوں رسالے " سراج المصون " کے نام سے آج

بھی موجود ہیں۔

(۲) قصة الأدب (۱ - ۳۰۸)

رسالہ منزلیہ کوہس مورخین نے جاحظ کے رسالہ " التبریع والقدیر "

کے مشابہ قرار دیا ہے ۔ جاحظ نے یہ رسالہ احمد بن عبد الوہاب کو لکھا تھا لیکن عبد المنعم خلفہ نے دونوں رسالوں کے درمیان واضح فرق ثابت کیا ہے ۔ ان کے قول کے مطابق ابن زید بن کے یہاں تصحیک اور تہکم میں جوشدت ہے وہ جاحظ کے یہاں نہیں ہے ۔ اب میں اس کے دونوں رسالوں کے کچھ اقتباسات پیش کروں گا جس سے اندازہ ہوگا کہ فکروں کے اعتبار سے ان دونوں رسالوں کا عربی زبان و ادب میں کیا مقام ہے ۔ رسالہ جدید میں ابن جہرود سے عفو طلب کرتے ہوئے کہتا ہے " یا مولای وسیدی الذی ودادی له واحمدای علیہ واحمدادی بہ ومن اہلہ اللہ تعالیٰ ماضی حد المنعم واری زلہ الأمل ثابت عند النعمۃ " ان سلبتنی ۔ اعزک اللہ ۔ لباس انصاک وعطقتنی من حلی ابتلاک واعطانی الی برود اسماعک ونفست بی کف حیاطک وفضمت عنی طرف حما یدک بعد أن نظر الأعی الی تأملی لک وسیع الأسمن ثنائی علیک واحسن الجماد باستحادی الیک فلا غرو قد یحس بالباء شاریة ویقتل اللہ واء المستغنی بہ ویری الحذر من مائتہ وتكون منة العقی فی اللہ والحمد للہم قد سبق جہد الحرص ۔

کل الصائب قد تمر علی النقی • ونعمون غیر شمانۃ الحساد

وای لأعجلہ وأری الشاکمین ای لربب الدھر لا أقصیح فأقول هل أنا الا بداد ماہا سوارھا وجمین • من بہ اللیلہ ومشرقی ألسقہ بالأرض صائلہ وسعیری عرسہ علی النار مثقلہ وعہد ذہب بہ سیدہ مذہب للذی یقول ۔

لقشا لیزد جروا ومن یک حازبا • فلیس أحما ناعلی من یوم

هذا المصنف محمود عواقبه وهذه التبرؤ غيرة ثم تتعلى وهذه النکبة سحابة سیف من قلیل فقتل ولین یومنی من سیدی ان ابطلاسیہ اوتأخر غیر ضنین غناؤہ فأبطاء الدلاء فیما اطلوها واثقل السحاب مشا أحظها وأنبغ الحیاة ما صادف

جدا والذالشراب ما أصاب ظملاً ومع الدم غدا ولكل أجل كتاب - له الحمد على
ابتعاله ولا عيب عليه في اغفاله

فان يكن الفصل الذي ساء واحدا • فأصله اللاتي سوين ألوف

وأعود فأقول ما هذا الذنب الذي لم يمسح طورك والجعل الذي لم يأت من ورائك
حلمك والتطاول الذي لم يمسرقه تطورك والتعادل الذي لم يف به احتمالك
واخلو من ان يكون برئاً فأين العدل أومئاً فأين الفضل

الا يكن ذنب فضلك واسع • او كان لي ذنب فضلك واسع

وهل ليس الصباح الا برداً طرزته بفضائك وتقلدت الجوزا الا عدا نسلته بشارك
واستطلى الربيع الا نشأ ملائمة بمحاسنك وبنت المسك الاحدثا أنحه في محاسنك
مايم حلقة بسر وان كنت لم ألك سلبها ولا حلقتك عطلا ولا وسدتك غلا بل وجدت
آجرا وحاشا فبنت وكان القول ذلعة فقلت • (۱)

ایک جیز جو این زیدون کے اس رسالہ میں نظر آتی ہے اور جو بھی ادلس
کے تقریباً تمام رسائل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اور خلفاء کے لٹے
مشق میں کچھ چوڑے آداب والقباب کا التزام تھا وہ ادلس کے انشاء پردازوں
کے یہاں تقریباً معدوم ہے۔ اسی لٹے اکثر و بیشتر رسائل کے مطالعہ سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ یہ ادلسی نہایت ہی سادہ سادے آداب کا استعمال کرتے
تھے جس کا میں ثبوت ابن زیدون کا یہ رسالہ بھی پیش کرنا ہے اس رسالہ
استعطف میں ابن زیدون نے ابن جمہور طک قرطبہ کے لٹے نہایت ہی سادہ اور
دلنشین انداز میں درازی عمر کی دعا کی ہے اور پچھلے اعوام واکرم اور عنایات کا

(۱) قصۃ الادب (۱-۲۶۶ اور ۲۶۷) اور ظہر الاسلام - احمد امین (۳-۲۱۶)

حوالہ دے کر رحم کی بھیک مانگی ہے ۔ اس کے لٹخ اس نے مختلف النوع ادا زمان
اختیار کیا کہیں وہ سیدھے سالے ادا ز میں مالی کا خواستگار ہے اور کہیں آفاق
وائس میں پہلے براہین الہیہ کا واسطہ اور حوالہ دے کر بادشاہ کو اپنی طرف
نگہ لطف و کرم پھرنے کی درخواست کرتا ہے ۔ بچ بچ میں اشعار بھی پیش کرتا اور
اپنی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر میرے کسی ایک کام سے بادشاہ کو
تکلیف پہنچی ہے تو میرے ان ہزار کارناموں کی طرف بھی توجہ دیکھے جو میں نے محض
رعایا اور بادشاہ کی خوشنودی کیلئے کئے ہیں ۔ پھر اپنے قصور بدلتے ہوئے دو
ٹوک ادا ز میں بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ آخر یہ کونسا گناہ یا جرم ہے
جس کا ارتکاب میں نے کیا ہے اور جواباً ہے کہ جس کو آپ کا فضل عطا اور رحم
ڈھانک نہیں سکتا ہے غور کا ظلم یہ ہے کہ اس ظلم اور ٹیکے ادا ز میں بھی کسی
قدر شہرینی اور لطافت موجود ہے جو پتھر دل کو بھی ہم کر سکتی ہے ۔ پھر وہ بار بار
درخواست کرتا ہے کہ اگر واقعی مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو آپ کا فضل
و کرم اس قدر وسیع ہے کہ اسے اپنے اندر ڈھانپ سکتا ہے اور اگر میں مجسم ہوں
تو آپ ایک عادل اور نیک دل فرمائیں گے اور آپ کا عدل ضرور بری کرے گا ۔

اس رسالے میں آگے چل کر فضیل اور استعارہ کی بھرمار کردی ہے ۔ چنانچہ
وہ کہتا ہے " حنانک قد بلغ السيل الزبي ونالني ما حسني به وكلي وما أراي
الا لو أمرت بالسجود لأدم فأبیت واستكبرت وقال نوح اركب معنا فقلت سأوي الي
جبل حصني من الماء وأمرت ببناء صرح لعلی أطلع الي اله موسى وكنت على
المجل وأهديت في السبت وتماطيت فصرت وشريت من النحر الذي اطلق به
جبهوش طالوت وقدت الفيل لأبرهة طهعت قريشا على ماني الصحيفة وتاولت في بركة
العقبة واستغفرت على المصير بيدر واتخذت بقلت الناس مع أحد وتخلت عن
سلاة المصير في بني قريظة وجئت بالانك على طائفة الصديقة وانك من امارة
لسان وزعمت أن خلافة أبي بكر كانت فلفه رويتم رويتم كنية خالد " (۱)

اس رسالہ میں اس نے دل کو وہ لےنے والے انداز میں اپنی جہت سے رحم کی درخواست کی ہے جو وہی زبان و ادب کا ایک اعلیٰ ہمارا اپنے اندر رکھتا ہے۔ سلامت و روانی کے ساتھ ساتھ اندرونی کرب میں ڈھبی ہوئی یہ تحریر ہر کسی غلو کے غمزدہ دل کی مکمل آئینہ دار ہے نیز یہ کہ بادشاہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں اہل مشرق کا سا حالہ کی حد تک غلو سے انفرادی کا پہلو واضح طور سے نظر آتا ہے۔

رسالہ جدید کے یہ دونوں اقتباسات اپنی زبوں کی بلند پایہ انشاء پردازی کے ساتھ ساتھ اس کے علم و فہم میں بھی برتری کا پتہ ثبوت ملتا ہے۔ اب میں اس کے دوسرے رسالے "رسالہ ہزلہ" کا مختصر سا اقتباس پیش کروں گا۔ جس میں اس نے اپنے حریف اور رقیب اس عہدوں کا اپنی محبوبہ اور بلند پایہ ادیبہ ولادہ کی زبانی تنصیح کی ہے اور جس قدر ایک محبوبہ انداز کلام میں شہادت دے سکتی تھی ان سب کا واضح ثبوت پیش کیا ہے۔ (۱) جس کی تدقیق عبدالنعم خفاجہ کے اس اقتباس سے ہوتی ہے جو میں پہلے صفحات میں پیش کر رہا ہوں رسالہ ہزلہ کا اقتباس دیں ذیل ہے۔

• کلامک نعتہ وحدیثک غمضتہ وبما یک نعتہ وضلک نعتہ
ومشک مروتہ وغناک مألہ ودینک زندقہ وعلمک مغرقہ
سار لو قسمن علی الفواہی • لما أنعمن الا بالطلاق

حق ان باقلا موصف بالبلاغۃ اذا قرن بک وھبقتہ مستوجب لاسم العقل اذا
أصف الک وشرھا مانوراۃ بین الطالع اذا قس علمک فوجدک عدم
والاعتباط بک عدم • الخیۃ • منک ظفر والجنۃ منک سفر کیف رأیت لؤمک لکری
ولھا • وضعک لشرق کف • وانی جعلت أن الأشياء اما تنجذب الی اشکالھا •

(۱) ظہر الاسلام احمد امین (۲-۲۱۵)

والظہر انما تقع علی آلائعہا ! وہلا طمت أن الشرق والغرب لا یجتمعا • شعرت
أن المؤمن والکافر لا یفانیاں وقتلت الخبیث والطیب لا یستویان وتمثلت

ایہا الملک الثریا سہلا • عیوک اللہ اللہ کیف یلتظیان
----- وہلا عشت ولم تفسر وما أشک لی أنك تكون والد البراعم أو ترجع
بصحیفة الخلس أو فصل یک ما فصله قیل بن طرفة الیمنی اذ جاء خاطبا
قد من استہ ہزمت وأدناه من قرية النمل وبقی فکثر فلاقمنا اتصل نرائنا فید
عولی الیک مادما ابنة الخس الی مہدہا من طول السواد وقرب الوساد وهل
لقدت الأرقام فانک لی جنب (۱)

مذکورہ بالا اقتباس " الرسالة العزلیة " کا ہے ۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا
جاسکتا ہے کہ ابن زیدون نے ابن عدوش پر کس زور کا حملہ کیا ہے اور اس کی
شخصیت کے کردار کو کس قدر گہنائی شکل میں پیش کیا ہے کہ اس کا ہوا وجود
ایک مہلق اور مضحکہ خیز دکھائی دے رہا ہے ۔ اس کا دین و ایمان اخلاق و
کردار اور کمال سراپا ولادہ کی نظر میں ایک منحوس شکل میں نظر آتا ہے جس
کی صاحبیت دنیا و آخرت کہیں بھی نکلتی و ذلالت کی موجب ہے ۔ کون ہے جو
اسے موجب نحوست و ذلت کو اپنی رفاقت سے سرفراز کرے گا اس کے ساتھ توجہت
کی لذت اور شعری بھی جہنم کی شقاوت اور بد بختی میں بدل جائے گی ۔ چہ جائیکہ
ولادہ جیسی پاک طینت باذوق اور بلند پایہ ادیبہ اور شاعرہ کی رفاقت کا یہ
طالب ہے ۔ اسی طرح کا مضحکہ اس بڑے رسالہ میں ابن زیدون نے اڑایا ہے
جو اپنے اغراض میں کمال کامیابی کے ساتھ ساتھ ادب کی جاشقی اور حلاوت میں
ڈوبا ہوا ہے ۔

درج بالا دونوں رسالوں کے علاوہ اس کے اور بھی رسائل ہیں جس کا ذکر
عبد النعم خلیفہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ یہ

دونوں رسالے توجہل میں لکھے گئے تھے لیکن جمیل سے فرار ہونے کے بعد جو رسالے اس نے تحریر کئے ان کا اسلوب نگارش ان دونوں سے حد درجہ مختلف ہے۔ (۱)

عبد الملک بن ابی خضمال غطفی سنہ ۵۲۹ھ۔

عبد الملک اندلس کے ملکہ ہایہ ادبہاء ہلفاء اور انشاء پردازوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تفصیلی حالات زندگی کا پتہ نہیں چلتا ہے البتہ مورخین اتنا ذکر کرتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم قرطبہ کے اہل علم حضرات سے حاصل کی پھر اپنی زندگی کے مختلف حصوں میں مراکش اور فارس میں بھی رہے اور وہاں کبار اہل علم سے کسب فیض کیا۔ لغوی سلاطین کے عہد میں بھی اہم عہدوں پر بھی فائز رہے۔ ان کے بھی متعدد رسائل کا ذکر ملتا ہے۔ اپنے کسی دوست کے پاس انھوں نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

"الحذر لعزک اللہ یوفی من الثقة والحبیب یوفی من الثقة • وقد کنت أرمی من ودک وهو الصصح بلطفہ ولتتبع من ثناءک وهو المسک بنفحة • فبازلت تمرصی للاضحان ونظالمی بالبرهان وأخذنی بالیمان وأنا بنفسی أعلم وعلى قدری أحوط وأختم والصدی بسع یہ لا أن یوی •" (۲)

عبد الملک بن خضمال کا بھی رسالہ اسی امر کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ اس دور میں انشاء پردازی کا جو اسلوب رائج تھا اسی کو اس نے اختیار کیا ہے۔ مجمع بندی اور قافیہ آرائی کی واضح جملہک اس کے اس نمونہ میں دکھائی دیتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد رسائل ہیں جن کا تذکرہ صاحب قصۃ الادب نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ (۳)

- (۱) قصۃ الادب (۱ - ۲۱۸) مزید تفصیلات کہیں نہیں ملتی۔
(۲) ایضاً (۱ - ۲۱۹) (۳) مثال کے طور پر ملاحظہ ہو (۱ - ۳۱۹ - ۳۲۰)

مقامہ نویسی میں بھی یہ طاقی جمع اس فن میں مقامات حویلی کے طرز پر انھوں نے ایک مقامہ ترتیب دیا جس کا ذکر احسان عباس نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا نثری نمونوں کے علاوہ میں کچھ اور انشاء بردازی کے نمونے پیش کروں گا جن کا اسلوب رائج الوقت اسلوب کے مشابہ ہے۔

جوشی اور پانچویں صدی ہجری کے انشاء بردازوں میں وزیر ابو یحییٰ محمد بن عاصم بھی بڑے بلند پایہ ادیب اور انشاء برداز شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کی متعدد تالیفات بھی ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے والد کی کتاب "تحفة" کی شرح انھوں نے لکھی۔ اور ایک کتاب "جنة الرضا في التسليم لما قدر الله وقضى" اور "البرص الاربع في تراجم ذوي السيف والاعلام والقرص" وغیرہ کے نام سے تصنیف کی ان کے ایک نثری اقتباس کا نمونہ صاحب قصۃ الادب نے اپنی کتاب میں دیں کیا ہے۔ نمونہ دیج ذیل ہے۔ (۲)

"أما بعد فان الله على كل شئ قدير والله على عباده لخبير بصير وهو لمن أهل نعمه وأخلص طوبته نعم المولى ولهم النصر بدمه الریح والخمس والمسط والقوس والرشد والقي والنشر والحق والمسخ والمطع والضرب والنفخ والمطاطة المعجل والرقی والاحمل والمصرة والمساءة والاحسان والامساءة والادراك والموت واذا قضى أمرا فانما يقول له كن فيكون وهو الفاعل على الحقيقة وتعالى عما يقول الاكفيل وهو الكفيل بأن يظهر دينه على الدين كله ولو كره المشركون وان في احوال الوقت الداهية لذكرى لمن كان له قلب أو ألقى السمع وهو شهيد عبرة لمن يلهم قوله تعالى "ان الله يضل ما يشاء وان الله يحكم ما يريد" وبينما الدسوت غامرة والولاة أمرة واللغة مسمومة والدعوة مسمومة والأمر مطاعة.....

(۱) تاریخ الادب الاندلسی (۳۰۷)

(۲) قصۃ الادب (۱ - ۳۹۵ - ۲۹۶)

والسعد من اصف بخیرہ ولا یزید المؤمن غیرہ الاخیرا جعلنا اللہ تعالیٰ فیمن
 قلی غیرہ بخیرہ • وینما الفرحۃ حاصلۃ والقطیعة فاسلۃ والمضرة واصلۃ
 والحبیل فی المظنات والوطن فی غنائات والغلاف یمنع ریح النہات والقلوب شقی من
 تم اشتات والطفیفة یتمالی لقسم الوطن وخصمہ وبلحظ لحظ الخائف علی خصمہ
 والاخذ یحکمہ ویتفرع الحسرة أن یأذن اللہ بجمع شطہ ونظمہ علی ریم
 الشیطان ورفیہ انما للقلوب قد اختلفت والنفوس المتنافرة قد اجتمعت بعد ما
 اختلفت والأفئدة بالآلۃ قد اقتربت الی اللہ تعالیٰ وازدلت المضرمة الی
 اللہ تعالیٰ قد ابتعلت فی اصلاح الحاکم التي سلفت فالت الحرب أوزارہا
 وأرست المصحة الشرعة آثارہا ورفست الوحشة الناشئة اظفارہا وأعدارہا
 وأرست الخلافة الفلانیة أسرارہا وغضت الفة المضرمة أسرارہا وأصلح اللہ تعالیٰ
 أسرارہا نصحت الأوطان بالبطاط والقرمت نصحة الدین بأتسی الاستطاعة ونسابت
 الی لزم السفة والحماة وألفت الی الامامة الفلانیة بد التسلم والضراعة •

وہظ ونصحت من ڈھی ہوئی ابو طاسم محمد بن یحییٰ کی یہ تحریر بھی
 اس دور کے نثری اسلوب نگارش کی مکمل آئینہ دار ہے ۔ یہی ہیج من جزئی ہوئی
 آیات قرآنی اس تحریر کے حسن کو دہلا کر ہی من انداز والفاظ سہل اور دلنشین
 ہے سائد ہی سلاست وروانی کا دریا موجزن ہے ۔

ابن عبد ربہ -

ابن عبد ربہ کا پورا نام ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ ہے ۔ یہ موالی
 بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ سنہ ۲۲۶ھ بمطابق ۸۶۰ء (۱) میں قرطبہ میں
 پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی ۔ اندلس کے ہلکے پاپے عالم ادب اور شاعر
 تھے ۔ انہیں ہی سے علم و حارف کی تحصیل کا شوق تھا ۔ چنانچہ اوائل عمر ہی

(۱) جواہر الادب - سید علی العاشق (۱ - ۱۷۲) (۲۶۰) بیروت سنہ ۱۹۵۹ء

سے علماء، فضلاء، ادباء اور صحرا کی مجلس سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ حتیٰ کہ بہت جھوٹی عہدی سے شمرگوئی میں مہارت حاصل کر لی۔ عہدی علم میں اتنا کمال حاصل تھا کہ ان کے حاضروں میں کسی نے بھی ان کے ظلم کو نہیں پایا۔ (۱) مشرقی علوم اور اس کی تصانیف سے بھرپور استفادہ کیا اور اپنے مطالعہ کا ماحصل اپنی ایک کتاب "العقد الفرید" میں تجویز کر رکھا۔

عہد کے ابتدائی ایام میں اپنی صلاحیتوں کو صحیح رخ نہیں دے سکے لیکن عہد کے نصف آخر میں سابقہ عمل سے تائب ہوئے اور اپنی بچھلی تمام کاروشوں کو باطل قرار دیکر زہدیت وغیرہ پر اپنی صلاحیتیں صرف کیں۔ ابتدائی شاعری کا رجحان غزل اور لہو و لعب کے عناصر کی طرف تھا لیکن تائب ہونے کے بعد زہدیت اور تصوف پر مشغول ایک شاعری "مجموعہ" "المحسّنات" کے نام سے ترتیب دیا۔ عہد کے آخری ایام میں فالج کا شکار ہوئے اور اس مرض میں سنہ ۳۲۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں وفات پا گئے۔ (۲)

ان کی تصانیف میں "العقد الفرید" کے علاوہ "کتاب اللہاب" اور "دیوان الشمر" مشہور ہیں۔ سلفہ کی تاریخ پر بھی ایک کتاب ہے۔ (۳)

العقد الفرید

یہ ایک ادبی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس میں عہدی زبان و ادب سے متعلق جتنی بھی مستند چیزیں ایک محقق کو درکار ہوں مل سکتی ہیں۔ اس کتاب کا شمار قدیم عہدی زبان و ادب اور تاریخ کے اہم مصادر میں ہوتا ہے۔ اسی کتاب کے متعلق

(۱) جواہر الادب - سید علی العاشق (۱ - ۱۷۴) وفيات الأعيان (۱ - ۳۹)

(۲) تاریخ علماء الاندلس (۱ - ۵۱)

(۳) المغرب فی حلی المغرب - ابن سعید (۱ - ۴۲۶ھ)

مشق کے "صاحب بن عباد" نے کہا تھا "ہذہ مصنفات ردت الہا ظننت أن هذا الكتاب يشتمل على شيء من أخبار بلادهم فإذا به مشتمل على أخبار بلادنا" (۱)

اس کتاب میں ہر طرح کے مباحث بیان کر دیے گئے ہیں۔ طب، موسیقی، اخبار، انساب، لغت، اطفال، شعر، عروض، قواعد، وغیرہ پر بڑی تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا قول صاحب بن عباد کا جو ہمیشہ کہا گیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اہل مشرق بھی اس سے بے نیاز نہیں تھے۔ اس کتاب میں خاص طور سے مطلق اور قطعی بحثوں سے گریز کیا گیا ہے۔ اس میں خصوصاً عربوں کی سیاسی ادبی، معاشرتی اور حکمرانی نوادرات کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں پچیس اجزاء ہیں اور ہر جز دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ جسے صاحب تصنیف کتاب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

- (۱) الكتاب الأول - اللؤلؤ فی السلطان
- (۲) الكتاب الثاني - الفہدۃ فی الحروب
- (۳) الكتاب الثالث - الزبدۃ فی الأحوال والأصناف
- (۴) الكتاب الرابع - الجمالۃ فی الوفود
- (۵) الكتاب الخامس - المرجانۃ فی مخاطبۃ الملوك
- (۶) الكتاب السادس - الباقیۃ فی العلم والادب
- (۷) الكتاب السابع - الجوہرۃ فی الأمثال
- (۸) الكتاب الثامن - الزمرۃ فی المواعظ والزهد
- (۹) الكتاب التاسع - الدرۃ فی التفاضل والمزای
- (۱۰) الكتاب العاشر - النعمۃ فی النسب وفصل العرب
- (۱۱) الكتاب الحادی عشر - المسجد فی اعلام العرب
- (۱۲) الكتاب الثاني عشر - الجنۃ فی الأجوبة

(۱) الضحی - فی الادب العربی وتاریخہ - معرفت (۲۶۰) بیروت سنہ ۱۹۵۹ء

- (۱۳) الكتاب الثالث عشر - الواسعة في الخطب
- (۱۴) الكتاب الرابع عشر - البصيرة الثانية في التوقيعات والوصول والصدور
واخبار الكتبة
- (۱۵) الكتاب الخامس عشر - المسجدة الثانية في الخلافة وتواريخهم وأيامهم
- (۱۶) الكتاب السادس عشر - البصيرة الثانية في اخبار زياد والحجاج والبراهمة
والطالبين
- (۱۷) الكتاب السابع عشر - الدرة الثانية في ايام العرب وقاصم
- (۱۸) الكتاب الثامن عشر - الزبدة الثانية في فضائل الشعروقاطه ومخارج
- (۱۹) الكتاب التاسع عشر - الجوهرة الثانية في اعاريس الشعروطل القواني
- (۲۰) الكتاب العشريون - الباقوة الثانية في الألحان واختلاف الناس فيه
- (۲۱) الكتاب الحادي والعشريون - المرجاة الثانية في النساء وصفاتهن
- (۲۲) الكتاب الثاني والعشريون - الجملة الثانية في الغنمين والمريضين بالخلاء
والطفلين
- (۲۳) الكتاب الثالث والعشريون - الزبدة الثانية في طبائع الإنسان وسائر
الحيوان وفاضل البدان
- (۲۴) الكتاب الرابع والعشريون - الفريدة الثانية في العميات واللباس والطعام والشراب
- (۲۵) الكتاب الخامس والعشريون - اللؤلؤ الثانية في العلف والعدايا واللكاهات
والطبخ

جرجى زيدان نے مجموعی طور سے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا
ہے پہلا حصہ سلطان حروب اجواد وفود علم ادب امثال اور مواقع پر مشتمل
ہے - دوسرا حصہ توقيعات اور اخبار الكتبة پر اور تیسرا جز اخبار زياد حجاج
طالبين براہمة اہم عرب فضائل شعروطم الحان عورتين بخلاء انسانی فطرت
اور طعام وشراب پر مشتمل ہے - (۱) اس کتاب کے بعض ابواب میں ایسی تاریخیں

محققین میں جو کہیں اور نہیں مل سکتے زیادہ حجاج اور طالبین کی مستند تاریخ اسی میں مذکور ہے۔

چونکہ اس کتاب میں مختلف علوم و فنون کو یکجا کر دیا گیا ہے اسلئے صاحب کتاب نے اس کا نام "المقد الفريد" رکھا ہے۔ جیسا کہ وہ خود اپنی کتاب کے مقدمہ میں وجہ تسمیہ کے متعلق لکھتے ہیں "وسمیتہ کتاب" المقد الفريد " لہذا فیہ من مختلف جواهر الکلم مع دقة السلك وحسن النظم وجزالة علی خمسة وعشرين کتابا کل کتاب منها جزا ان فذلك خمسون جزءاً فی خمسة وعشرين کتابا وقد انفرد کل کتاب منها باسم جوهرية من جواهر المقد۔" (۱)

ابن عبد ربہ اپنی اس شاہکار تصنیف کے نیچے تالیف پر رقمطراز ہیں۔
 "وقد ألفت هذا الکتاب وتضمنت جواهره من مختصر جواهر الاداب ومحصول جوامع البیان فكان جوهر الجوهر ولباب اللباب وانما لی فیہ تالیف الاختیار وحسن الاختیار وفرض فی صدر کل کتاب وما سواه فیما خوف من انواء العلماء وما نور من الحکماء والإدباء۔" وحذفت الأسانید من اکثر الأخبار طلباً للآستحفاف والایجاز وحرمان من التثقیل والتطویل لأنما أخبار متعة وحکم نوادر لا ینفصھا الاسناد باتصاله وما یحذف ما حذف منها۔" (۲)

یعنی یہ کہ اس میں صاحب تصنیف کا کارنامہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے مختلف چیزوں کو خوب جہان پہنچ کر کے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ حکماء ادباء نے اقوال جہان میں کئے ہیں یا اخبار و انساب کی فہرست جہان میں کی ہے وہاں اسانید کو عوالت اور ثقالت کے خوف سے حذف کر دیا ہے۔

(۱) المقد الفريد (۱-۲) ۵

(۲) ایضاً

در اصل یہ کتاب ہے تو غالباً اس کے لئے ادب کے شہ پاروں نے اسے عربی زبان و ادب کی بہترین تصنیف میں لا کھڑا کیا ہے ۔ اس کے بعض اقتباسات ذیل میں دیے ہیں ۔ اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ۔

" وبعد فان اهل كل طبقة وجماعۃ كل امة قد تكلموا في الادب

وفلسفوا في العلم على كل لسان ومع كل زبان وان كل متكلم منهم قد استغفر غايته وبذل جهده في اختصار يدعي صافي المقدمين واختصار جواهر الفاظ السالطين

واكثروا في ذلك حتى احتاج المختصر منها الى اختصار والتخفيف الى اختصار ثم

رايت آخر كل طبقة وادعى كل حكمة ومؤلف كل ادب اعذب الفاظا واسهل بناء

واحكم مذهبها اوضح طريقة من الاول لانه ناقص متعقب والاول مادي متقدم .

فلننظر الناظر الى الارواح المحركة والكتب الخرجية بعض انصاف ثم يجعل عقله

حكما عادلا قاطعا . فبعد ذلك يعلم انما شجرة بلغة الفرع طبقة المنبت زكية

القيمة بائنة الثمرة فمن اخذ بنصيبه منها كان على ارث من النبوة ومحتاج من

الحكمة ۔ " (۱)

ابن عبد ربہ کا یہی اسلوب ارکی یہ مذکورہ بالا کتاب پڑھنے وقت اندازہ ہوتا

ہے کہ وہی رائج الوقت اسلوب ہے ۔ اصل کتاب سے ایک مختصر سا اقتباس ہمیں کرونگا ۔

جو میرے اس خیال کی مزید وضاحت کرے گا ۔ " کتاب التولؤ فی السلطان " میں لکھتے

ہیں " السلطان زمام الامور ونظام الحق وقول الحدود والقطب الذي عليه مدار

الدنيا وموحى الله في بلاده وظله الحدود على عبادہ يمنع حريمهم وينتصر

مظلومهم وينقح ظالمهم ويامن خائهم فحق على من قلده الله ازمة حكمه

وملكه امور خلقه واختصه باحصانه وكن له في سلطانه ان يكون من الاهتمام

بصالح رعيته والاحتناء بمراقب اهل طاعته بحيث وضعه الله عزوجل من الكرامة

واجرى عليه من اسباب السعادة . قال الله عزوجل " الذين ان كنناهم في الارض

اقاموا الصلوة وآتوا الزکوة وأمروا بالصرف ونحو من المنکر واللہ طاقۃ الامور" (۱)
 المقد الفرید کی تصحیح تحقیق کا کلام تین اشخاص نے مقرر کیا ہے۔ احمد امین
 احمد الزین اور ابراہیم الہامی۔ مقدمہ احمد امین نے لکھا ہے۔ احمد امین نے مقدمہ
 میں بڑی مفید بحث کی ہے اور مشرق و مغرب کے ادباء اور ان کی خدمات سے موازنہ
 بھی پیش کیا ہے۔

ان کی اس تالیف کے سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے
 اہل مشرق کو اپنا موضوع کہیں بتایا جبکہ اندلس اور اہل اندلس کی تاریخ پیش
 کرنے کا انہیں زیادہ حق تھا اور اس سلسلے میں صاحب بن عباد کا وہ قول بھی نقل
 کرتے ہیں جس میں اس نے کہا تھا کہ میں تو مسجد رہا تھا کہ اندلس سے تعلق کوئی
 چیز اس کتاب میں ہوگی لیکن یہ تو ہمارے یہاں کی چیزوں پر مشتمل ہے جس کی ہمیں
 جتنی حاجت تھیں۔ اس اعتراض کا احمد امین نے بڑا عمدہ جواب پیش کیا ہے۔
 احمد امین کی رائے کے مطابق اندلس میں دو طرز ہائے فکر تھے۔ ایک تو یہ تھا کہ
 اندلس ادب کی قدویں و شرفیو کا کام فتح بن خاقان ابن ہسلم اور طبری وغیرہ
 نے اپنی کتابوں میں کیا ہے اور دوسرا طرز فکر یہ تھا کہ مشرق کے اخبار اور وہاں
 کی اشیاء اندلس میں لائی جاتیں اور کچھ ایسی چیزیں تیار کی جاتیں کہ اہل
 اندلس مشرق سے کماحقہ واقف ہو سکیں۔ جیسا کہ ابو علی قالی اور ابن عبد ربہ نے کہا
 ہے سابق کو پیش کرنے کے بعد احمد امین نے مزید صراحت کر دی ہے کہ ایسا نہیں
 ہے کہ ابن عبد ربہ نے اندلس کی تاریخ و خدمات کو بکسر نظر انداز کر دیا ہے بلکہ
 کچھ کا ذکر ملتا ہے۔ (۲)

ساحب محکم الادب نے ابن عبد ربہ کے علم و فضل کے تعلق لکھا ہے
 "کان لابی عمر بالمعلم جلالۃ وبہاد ادب ربانۃ وشعرۃ مع دیانۃ وصمانۃ اہلقت لہ

(۱) المقد الفرید (۱-۷)

(۲) ایضاً مقدمہ احمد امین

اہم ولایات للمسلم فیما نفاق فساد بعد الخمول وانرى بعد الفکر وأشهراله
بالتفصیل الا انه غلب علیہ الشعر۔" (۱)

ثمالی کے بقول " ابن عبد ربہ احد محسنی الأدلس علیا وادبا ونیلا
وشعره غاية الجزالة والحلاوة وعلیه رونق البلاغة والعلاوة۔" (۲)
ابن سعد کے بقول اظم اهل أدب المائة الرابعة ویرسان شعراء ہا فی
الضرب کله۔" (۳)

خالد ادبی نوعت کی نثر نگاری ہوا علی نثر ہو مراہک کا اسلوب تقریباً
اس دور میں یکسان تھا۔ سچ بندہ یوں اور قائمہ آرائیوں کا التزام اس دور کی نثر
نگاری کا جزو لا ینفک تھا۔ میں چند مزید ادبا کے القیاسات پیش کرونگا۔

فتح بن خاقان مولیٰ سنہ ۵۲۹ اپنی کتاب میں کاتب وزیر ابوالضمرہ بن حزم
کی سوانح حیات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں " وہ یونحنم لفظہ علم وادب وثقیة
محدوحسب وابوالضمرہ ہذا فی الکتابہ أوحده لا ینصت ولا یحد وهو فارس الضمار
حالی ذالک الذمار ویمثل الرجل وأسد ذالک الفیل یسوق فی المعجزات وسبق فی
المضلات المعجزات اذا کتب وثی المعاری ودیح وکب فی بحر البلاغة الشیخ وكان
هو وابوعامر بن شہید خلط صفاً وخلطی دفاً لا ینفصلان فی روح ولا قیل
ولا یفترقان کمالک وحیل لکنا بطریقة واتمی ألوبة الصیوة وعامری أدبة السلوة .
الی ان أخذ ابو عامر فی جمہالة الردی وعلی وفدارہنہ لیسما قد غلق . فانفرد أبو
الضمرہ بذالک الممدان واجتهد من سبق ما فاته منذ زمان فلم یذکر له مع الی عامر
حسنة ولا سرت له فقرة مستحسنة لتعذر ذالک واختناعه بشقوف ابی عامر واعتداده
بماہ واما شعرا ابی الضمرہ فیرتجعة بنشرہ ومختلطة بزمرہ وقد أثبت له فنونا

(۱) حجم الادب بحوالہ قصة الادب (۱ - ۳۶۸)

(۲) النیمة الثغالی بحوالہ قصة الادب ص ۳۶۹

(۳) المقد الفريد - مقدمہ دوم -

من الأنعام جنونا۔" (۱)

آسی طرح اس مسلم کی کتاب " الذخيرة " میں ادب و تاریخ کا حسن امتزاج نظر آتا ہے ۔ مثال کے طور پر ولادہ کے متعلق وہ لکھتے ہیں ۔ " واما ولادة النبی ذکرها ابن زیدون فی شعره فابھا بنت محمد بن عبد الرحمان بن عبد الله الناصری وكانت فی نساء زمانها واحدة اوانھا حضر شاهد وغزارة اوانھا وحسن منظر ومخير وحلاوة مورد ومصدر وكان خطبها بقرطبة متقدی لأحرار الصر وفناؤها طمعا لجماد النظم والنثر بمشواهل الأدب الی صو غریبا وبمعالک افراد الشعراء علی حلاوة مشربها الی سحرولة حباها وكثرة متابها تخلص ذالك بملونصاب وكرم انساب وطعارة اثواب . علی انھا سمع الله لها وقصد زلعا . طرحت التحصيل واوجدت الی القول لھا السبیل لقله مبالانھا وهاهنا بلذاتھا . کتبہ انا والله اصلح للمعالي . وامنی مشق آتیه نھا (۲)

نثر علی نا اید اقتباس اس سیدہ خدیقہ سنہ ۲۵۸ھ کا ہیں کرونگا جو "المنصہ" سے ماخوذ ہے ۔

" باب ما يحذر فیکون له منی فاذا لم يحذر کان له منی آخر " کے تحت لکھتے ہیں ۔

" يقال : قد روات فی الامر وقد رویت راسی بالامن وقد تملات من الطملم والشراب وقد تملیت البمش اذا عشت ملما ای طویلا وتقول قد تخطات له فی حده الصالة وقد تخطیت القدم لانه من الخطوة وقد قرأت القرآن وما قرأت الناقصلا لھا ای لم تلق ولدا . اراد انھا تحمل وقد قرأت الضیف وقد سوات علیہ ضح اذا قلت له آسات فسوی علی وقد خبا الشئ مخبر خبا وقد خبت النار خبوا اذا ذهب لھا ۔" (۲)

(۱) قصۃ الادب (۱- ۲۴۳- ۲۴۴)

(۲) ایضاً (۱- ۲۴۴- ۲۴۵)

(۳) ایضاً (۱- ۲۶۹)

پچھلے صفحات (۱) میں جو نثری القیاسات پیش کئے گئے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وہ وقت تھا جبکہ مشرق و مغرب کی مٹاہ کی دوڑ بہت تیز ہو چکی تھی اہل مغرب نے بھی اپنی سابقہ روش سادگی اور سہل پسندی چھوڑ کر انہن کی روش کو اپنا لیا تھا۔ یہ اسی مٹاہ کا نتیجہ تھا کہ نثر کے افراط اسلوب اور معانی میں نکمار آتا اور نئی نئی جہتوں سے نثری مآثر وجود میں آئے۔ مظاہرہ مظاہرہ منزل و غیرہ خصوصیت کے ساتھ اس میں شامل تھے۔ اسی طرح معانی میں کہروائی کہروائی اور دقت خیال کا عنصر غالب آگیا حتیٰ کہ علمی و تاریخی علوم کی آماری بھی اس طرح کی گئی کہ ادب کی جاشنی اس میں بھی محسوس ہونے لگی۔

پروفیسر بی کے جی اسپن میں عربوں کے علمی و ادبی سرمایہ کے متعلق

لکھتا ہے۔ (۲)

"Muslim Spain wrote one of the brightest chapters in the intellectual history of medieval Europe. Between the middle of the eighth and the beginning thirteenth centuries, as we have noted before, the Arabic speaking peoples were the main bearers of the torch of culture and civilization throughout the world. Moreover they are the medium through which ancient science and philosophy were recovered, supplemented and transmitted in such a way as to make possible the renaissance of Western Europe. In all this, Arabic had a large share."

اندلسی نثر کی خصوصیات۔

(۱) رومان پرور مظاہر کی دلنشین اسلوب میں علمی (۲) مشرق سے اخذ کردہ

(۱) اسی طرح کی بات احمد امین نے ظہیر الاسلام (۲ - ۲۰۶) میں تحریر کی ہے۔

(۲) History of the Arabs : P.K.Hitti, Britain, p. 557.

ابن الصمد کا اسلوب مجمع بندی (۲) قصباتی مناظرے بازی قلم و قلواریے ماہرین اور آپس کے شہرین کے ماہرین (۳) رسائل و مصانیف میں اطناب کا الغزل (۵) نثری اسلوب میں شعری اسلوب کی آمیزش (۶) مفردات کا استعمال (۷) طوک و امراء کے الفاظ و آداب میں جالفہ سے احتراز (۸) مشرق سے جذبہ ساقی کی وجہ سے مختلف مضامین میں تنوع و ابتکار کی کوشش۔

علم فلسفہ اندلس میں۔

جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ فلسفہ اندلس میں کافی تاخیر سے پہنچا۔ مالکی مذہب تقریباً پورے اندلس پر چھایا ہوا تھا اور عقائد و عبادات پر ہوشگاہان عوام و خواص سبھی میں غیر مہول تعین اور یہی وجہ ہے کہ فلسفہ و علم نجوم سے دلچسپی رکھنے والوں کی پذیرائی وہاں ہونا نادر و نادر ہے اس شخص کا سیاسی اور سماجی بائیکاٹ کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد کے ادوار میں پانچویں صدی ہجری سے میدان فلسفہ میں بھی اندلس نے نایبہ روزگار پیدا کرنے شروع کئے جن کی خدمات کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں۔ چونکہ علم فلسفہ کے اثرات عربی ادب پر نہیں پڑے یا عربی ادب میں فلسفہ کے اثرات نفوذ نہیں کر پائے اسلئے میں تفصیل میں جانے بہتر مختصراً چند فلاسفہ کا ذکر کروں گا۔ کہا جاتا ہے کہ ابن باجہ اسپین کا سب سے پہلا فلسفی تھا جس نے سنہ ۵۲۲ھ میں فلسفاتی نظریات پر ایک تہذیبی پیش کی۔ اس صحن میں جہاں اندلس کے فلسفوں نے اوسطاً اور دیگر فلاسفہ یونان کے نظریات کے تراجم و تشریح پڑے سمجھے پر پیش کئے وہیں خود اسی کتابیں تصنیف کیں جو سابقہ نظریات کے بعد خول کو توڑ کر میدان فلسفہ میں توسیع کا باعث بنیں۔

ان فلاسفہ کا خیال تھا کہ انسان اپنے اعمال کے نتائج کو کنٹرول کر سکتا ہے۔ وہ زندگی کے عجبات و مشاہدات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خدا کے عطا کردہ عقل انصاف سے اگر ناظرہ جوڑے تو انسان سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ ان بنیادوں کو

اگر سامع رکھا جائے تو ضرور ایک سچا ^{ایسا} وجود میں آسکتا ہے۔ جس میں کسی منصف
 حاج کی ضرورت نہیں رہے گی۔ نیز یہ کہ اگر انسان کی قیود سے تمام چیزیں باہر
 ہوں تو بھی وہ عقل انصاف کے ذریعہ سعادت حاصل کرسکتا ہے۔ جس طرح کنول
 کا پھول کھڑے میں بھی پھلے حسن کے ساند کھلا رہتا ہے۔ گویا ان فلاسفر نے
 مذہب و فلسفہ کو جوڑنے کی حق الوسع کوشش کی ہے اور مشرق کے فلاسفر غزالی اور
 فارابی کے کام کو کہیں آگے بڑھایا ہے اور کہیں ان کا ابطال کیا ہے۔

ابن رشد کی اس فن پر گرانقدر خدمات ہیں۔ ارسطو کے بہت بڑے شاعر
 بھی ہیں اور ساند ہی تنقید بھی پیش کی ہے۔ ابن ماجہ کی تصنیف "رسالة
 الداع" "رسالة فی مدح الفرجة"۔ ابن رشد کی "جوامع حیاة افلاطون"
 "شرح کتاب النفس لأرسطو" "فصل المقال" "الضروری فی المنطق" یہ آخر الذکر
 کتاب "تحفة الفلاسفة" کی رد میں لکھی گئی ہے۔

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں مشرق و مغرب کی عربی زبان و ادب

پر خدمات کا موازنہ

مشرق میں چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں عربی زبان و ادب تمام روایں
 اور تقلیدی اسلوب نگارش سے بلند تر ہو کر ایک نیا رخ اختیار کر چکی تھی۔ علم و فنون
 ادب نظم و نثر تاریخ منطق فلسفہ اور تنقید ہر ایک فن میں ایک نیا رخ آجکا تھا۔

مشرق میں ان دونوں صدیوں کے دوران تشیع تنقید اور تلخیص کا کلم
 زہون پر رہا۔ عربی شاعری میں خصوصاً تنوع آجائے اور اس میں حد درجہ مہارت
 کی وجہ سے نقد الشعر پر خاص توجہ دی گئی۔ اسی بنا پر ناقدین کے یہاں میدان
 ادب میں مقابلے اور موازنے کا رجحان پیدا ہوا۔ نقد شعر و نثر کے سلسلہ میں
 ہمارے شہرہ مشہور اور اس پر کتابیں لکھی گئیں۔ اس دور کے سب سے بڑے ناقد قدادہ

بن جعفر صاحب نقد الشعر ابن قتیبه صاحب "الشعر والشعراء" اور ابن رشیق صاحب
المعجم و غیرہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر ان لوگوں نے گراں قدر مآثر جمع کیے۔

روایات اور اخبار میں نقد شعر کے شمار ہر موازنہ کرنے والوں میں ابوالفتح
اصفہانی اور میر بن حمزہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

تشریح و تلخیص کا کلم بھی بہت بڑے پیمانے پر ہوا۔ اسلام اور جاہلیت کے کلام
نحول شعراء کی تشریح اور ان پر نقد کا کلم بھی ہوا اور اس پر تصانیف بھی وجود
میں آئیں۔ مثال کے طور پر حسامیہ اور حلقات سبع کی تشریح اور مختلف
شعراء و روایہ کے اقوال کو جمع کر کے ان کی چھان بین کے بعد یکجا کئے جانے کا
بھی عمل شروع ہوا۔

میں اس ضمن میں اہل مشرق کے چند بلند پایہ ادباء اور ان کی تصانیف کا
ذکر کروں گا جو اہل اندلس کیلئے نمونہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

بسمع الزمان مسمدانی -

ان کا پورا نام ابوالفضل احمد بن حسین ہے۔ ہمدان میں پیدا ہوئے اور
وہیں عربی زبان و ادب میں کمال حاصل کیا۔ علم و ہمارف کی تحصیل کی خاطر
دور دراز کا سفر کیا۔ مشرق میں مقامہ نویس کے ہائی ہیں تصور کئے جاتے ہیں۔
کہا جاتا ہے کہ نیشاپور میں قیام کے دوران انہوں نے چار سو مقامات ترتیب دیئے (۱)
انہی کے طرز پر بعد میں مقامہ نویسون نے طبع آزمائی کیا۔ ان کی وفات سنہ
۳۹۳ھ میں ہوئی (۲) ان کے رسائل اور مقامات بہت مشہور ہوئے۔

(۱) جواہر الادب (۲ - ۱۴۰) بقعة الدھر - النعمانی (۴ - ۲۵۶) اور

وفیات الأعیان (۱ - ۱۰۹)

(۲) ایضاً

ابوسکر خوارزمی -

یہ کاتب شاعر لغوی ادیب اور سائنس دان سیاحت کا شوق رکھنے والے تھے۔ خوارزم میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی۔ بچپن سے عربی زبان و ادب کے مختلف علم و فنون سیکھنے کا شوق تھا چنانچہ انھوں نے اس میں کمال حاصل کیا۔ طلب علم کے شوق میں شام اور خوارزم کی آخری حدود تک گئے۔ تمشاہیر کے امراء کی خدمت میں بھی رہے۔ کہا جاتا ہے کہ بدیع الزمان ہمدانی سے رقابت کے باعث ایک مناظرہ کے دوران سنہ ۳۸۲ھ میں انتقال ہو گیا۔ ان کے متعدد رسائل کا بھی ذکر ملتا ہے۔ (۱)

صاحب بن عباد -

ابوالقاسم اسماعیل صاحب بن عباد آل لبوہ کے کاتب اور وزیر تھے۔ ان کی پیدائش سنہ ۳۲۶ھ میں ہوئی۔ علم و ادب اپنے باپ سے سیکھا پھر ابن المہدی کی شاکردی اختصار کی ادب کا اسلوب نگارش انھوں نے ابن المہدی ہی سے سیکھا۔ یہ مؤید الدولہ اور پھر اس کے بعد فخرالدولہ کے وزیر رہے۔ صاحب بن عباد انشاء پردازی میں ابن المہدی کے ثانی شطرنج جانتے ہیں۔ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن المہدی اور صاحب بن عباد کے ہمدن (و ادب کے میدان میں ان جیسا پیدا نہیں ہوا اس کے رسالے کا ایک مختصر سا نمونہ سید علی ہاشمی نے اپنی کتاب (۲) میں درج کیا ہے۔

اس کی انشاء پردازی کے سلسلہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے یہاں جمع بندی اور جناب کا التزام کچھ زیادہ پایا جاتا ہے۔

(۱) جواہر الادب (۲ - ۱۶۹)

(۲) ایضاً (۲ - ۱۶۸)

ابن المصنف -

نلم ابوالفضل محمد بن الحسن المصنف تھا اور ابن المصنف کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ آل ہویہ کے زمانہ اقدار میں کتابت اور وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز رہے۔ علم حکمت و نجوم اور آداب انشاء پردازی میں مہارت قائم رکھتے تھے یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ "بدات الکتابۃ بابن المصنف وختمت بحمد الحمید" (۱) چونکہ یہ خود بلند پایہ ادیب اور انشاء پرداز تھے لہذا علم ادب اور انشاء پردازی کی بھی پوری خوبی حاصل تھی اور علم و ادب کی مجلسوں میں ان کے ساتھ شریک تھے ابن المصنف کی وفات سنہ ۳۶۰ھ میں ہوئی۔

ابن المصنف کی انشاء پردازی میں کواہل الادب نے اپنا ہا۔ ان کے یہاں صنعت و سجع ہندی کا التزام سمجھ پایا جاتا ہے۔ انہوں نے عربی زبان و ادب کی انشاء پردازی کو ایک نیا رخ دیا جو کافی مقبول ہوا اور پھر ہر ایک نے انہی کے اسلوب نگارش کو اپنایا۔ ان کے متعدد رسائلوں میں سے ایک رسالہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔ یہ رسالہ ابو عبد اللہ الطبری کے نام تحریر کیا گیا تھا۔

"کتابی الیک وانا بحال لولم یخلصنا الشق الیک ولم یوفق صلوھا
الفرج نحوک بعدد تھا من الأحوال الجمیلة وحدثت خطی منها فی النعم الجمیلة
لقد جمعت فیها من سلاۃ طائے وکثرت نائے وخطبت منها فی جمعی بصلاح ولی
معی بصلاح لکن ما بقی لی آن یسلو علی عیش مع بعدی عنک و یخلو ذری مع خلوی
منک و یسوخ لی عظم الشرب مع الفرادی دونک و کیف اطیع فی ذالک و انت جزء
من نفسی و ناظم بشل انسی و قد حرمت رؤیتک و خدمت مشاہدک و هل یمکن نفس
مشتتة ذات الفسح و یمنع انس بہت بلا نظم و قد قرأت کتابک جعلنی اللہ فذاک
فاملاًت سروراً بملاحظۃ خطک و عامل تمرکزک فی لفظک۔" (۲)

(۱) جواہر الادب (۲ = ۱۶۸)

(۲) ایضاً

قدامة بن جعفر -

موتی سنہ ۲۲۴ھ یہ نصرانی تھے - مکملی کے زمانہ خلافت سنہ ۲۸۹ھ تا سنہ ۲۹۵ھ میں مشرف بہ اہلام ہوئے اور اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے - عربی زبان و ادب پر قدرت رکھنے کی بنا پر شاعری اور انشا بردازی میں بھی ایک ظلم رکھنے تھے - کہا جاتا ہے کہ عربی نقد پر سب سے پہلے انھوں نے ہی قلم اٹھایا اور متعدد تصانیف ترتیب دیا - ان کے یہ شمار تصانیف میں " کتاب نقد الشعر " کتاب نقد النثر " اور " کتاب الخراج " زمانے کے دست برد سے محفوظ رہ کر ہم تک پہنچیں -

ابوالحسن اصفہانی -

ان کا نام علی بن حسین اور کنیت ابوالفتح تھی - اصفہان میں موتی کی بنا پر اصفہانی لقب ہوا - یہ اموی خاندان سے تھے - ان کا نسب مروان بن حکم سے ملتا ہے - ہرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت بغداد میں ہوئی ابتدا سے بہت ذہین تھے اور کتابوں کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا - یہی وجہ ہے انھوں نے اپنے ذہن میں ہزاروں اشعار لٹائی اخبار آثار احادیث و انساب مع لسانیہ و لسانیہ روایہ کے محفوظ کر رکھے تھے -

علم و ادب کا جو زبردست خزانہ اپنے ذہن میں محفوظ کر رکھا تھا اس میں غور و خوض کی صلاحیت بھی رکھنے تھے - چنانچہ انھوں نے اپنے مطالعہ کے تجربے کے طور پر مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تالیف کیں - ان میں " کتاب الاغانی " لوح و شہرت و مقبولیت ملی وہ کسی اور کو نہیں ملی - اس کے علاوہ جن تصانیف کا ذکر ملتا ہے ان میں " کتاب الاطباء الشوامر " کتاب اللسان " کتاب الدیارات " کتاب دعویٰ الاطباء " کتاب مجرد الاغانی " کتاب اخبار حبیطة البریکی " کتاب اہل العرب الف و سبع مائة ہجری " کتاب جمهرة النسب " کتاب اللسان الضعیف " ہیں جن کا ذکر جرجی زیدان نے اپنی کتاب میں کیا ہے - (۱۶)

کتاب الأغانی -

اس کتاب کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ اس جیسی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔ ایک روایت یہ نقل کی جاتی ہے کہ اس کتاب کی جمع و تالیف میں صاحب تالیف پچاس سال مشغول رہے۔ (۱) یہی یہ کتاب زہر قریب ہی تھی کہ اندلس کے خلیفہ حکم ثانی نے ایک ہزار دینار ہمشکی روانہ کر کے یہ درخواست کی کہ مشرق میں منظر عام پر آنے سے قبل اسہیں بھیجیں جائے۔ صاحب (۲) بن عباد کے متعلق جرجی زیدان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ اپنے ساتھ سفر میں دسویں اونٹ پر کتابیں لے واکر چلتا تھا لیکن کتاب الأغانی کے منظر عام پر آجانے کے بعد وہ تمام کتابوں سے بے نیاز ہو گیا اور اب صرف یہ کتاب اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شیعہ ضامین اور سیر حاصل اباحت کا کس قدر واقعہ گذار میں اس میں ذخیرہ موجود ہے۔ اس کی بے شمار جلدیں تھیں لیکن اب صرف ۲۱ جلدیں رہ گئی ہیں جو تقریباً چار ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔

اس کتاب میں سکڑوں شعراء ادباء جنہیں عشاق خلفاء اور نواب کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ایام عرب قبائل انساب وقائع غزوات چشمے جاہلیت اور اسلام کے اجماع اشعار عربیہ کی مفاہات نکاح طلاق اور جنگوں وغیرہ پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔

اس کتاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو جاہلیت صدر اسلام اور بنو امیہ کی اکثر و بیشتر تاریخ ضائع ہو جاتی۔ اور بہت سارے حقائق ہماری نظروں سے اوجھل رہ جاتے۔ بڑی جرح و تعدیل اور رواۃ کو اپنے ہمار نقد پر ہر کہہ کر ابوالفرج نے اپنی صائب رائے کا اظہار کیا ہے۔

(۱) تاریخ آداب اللغة العربیة (۲ - ۲۲۶)

(۲) ایضاً

اس کے متعدد نسخے مختلف زبانوں میں بحث و تحقیق کے بعد شائع ہوئے رہے
میں مصر، یورپ اور دیگر برطانوی کتاب میں اس کے قدیم مخطوطے موجود ہیں۔
اسی طرح ان دونوں صدیوں میں مشرق کے بے شمار علماء ادباء اور فضلا
بعد اکتے جن میں سے جلد کے نام کے ذکر پر اکتفا کریں گا۔

ابوہلال مسکری شریف سنہ ۳۹۵ھ کی "کتاب جمہور الأمثال" کتاب
المنافع النظم والنثر" اور "دیوان الصانی" وغیرہ مشہور کتابیں ہیں۔

الثعالبی شریف سنہ ۴۲۹ھ کی "مختار الدھر فی محاسن اہل العصر" یہ
کتاب جوہی مدی ہجری کے شعراء کے احوال پر مشتمل ہے۔ "لطائف المعارف"
"نقہ اللغة" "الاعجاز والایجاز" وغیرہ بے شمار کتابیں ہیں جن کا ذکر جرجی
زیدان نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ (۱)

بن جنرالہ برابن الحائک شریف سنہ ۴۳۴ھ کی "کتاب صفۃ جزیرۃ
المرب" اور "کتاب الاکلیل" بن تاریخ برابن جریر کی "تاریخ طبری" اور
الموزی کی "فتح البلدان" اور "اسباب الاشراف" ابن قتیبہ کی "کتاب المعارف"
اور یحییٰ کی "تاریخ یعقوبی" ہے۔

اہل مشرق کے آثار کے ایک مختصر سی جملہ دکھانے کی کوشش یہاں
جلد صفحات میں کی گئی ہے جو یقیناً مختلف حیثیتوں سے بہت فائدہ ہے۔ تاریخ
کی کتب کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت واضح انداز میں سامنے آتی ہے کہ بہرحال
اندلسیوں نے جو کچھ بھی کوشش کی وہ مشرقیوں کے مقابلے میں کم ہے۔ کیونکہ ان
کی نظر میں ہمارے مشرق تھا جو ان سے تمام میدانوں میں آگے نظر آتا ہے۔
البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اہل اندلس نے مشرقیوں سے مقابلہ میں کڑھی
اور تقصیر کو داخل نہیں ہونے دیا۔

مشرق و مغرب کی تاریخ پڑھنے کے بعد ایک اور حقیقت جو کھل کر سامنے آئی وہ یہ کہ جس قدر اندلس میں خلفاء و امراء نے علم و ہمارف کی ترویج و اشاعت اور سرپرستی میں دلچسپی لی اور اس کے لئے ایسے سازگار حالات پیدا کئے وہ مشرق کے خلفاء و امراء کے یہاں ہندم نظر آتا ہے۔ مشرق نے جو کچھ بھی ترقی کی اس میں علماء کے اپنے ذوق و شوق کا زیادہ دخل تھا اور اندلس میں خلفاء و امراء کی اس جانب توجہ کا واحد سبب یہ تھا کہ وہ اپنی حکومت اور اپنے ملک کو مشرق کے مقابل لائے کرنا چاہ رہے تھے۔ تاکہ وہ مشرق کے روبرو کھڑے ہو کر یہ کہہ سکیں کہ دیکھو اگر تم نے مشرق سے ہمارا خانہ کیا تو ہم نے ایک دور افتادہ ملک میں اپنے سیاسی استحکام کے ساتھ ساتھ علم و فنون میں بھی استحکام لانے میں کامیابی حاصل کی۔

ہماری اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اندلس مشرق کے شانہ بشانہ نظر آتا ہے۔ جسے بھی اندلس اپنی قلیل آبادی رقبہ اور نوعمری میں مشرق سے کھڑے۔ اگر مشرق اپنے وسیع و عریض حدود اربعہ میں علم و فنون کی ہرل پر نظر آتا ہے تو اندلس بھی ایک چھوٹے سے جزیرہ نما میں مقابلہ کی اس دوز میں پہچنے نہیں ہے۔ تاریخ جغرافیہ ریاضی طب فلسفہ انشاء پردازی قسہ نویسی اور علم دینیہ میں جس قدر قابل قدر مآثر مشرق نے چھوڑے کم و بیش اندلس نے بھی حق الامکان اس میں مطابقت کی اور اس بات کی کوشش کی کہ کسی نہ کسی پہلو سے اس میں جدت پیدا کی جائے۔

خاتمہ

اندلس میں چوتھی صدی ہجری وہاں کی تاریخ کا زہین عہد تھا اور پانچویں صدی ہجری کچھ سیاسی لحاظ سے زوال کا شکار ہو کر طوائف الطوق کا شکار ہو گیا تھا لیکن علم و فنون کی آہاری ابھی تقریباً قدم نہج ہی پر ہو رہی تھی۔

ایک وجہ تو یہ تھی کہ جس پہلو کی آماری عبدالرحمان ناصر اور حکم ثانی کر گئے تھے اس کے اثرات کچھ زمانے تک تو رہنے ہی چاہتے تھے یہی وجہ ہے کہ علماء و فضلاء اور امراء و ملوک نے ملکر بلکہ آپسی طاقت کی صورت اختیار کر کے علم و فنون میں جدت طرازی اور ابتکار کی مثالیں قائم کیں۔ منصور صاحب مظهر اور المستنصر وغیرہ خود بڑے عالم تھے۔ بعد میں جب بیرونیوں کا اقتدار آیا تو عربی زبان و ادب اور علم و فن کے سچے خشک ہونے لگے۔

جمہوری اعتبار سے یہ دونوں مہمان علم و ہمارے اوقاف کی راہ میں بڑی مہارون ثابت ہوئیں۔ عوام کی رفورم کی ضروریات زندگی کی فراہمی کے علاوہ انہیں علم و فنون کی طرف مائل کرنے کیلئے مدارس جامعات لائیں۔ وغیرہ کا ایک لائحہ عمل سلسلہ تھا۔ پھر یہ کہ علم و ادب کا ایسا سازگار ماحول تھا کہ ہر شخص علم حاصل کرنے پر مجبور تھا یہی وجہ ہے کہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں ایک بھی شخص ایسا نہیں تھا جو نوشت و خواند سے واقف نہ ہو۔ خلفاء کے دربار کی زینت علماء و فضلاء ادباء کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص اپنی قابلیت کے ٹکڑے لکھار کے ذریعہ خلفاء و امراء کی قربت کے لئے کوشاں تھا۔ کبھی تو یہ لکھار برجستگی کی صورت میں آتا جسے مفسرین معنی کا وہ یادگار خطبہ کبھی شاعری اور تصنیفی خدمات کی صورت میں ہوتے۔

فهرست مراجع

مصرى كتب

- (١) الأدب المصرى فى آثار الدارسين - صالح احمد على - وليد عرفات جبرائيل جبر
أنطون غلاس - عمر فرج - موسى سليمان - محمد كامل - حسين احسان عباس - فكرى
فصل - محمد يوسف نجم - بيروت - سنة ١٩٦١ م
- (٢) الاسلام والعرب - رم لاد و ترجمه منير بعلبكى - بيروت سنة ١٩٦٢ م
- (٣) الأمالى - أبو على القالى
- (٤) أدب المنابر والاندلس - محمد رضا الشقى
- (٥) الاسلام فى المغرب - محمد صلاح الدين حلقى والدكتور السيد محمد
عبد المنيز سالم - قاهره
- (٦) الاسلام ونهضة الاندلس - احمد مظهر المظفة - قاهره سنة ١٩٥٩ م
- (٧) أدباء العرب (فى الاندلس وعصر الانبياء) - بطرس البقانى ج ٣ - بيروت
سنة ١٩٥٨ م
- (٨) الادب القصصى عند العرب - موسى سليمان
- (٩) ابن عبد ربه وعقده - جبرائيل جبر
- (١٠) الانتقاد على كتاب التمدن الاسلامى - شبلى نعمانى - لكتور العتد سنة ١٩١٢ م
- (١١) ابن حزم (حياته وعصره) آراؤه ونصه - محمد أبوزهره سنة ١٩٥٢ م
- (١٢) ابن حزم صورة اندلس - الدكتور طه الحامزى
- (١٣) ابن عبد البر (حياته وعصره وآثاره) الدكتور محمد ظهير الحق - دهل
العتد سنة ١٩٤٨ م
- (١٤) ابن حزم الاندلسى (المفكر الظاهرى) الدكتور زكريا ابراهيم - قاهره
- (١٥) الادب الاندلسى - بلا شرق - مصر
- (١٦) الاسلام فى الاندلس - حمودة على محمد

- (١٤) الاسلام في اسبانيا - عبد الهديح لطفى - قاهره - سنة ١٩٥٢ هـ
- (١٨) بنية البطش في تاريخ رجال الاندلس - احمد بن يحيى بن احمد بن عمرو
- (١٩) بنية البوطه - جلال الدين سيوطي - سنة ١٣٢٦ هـ - قاهره
- (٢٠) البنان الضرب في اخبار ملوك الاندلس والضرب - ابوالمباس بن عذارى
المراكشي ج ٣ -
- (٢١) بلاغة الضرب في الاندلس - احمد سيف - مصر - سنة ١٩٢٢ هـ
- (٢٢) تاريخ الادب المصري - بروكلمان الألماني
- (٢٣) تاريخ الضرب الادبي - مونتولد تكلين - ترجمه الدكتور صفا خاوس - بغداد ١٩٤٠
- (٢٤) تاريخ الفكر الاندلسي - آنخل جنشالت بالنشبا - ترجمه حسن مؤنس -
مصر - الطبعة الأولى -
- (٢٥) تاريخ مسلمي اسبانيا - دوزي - ترجمه - الدكتور حسن حبشي وجمال
ميرز ومختار عبادي - مصر -
- (٢٦) تاريخ البنية والنقد في الادب المصري - السباعي بيومي - مصر - سنة ١٩٥٦ هـ
- (٢٧) تاريخ الادب المصري - ج ٢ - الدكتور مبرورج - بيروت سنة ١٩٨١ هـ
- (٢٨) تاريخ الادب الاندلسي - الدكتور احسان عباس - بيروت سنة ١٩٤٢ هـ
- (٢٩) تاريخ آداب اللغة العربية - جرجي زيدان
- (٣٠) تاريخ الضرب المصري - سعد زغلول - مصر
- (٣١) تاريخ العلماء والرواة للعلم بالاندلس - الحافظ ابو الوليد عبد الله بن محمد
بن يوسف الازري الحروف باين الفرض ج ١ - ٢ - تحقيق السيد عزت
المطار الحسن - قاهره - سنة ١٩٥٢ هـ
- (٣٢) تاريخ آداب الضرب - مصطفى صادق الرافعي
- (٣٣) تاريخ الادب المصري - ابراهيم علي ابو الحبيب - مصر سنة ١٩٦٦ هـ
- (٣٤) تاريخ الضرب باسبانيا - محمد بك دياب - مصر - سنة ١٩٠٢ هـ
- (٣٥) سلسلة محاضرات عامة في آداب الاندلس وتاريخها - لطفى بروتسسال - ترجمه
محمد عبد الهادي شميره -

- (٣٦) صق الحمامة في الألفه والآلاف - ابو محمد طي بن حنم الادللى - بيروت
- (٣٧) طهر الاسلام ج ٣ - احمد - امين - قاهره - سنة ١٩٥٣ هـ
- (٣٨) المقادير المنزلة - ابو عمير احمد بن محمد بن عبد ربه الادللى - تحقيق قشبح
اور نصحيح - احمد امين واحد الزين وابراهيم الأحمري - الطبعة الثالثة
قاهره - سنة ١٩٦٥ هـ
- (٣٩) العرب في اسبانيا - استاڤلى بول - ترجمه على الدمام - دار المعارف مصر
سنة ١٩٦٠ هـ
- (٤٠) عروس السارية - الدكتور محمد ظهور الحق - دهللى سنة ١٩٨٩ هـ
- (٤١) قصة الادب في الادللى - عبد المصم خفاجة - الطبعة الثانية - سنة ١٩٦٢ هـ
مكتبة المعارف - بيروت
- (٤٢) كتاب رياس النفوس (في طبقات علماء القرون) وأثره في زهادهم وناسكهم
وسمر من أخبارهم ونصائحهم وأوصالهم) ابو بكر عبد الله بن ابي عبد الله
المالكى - تحقيق حسين موسى - قاهره - سنة ١٩٥١ هـ ج ١
- (٤٣) كتاب الاغانى - ابو الفتح الاسفهانى - تحقيق عبد الستار احمد لوز - بيروت
سنة ١٩٥٨ هـ ج ٢
- (٤٤) المتاح (في الأدب العربى وتاريخه) عمر فروخ - بيروت سنة ١٩٥٩ هـ
- (٤٥) هجم الأدباء شهاب الدين ابو عبد الله - باقوت الحيدى - تحقيق احمد
نريد رفاعى - قاهره - ج ٢
- (٤٦) الضرب في حل الضرب - ابن سعيد الضريب - تحقيق وتعليق - الدكتور
شوقى صيف - مصر الطبعة الثانية سنة ١٩٥٣ هـ
- (٤٧) المختصر في أخبار ملك الادللى - ابن حبان - تحقيق عبد الرحمان طي الحصى
دار الثقافة - بيروت سنة ١٩٦٥ هـ
- (٤٨) معارك العرب في الادللى - بطرس البستاني - بيروت سنة ١٩٥٠ هـ
- (٤٩) مقدمة ابن خلدون - ابن خلدون - بيروت سنة ١٩٥١ هـ

- (٥٠) المتنبس في تاريخ رجال الإندلس - أبو مروان حنان بن خلف الصوفي باين حنان - تحقيق الأب طشوم انطونية سنة ١٩٣٤ هـ
- (٥١) المحجب في تلخيص أخبار المغرب عبد الواحد المراكشي - ضبط تصحيح و تعليق - محمد سعيد الصريان ومحمد العربي الملقى - قاهره سنة ١٩٢٩ هـ
- (٥٢) نظرات في تاريخ الأدب الإندلسي (مجموعه محاضرات القاها في الجامعة المصرية كامل كيلاني سنة ١٩٢٢ هـ
- (٥٣) نفع الطبيب من فحسن الإندلس الطبيب الشيخ أحمد بن محمد القرى القلصاني تحقيق الدكتور احسان عباس عباس ج ١ - ٢ - بيروت سنة ١٩٦٨ هـ
- (٥٤) رقيات الايمان وانباء النبأ الزمان - ابن خلكان أبوالمعاس فحسن الدين أحمد - تحقيق محمد مني الدين عبد الحميد - قاهره سنة ١٩٢٨ هـ جلد وثنين

اردو كسب

- (١) اسهون من عرب كلجر - ڈاکٹر اشفاق ندوی
- (٢) اندلس کا تاریخی جغرافیہ - مولوی عنایت اللہ
- (٣) اخبار الإندلس - اسکات - ترجمہ خليل الرحمان
- (٤) تاریخ اندلس - ریاست علی ندوی
- (٥) تاریخ اندلس - عبد القوی ضیا - پاکستان
- (٦) تاریخ اسلام - حمد سم - نجیب شاہ آبادی دہلی سنہ ١٩٨٩ هـ
- (٧) تاریخ اسلام - سید امیر علی
- (٨) تاریخ اسهون - سید عبدالغنی وارثی
- (٩) دولت ہسپانیہ - کوئلج - ترجمہ مولوی محمد صدیق
- (١٠) عبرت نامہ اندلس - ڈوڑی - محمد عنایت اللہ

رسائل

- ۱۔ معارف - جولائی سنہ ۱۹۵۲ء تا دسمبر سنہ ۱۹۵۲ء
سلطانوں کا اندلس خود ان کی نگاہ میں سر ۲۲۹ - ۲۵۰ ضمیمہ نگار - سید
مظفر احسن گیلانی -
- ۲۔ معارف نمبر ۵ جلد ۸۵ - ۲۷۶
کتاب الذخیرۃ لابن مسلم اور حاشی خلیفہ صاحب کشف الظنون کی ایک
سامیت - سید ریاست علی ندوی -

ENGLISH REFERENCE BOOKS

1. Arabic Literature - Sir Hamilton Gibb - Sec.ed. Revised.
Oxford University Press 22 1963.
2. History of the Arabs - P.K. Hitti, 6th edition, New York
1958.
3. A Literary History of the Arabs, R.A. Nicholson, Cambridge
University Press, 1930.
4. The Arabs Heritage, M.A. Faris, Princeton University Press
1944.
5. Arab - Andalusian Caridor, HAROLD MORLAND, Phoenix Press
1949.
6. Studies in Islamic Mysticism, R.A. Nicholson, Cambridge
University Press 1921.
7. A History of Arabic Literature, Krishna Chaitanya, Manohar
Publication, New Delhi, 1983.
8. Encyclopaedia of Islam, Vol. I - A.B. London.